

تاریخ اسلام میں عایشہ کا کردار

عہد امیر المومنین (ع)

جلد دوم

مولف : سید مرتضیٰ عسکری

مترجم : سید علی اختر رضوی گوپالپوری طاب ثراہ

فہرست

۲ مقدمہ مترجم
۶ مقدمہ مولف
۹ بیعت کے بعد
۹ حساس ترین فراز
۱۴ جب فرمان قتل ، انتقام میں بدل گیا
۲۱ بیعت توڑنے والے
۲۵ طلحہ و زبیر نے بیعت توڑی
۳۳ لشکر کی تیاری
۲۵ عراق کی طرف
۳۶ ام سلمہ نے عائشہ کو سمجھایا
۲۸ راستے کی باتیں
۳۹ پیش نمازی پر اختلاف
۴۰ انتظامی معاملات کا اختلاف
۴۱ تیسرا اختلاف
۴۲ حوا ب کا واقعہ
۴۳ سرداران لشکر کی وضاحت
۴۹ سردار ان لشکر نے تقریریں کیں
۵۲ مقرروں پر اعتراض
۵۸ جنگ جمل
۵۸ پہلی جنگ شروع ہوئی
۶۲ دوسری جنگ شروع ہوئی
۶۴ داخلی جنگ شروع ہوگئی
۶۶ جب حقیقت روشن ہوئی
۶۹ طلحہ و زبیر اپنے مقصد میں مشکوک تھے
۷۲ عائشہ کے پاس دو خط
۷۳ ۲_ حفصہ کو خط
۷۵ علی کا لشکر مدینے سے چلا
۷۸ لشکر علی (ع) ربذہ میں

۸۰ لشکر علی (ع) ذی قار میں
۸۳ ذیقار میں حضرت علی (ع) کی دوسری تقریر
۸۵ لشکر علی (ع) زاویہ میں
۸۷ گورنر بصرہ کو طلحہ و زبیر کا خط
۹۰ امیر المومنین کا خط اپنے گورنر بصرہ کے نام
۹۳ شعلہ بار تقریریں
۹۳ مرد چشمی نے تقریر کی
۹۴ طلحہ کی تقریر
۹۵ زبیر کی تقریر
۹۵ عائشہ کی تقریر
۹۸ پہلی جنگ
۱۰۱ صلح اور صلحنامہ
۱۰۱ صلحنامہ کا متن ان پانچ دفعات پر مشتمل تھا
۱۰۲ دوسری جنگ
۱۰۲ طلحہ و زبیر نے دوسری بار پیمان شکنی کی
۱۰۴ دوسری جنگ شروع ہوئی
۱۰۵ جنگی قیدیوں کی سرگذشت
۱۰۶ محافظوں کی سرگذشت
۱۰۷ گورنر بصرہ کی سرگذشت
۱۰۸ تیسری جنگ
۱۰۹ داخلی اختلافات
۱۱۰ ایک دوسرا اختلاف
۱۱۱ خطوط و پیغامات
۱۱۱ طلحہ و زبیر کو خط
۱۱۳ زبیر کو پیغام
۱۱۵ عائشہ کو پیغام
۱۱۶ طلحہ و عائشہ کا جواب
۱۱۶ بیجان انگیز تقریریں
۱۱۶ عبداللہ بن زبیر کی تقریر
۱۱۷ امام حسن (ع) نے جواب دیا
۱۱۹ حضرت علی (ع) کی آخری تقریر
۱۲۱ حضرت علی (ع) نے اپنے جنگی پروگرام کا اعلان فرمایا
۱۲۳ حضرت علی (ع) نے قرآن کے ذریعہ اتمام حجت فرمایا
۱۲۵ عمار یاسر نے عائشہ اور سرداران لشکر سے بات کی
۱۲۷ حضرت علی (ع) نے ا خری بار اتمام حجت فرمایا
۱۳۱ حضرت علی (ع) کی زبیر سے ملاقات
۱۳۳ واقعہ کی تفصیل
۱۳۷ زبیر کی سرگذشت
۱۴۱ طلحہ کی سرگذشت
۱۴۳ طلحہ کیسے قتل ہوئے؟
۱۴۶ آخری جنگ شروع ہوئی
۱۴۸ کہانی کعب بن سور کی
۱۴۸ کعب بن سور کون ہے؟
۱۵۱ اونٹ کی لجام قریش کے ہاتھ میں
۱۵۲ اونٹ کی لجام بنی ناچہ کے ہاتھ میں
۱۵۳ لجام قبیلہ ازد کے ہاتھوں
۱۵۴ ایک عجیب داستان
۱۵۶ رجز خوانیاں

۱۶۰	عبداللہ اور مالک اشتر کی جنگ
۱۶۳	جنگ اپنے شباب پر پہنچ گئی
۱۶۵	ر دو لشکر کا شعار
۱۶۶	جنگ کا خاتمہ
۱۶۸	عائشہ سے کچھ باتیں
۱۶۹	حضرت علی نے عائشہ سے گفتگو کی
۱۷۰	عمار نے عائشہ سے بات کی
۱۷۰	فتح کے بعد معافی
۱۷۰	عام معافی
۱۷۲	اعتراض اور علی (ع) کا جواب
۱۷۷	حضرت علی (ع) نے طلحہ وزیر سے کیوں جنگ کی؟
۱۷۹	عائشہ ، مدینہ واپس ہوئیں
۱۸۵	جنگ حمل کے بدترین نتائج
۱۸۶	بعد کے نتائج
۱۸۸	نظریاتی اختلافات کی پیدائش
۱۹۱	عائشہ کی واقعی شخصیت کا تعارف
۱۹۱	عائشہ کی دلی قوت
۱۹۲	عائشہ ، دنیا کی عظیم ترین سیاست داں
۱۹۶	عائشہ کی تقریری صلاحیت
۲۰۲	اپنی حیثیت سے استفادہ
۲۰۴	عائشہ دنیا کی عظیم ترین سیاست داں
۲۰۶	عائشہ کے معاشرتی اثرات
۲۰۸	قصہ عبد اللہ بن زبیر کا
۲۰۹	عبد اللہ بن زبیر کی بنی ہاشم سے دشمنی
۲۱۲	جنگ حمل میں ابن زبیر کی شعلہ افروزی
۲۱۴	افسانہ عبد اللہ بن سبا
۲۱۸	"واقعہ کا سرا اکیلے سیف کے ہاتھ میں ہے"
۲۲۱	پردہ اٹھتا ہے
۲۲۳	فرزندان علی (ع) سے عائشہ کی عداوت
۲۲۳	عائشہ دوسری جنگ کی تیاری کرتی ہیں

مقدمہ مترجم

محترم قارئین کے پیش نظر موجودہ کتاب "احادیث ام المومنین عائشہ" کا ترجمہ ہے ، کتاب کا متن مشہور محدث علامہ مرتضیٰ عسکری نے لکھا ہے۔

مولف کتاب کے مذہبی ، معاشرتی و علمی خدمات اس قدر ہیں کہ دوست اور دشمن سبھی تحسین و

ستائشے کرتے ہیں ، جنکی تفصیل کیلئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے ۔

انہیں جناب کی علمی و ثقافتی خدمات کا ایک نمونہ ، احادیث ام المومنین عائشہ ہے ، دانشور مولف نے اس کتاب میں عائشہ کے انکار و عقاید اور اوصاف و اخلاق کو بھر پور طریقے سے واضح کر کے ان کی نفسیات قارئین کے سامنے مجسم کردی ہیں عائشہ کے واقعی چہرے سے انہیں واقفیت ہو جاتی ہے ۔

عائشہ کی حیات و زندگی پر مشتمل یہ کتاب ان کے زمانے میں پیش آنے والے اہم واقعات و حوادث کا تجزیہ پیش کرتی ہے ۔

لیکن محترم مولف کا اس کتاب لکھنے سے اصل مقصد یہ نہیں کہ عائشہ کے حالات زندگی لکھے جائیں ، بلکہ بلند تر اور وسیع تر مقصد پیش نظر ہے ، وہ چاہتے کہ وہ احادیث جو عائشہ سے مروی ہیں انکا تحلیل و تجزیہ کیا جائے ، انکا صحت و سقم اور وقعت و اعتبار کی حدیں واضح کی جائیں ۔

اس عمیق اور وسیع الذیل بحث سے قبل اس کتاب میں مقدمہ کے عنوان سے بعض ان تاریخی حوادث کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں عائشہ نے مداخلت کی ، مولف نے ان کا تحلیل و تجزیہ کر کے اخلاقی حالت شخصیت اور جس راوی نے اسے بیان کیا ہے اسکا واقعی قیافہ پیش کیا ہے جس سے روایات کی قدر و قیمت اور عیار و میزان واضح ہوتا ہے ۔

مولف محترم نے انہیں وقائع سے بھر پور حیات عائشہ کے تجزیے کو مقصد قرار دیتے ہوئے یہ کتاب لکھی ہے ، اور انہیں متعدد فصلوں پر تقسیم کیا ، ان میں حساس ترین مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں ۔

۱_ عائشہ ، عثمان کے زمانے میں

۲_ عائشہ، حکومت علی کے زمانے میں

۳_ عائشہ ، حکومت معاویہ کے زمانے میں

حصہ اول کا ترجمہ ، فاضل ارجمند جناب اقای سردار نیا کے قلم سے ہوا ہے ، اور نقش عائشہ در تاریخ اسلام کے نام سے شائع ہوا ، حصہ دوم بھی مولف محترم کے حکم سے ترجمہ کیا گیا ہے ، جو موجودہ کتاب کی شکل میں ، قارئین کے پیش نظر ہے ، اسکا تیسرا حصہ بھی خدا کی مدد سے جلد ہی شائع کیا جائے گا ۔

۳

آخر میں چند باتوں کی یاد دہانی ضروری معلوم ہوتی ہے ۔

۱_ چونکہ اصل کتاب عربی میں ہے ، فارسی داں حضرات میں چند ہی اس سے استفادہ کر سکتے تھے ، فارسی زبان میں ترجمہ ہونے سے اسکی افادیت عام ہوگئی ، اسکا مقصد ہی یہی ہے کہ تمام لوگ اس سے بہرہ مند ہوسکیں ، اس لئے جہاں اصل مطلب میں ضرورت سمجھی گئی ، توضیحی حواشی کا اضافہ کیا گیا ، تاکہ وہ تمام لوگ بھی استفادہ کر سکیں جنہیں تاریخی اصطلاحات سے پوری اشنائی نہیں رکھتے ۔

۲_ مندرجہ بالا مقصد کے پیش نظر ترجمہ ء کتاب کے سلسلے میں ازاد اسلوب اختیار کیا گیا ہے ۔

۳_ ممکن حد تک مولف کے مقصد کا تحفظ کرتے ہوئے مطالب کو ایک دوسرے سے علحدہ کر دیا گیا ہے ، کہیں کہیں اصل کتاب کے مطالب میں اضافہ بھی کیا

گیا ہے تاکہ قارئین کو تھکن کا احساس نہ ہو

۴۔ اگر قارئین کرام درمیان مطالب تاریخی فقروں میں تکرار کا مشاہدہ کریں تو اسے عیب اور نقص نہ سمجھیں ، کیونکہ اس کتاب کے محترم مولف نے محض ایک تاریخی تسلسل کے بیان پر اکتفا نہیں کیا ہے ، بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ حوادث تاریخی کو واضح انداز میں بیان کر کے حقائق کو روشن اور نمایاں کریں، اس بلند مقصد کیلئے ناگزیر تھا کہ حادثات و واقعات کے تسلسل کو تھوڑے فرق کے ساتھ مختلف اسناد کے پیش نظر متعدد کتابوں کے حوالے سے درج کئے جائیں ، تاکہ تمام جزئیات سامنے آجائیں ۔

اسی وجہ سے اس کتاب میں بعض واقعات تاریخی کے مدارک و ماخذ کے اختلاف کی وجہ سے تکرار پیدا ہو گئی ہے ، ظاہر ہے کہ یہ تکرار نقص یا عیب نہیں سمجھی جا سکتی بلکہ اس قسم کے اسلوب تحریر کو خوبی و اعتبار کے حساب میں رکھا جاتا ہے تاکہ جن حقائق کو پیش کیا جا رہا ہے وہ زیادہ سے زیادہ واضح ہو سکیں ۔

"والله ولي التوفيق و هو يهدي السبيل "
محمد صادق نجمی _ ہاشم بریسی
قم المقدسہ ۱۳۹۲ھ

۴

مقدمہ مولف

ہمارے پیش نظر جو تحقیق و تجزیہ ہے اسکا مقصد نہ تو علم کلام کے دریئے ہونا ہے نہ فقہی یا تاریخی اور دوسرا کوئی مقصد واضح لفظوں میں کہا جائے کہ ہم نہیں چاہتے کہ کسی گروہ کے عقائد و افکار کی تنقید کریں ، یا کسی دوسرے گروہ کے عقائد کے بارے میں

صفائی دیں یا اسکی طرفداری کریں ، ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کسی کی ستائشے و تعریف اور دوسرے کی مذمت و بد گوئی کریں ۔

پھر ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کوئی فقہی بحث چھیڑ کے حکم قتل اسلامی اسلامی فقہ کے اعتبار سے تحلیل و تجزیہ کریں ، یہاں تک کہ ہمارا مقصد تاریخ نویسی بھی نہیں ہے کہ ہمیں اس بات کی ضرورت ہو کہ تمام تاریخی حوادث کو تفصیل سے نقل کریں ۔

بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ بعض تاریخی حوادث کو مدارك اصلی و اولین کو معتبر کتب تاریخ سے نقل کر کے قارئین کرام کے حوالے کر دیں تاکہ ان کا مطالعہ کر کے عائشہ کی شخصیت اور واقعی قیافہ پہچان سکیں ، ان کے افکار و عقائد اور روحانی علامتوں کو سمجھ سکیں ، نتیجے میں ائندہ زیر بحث آنے والی انکی روایات و احادیث کی قدر و قیمت اور اعتبار واضح ہو سکے گا ، اس طرح انکی احادیث کے تحقیق و تجزیے کی راہ ہموار ہوگی ۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ان حوادث کو نظر انداز کیا ہے جو ہماری بحث و تحقیق سے ربط نہیں رکھتے تھے ، صرف انہیں وقائع و حوادث تاریخی کو نقل کیا ہے جو میرے مقصد سے مربوط ہیں ، کیونکہ اس قسم کی واقعات نقل کرنے سے عائشہ کی عجیب اور پیچدار شخصیت اور انکا سیاسی و فکری تدبیر نمایاں ہوتا ہے ، کہ وہ لوگوں کے افکار اپنی طرف مائل کرنے کی کسقدر مہارت رکھتی تھیں ، کس طرح دو خلفاء کے پائے حکومت کو متزلزل کر ڈالا ، ان میں سے ایک (عثمان) کو قتل کرنے کا فتویٰ صادر کیا اور اپنا فتویٰ موثر بنانے کی راہ ہموار کی ، کیونکہ اگر انہوں نے فتویٰ نہیں دیا ہوتا تو عثمان قتل نہ ہوتے ، خلیفہ کا خون بہانے اور مرتبہء خلافت کی ہتک و حرمت برباد کرنے کی

جراثت نہ ہوتی _

پھر یہ کہ انہوں نے کس طرح اپنی سیاسی سوجھ بوجھ سے عثمان کے قتل ہونے کے بعد تیزی کے ساتھ ، بڑی اسانی سے ، ان سے اپنی سابقہ دشمنی و عداوت کے لباس کو بدل کر ، ان کے خون کا بدلہ لینے اور طرفداری کرنے کا مظاہرہ کیا _ جی ہاں _ عائشہ ایسی ہی زیرک اور ماہر تھیں کہ انہوں نے واقعی قاتل سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور اپنے کو

۵

ان کا طرفدار، اور قصاص لینے والا ، متعارف کرایا انتہائی تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے عثمان کے قاتلوں اور دشمنوں کو ان کے دوستوں اور فرزندوں کے ساتھ ایک ہی لشکر میں ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا ، اس طرح عثمان کی خونخواہی کا لشکر ترتیب دیدیا _

واقعی وہ بڑی مہارت رکھتی تھیں ، کہ حضرت علی (ع) قتل عثمان میں ذرہ برابر بھی شریک نہیں تھے ، انہیں پر قتل کا الزام تھوپ دیا اور انہیں کو قاتل کی حیثیت سے متعارف کرایا ، انکی وہ سابقہ عظمت و بزرگی جو انہیں اسلامی معاشرے میں حاصل تھی ، انہیں یکسر حرف غلط بنا کر عوام کو ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا _

جی ہاں ، یہ بے نظیر سیاسی صلاحیت اور عجیب و غریب توانائی عائشہ ہی سے مخصوص ہے ، جنکا نام تاریخ میں مشہور ہ ہو گیا ، اور ہر جستہ شخصیت تاریخی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے _

افسوس کی بات یہ ہے کہ آج تک عائشہ کے بارے میں ان کے کردار کا صحیح طریقے سے تحلیل و تجزیہ

نہیں کیا گیا ہے ، نہ انکا واقعی قیافہ نمایاں کیا گیا ہے ، اس بارے میں بہت سے حقائق سے پردہ نہیں اٹھا یا جا سکا ۔

اب میں خدا ئے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہماری اس راہ میں مدد فرمائے ، کہ میں اس تاریک گوشے کو واضح کر سکوں ، ان حقائق سے پردہ اٹھا سکوں ، عائشہ کی شخصیت جیسی کہ ہے ، اسکی نشاندہی کرسکوں ، تاکہ اس طرح انکی احادیث کی قدر و قیمت اور حدود و اعتبار معلوم ہوسکے۔

سید مرتضیٰ عسکری

۶

بیعت کے بعد

حساس ترین فراز

جس وقت عثمان قتل کر دئے گئے ، اور مسلمانوں کے تمام معاشرتی و سیاسی امور ان کے ہاتھوں میں واپس آگئے ، خلیفہ کی بیعت ہونے کی وجہ سے انکی گردنیں محدود اور دوسرا منتخب کرنے کی راہ مسدود تھی ، جب وہ اس سے رہائی پاگئے تو سب نے باہم حضرت علی (ع) کی طرف رخ کیا اپ کے گرد ہجوم کرلیا کہ اپ کی بیعت کر کے اپکو خلیفہ منتخب کر لیں ۔

طبری نے اس واقعے کو یوں لکھا ہے کہ :

رسول خدا (ص) کے اصحاب حضرت علی (ع) کے سامنے آکر عرض کرنے لگے کہ یا علی مسلمانوں کے خلیفہ عثمان قتل کر دئے گئے ، اور آج بھی تمام مسلمان ایک امام اور سرپرست کیلئے مجبور و ناچار ہیں ، اور انکی سرپرستی کے لئے اپ سے زیادہ موزوں اور لائق تر ہم کسی کو نہیں جانتے ، کیونکہ اسلام میں

اپ کی سابقہ زندگی سب سے زیادہ مفید اور رسول
خدا (ص) سے قرابت بھی سب سے زیادہ ہے۔

امیرالمومنین نے انہیں جواب دیا :

نہیں ، تم لوگ ہمیں یہ پیشکش بر گز نہ کرو ،
خلافت میرے گلے مت منڈھو ، کیونکہ میرے لئے خلیفہ
کا مشیر اور وزیر ، ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں
کرسی خلافت پر ٹیک لگائوں۔

اصحاب نے کہا : نہیں ، خدا کی قسم ، ہم آپ سے
دستبردار نہیں ہونگے جب تک آپ ہماری قبول نہ کر لیں۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا: اب جبکہ میرے لئے
تمہاری بیعت قبول کر لینے کے سوا چارہ نہیں ، تو ہونا
یہ چاہئے کہ مراسم بیعت مسجد میں تمام مسلمانوں
کی رضا و رغبت سے ظاہر بظاہر ہو۔

اس کے بعد طبری نقل کرتا ہے :

تمام مسلمانوں نے ، جن میں طلحہ و زبیر بھی تھے
، حضرت علی کے اس ہجوم کی شکل میں آئے اور یوں
کہا :

۷

یا علی ہم آپ کے پاس اسلئے آئے ہیں کہ آپ کی
بیعت کریں ، اور آپ کو خلافت و امامت کے لئے چن لیں

—

امیرالمومنین نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا :

مجھ سے باز آؤ ، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ،
کیونکہ مجھے خلافت و حکومت کی ضرورت نہیں ہے ،
میں بھی تمہاری ہی طرح ایک مسلمان ہوں ، جسے

بھی اس عہدے کیلئے مناسب دیکھو اسکے ہاتھ پر بیعت کر لو ، خدا کی قسم میں بھی اس پر راضی ہو جائوں گا ، اور تمہارے اس اقدام پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کروں گا ۔

لیکن وہ حضرت علی (ع) کے ارشاد پر راضی نہ ہوئے ، انہوں نے بڑی سختی کے ساتھ زور دیتے ہوئے کہا :
یا علی ، خدا کی قسم ، ہم آپ کے سوا کسی کو بھی مسلمانوں کی رہبری و پیشوائی کے لئے منتخب نہ کریں گے ۔

اس کے بعد طبری لکھتا ہے :

عثمان کے قتل ہونے کے بعد عوام جتھ بنا کر اجتماعی شکل میں کئی مرتبہ حضرت علی کے پاس آئے ، اور ان سے تقاضہ کیا کہ مرتبہ خلافت کو قبول کر کے مسلمانوں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں ، لیکن امیر المومنین نے ان لوگوں کے تقاضوں کا اثبات میں جواب نہیں دیا ، انکی خواہش پوری نہیں کی ، مسلمانوں نے آخری بار ان کے پاس اکر کہا کہ ، یا علی ، اگر خلیفہ کے انتخاب و تعین کا معاملہ اس سے زیادہ طول پکڑے گا تو مسلمانوں کے انتظامی معاملات چوٹ ہو جائیں گے ، اس صورتحال میں آپ جیسے لائق سرپرست کیلئے لازم ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے امور کی اصلاح فرمائیں ، انکی اجتماعییت کی طوفان زدہ کشتی کو نجات و رہبری کے ساحل پر لگائیں ، اب یہاں پر حضرت علی نے لوگوں کو مثبت اور کارگر جواب دیا آپ نے فرمایا :

تم لوگوں نے حد سے زیادہ میرے اوپر دبائو ڈالا ، حد سے زیادہ اصرار کیا ، میرے سوا کسی کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو ، تو اب میری بھی ایک پیشکش ہے ، اگر تم لوگوں نے اسے قبول کیا تو میں بھی تم لوگوں کی

بیعت قبول کرنے پر آمادہ ہوں ، ورنہ کبھی تم لوگوں کی بیعت قبول نہ کروں گا ، نہ خلافت کا سنگین بوجھ کاندھے پر لونگا ۔

انہوں نے کہا: یا علی ، اپ جو فرمائیں ہمیں جان و دل سے قبول ہے ، پھر سارے عوام مسجد کی طرف چلے ، وہاں مجمع ہوا ، حضرت علی بھی مسجد میں تشریف لائے ، منبر پر جا کر اسطرح گفتگو شروع کی ۔

اے لوگو میں نہیں چاہتا کہ کرسی خلافت پر بیٹھوں اور تم پر حکومت کروں ، لیکن آخر کیا کروں ؟ تم لوگ مجھے

۸

نہیں چھوڑتے میرے کاندھے پر یہ سنگین بوجھ ڈالنا ہی چاہتے ہو ۔

میں پہلے سے تم لوگوں کے سامنے یہ خاص بات رکھ دینا چاہتا ہوں اور تم سے اس پر عہد لینا چاہتا ہوں کہ میری خلافت کے دوران یہ دو باتیں سختی سے عملی جامہ پہن لینگی کہ :

۱۔ طبقاتی امتیازات ختم ہو جائیں گے ۔

۲۔ تمام مسلمانوں کے درمیان مساوات کا سختی سے نفاذ ہو گا ، ہاں ، میری خلافت کے زمانے میں اس قانون کو عام ہونا چاہیے ، یہاں تک کہ میں بھی ، جو تمہارا حاکم ہوں ، تمہارا بیت المال اور دولت کے تمام اختیارات میرے قبضے میں ہیں ، میں بھی حق نہیں رکھتا کہ دوسرے لوگوں کے حقوق سے ایک درہم زیادہ لے لوں ، پھر امام نے مزید فرمایا ، اپنی حرص و طمع کے دانت کند کرلو ، کسی قسم کے معاشرتی امتیاز کی

توقع نہ رکھو ، مجھ سے اضافی حقوق نہیں لے سکو گے ، کیا تم لوگ ان متذکرہ شرائط پر میری خلافت سے راضی ہو ؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا ، ہاں ، یا علی

اس وقت امیر المومنین نے دعا کی ، خدایا تو اس عہد پر گواہ رہنا ، اسکے بعد مسلمانوں کے ہاتھ بیعت کیلئے بڑھنے لگے اور مراسم بیعت شروع ہوئے (۱)

بلاذری کہتا ہے: گروہ در گروہ مسلمان تیزی اور کامل اشتیاق کے ساتھ حضرت علی (ع) کی طرف بڑھنے لگے ، وہ یہ بھی نعرے لگا رہے تھے ، ہمارے علی امیر المومنین ہیں ہمارے علی امیر المومنین ہیں ، ہمارے علی امیر المومنین ہیں ۔

یہ نعرے لگاتے ہوئے علی (ع) کے گھر میں داخل ہوئے اور کہا :

یا علی ، اپ خود بہتر جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے حاکم ہونا ضروری ہے ، ہم نے بھی آپ کو اپنا پیشوا ، امام بنایا ہے اب ہم ائے ہیں تاکہ آپ کی بیعت کریں اور اسلامی خلافت کے معاملات و حالات آپ کے حوالے کریں ۔

حضرت علی (ع) نے ان کے جواب میں فرمایا :

خلیفہ اور امام کا انتخاب صرف تمہارے اجتماع سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا ، بلکہ ان لوگوں کو بھی شریک ہونا چاہیئے

۱۔ طبری ج ۵ ص ۱۵۲ ، کنز العمال ج ۳ ص ۱۶۱ ، ترجمہ فتوح ابن اعثم ج ۲ ص ۲۴۲

اسلامی کا شرف حاصل ہے ، انہیں کی رائے اور مشورے سے خلیفہ متعین ہوتا ہے ۔

جس وقت حضرت علی (ع) کی بات بدری صبحا بہ کے کانوں میں پڑی وہ تمام لوگ بھی اپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ۔

یا علی ہم نے اپ کو منتخب کیا ، ہاں ، اپ ہی کو ۔

کیونکہ اپ کے ہوتے کسی کے لئے خلافت سزا وار نہیں ، اور اس جگہ کے لئے اپ سے زیادہ بہتر اور موزوں دوسرا کوئی شخص نہیں ۔

حضرت علی (ع) نے جب انکی بات سنی اور انکی رائے حاصل کر لی تو منبر پر تشریف لے گئے ، اور لوگوں کو خبر دار کیا کہ میں نے خلافت قبول کر لی ہے ، مسلمانوں کے ہاتھ حضرت علی (ع) کی طرف بڑھنے لگے اور مراسم بیعت کا آغاز ہو گیا ، طلحہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت علی (ع) کی بیعت کی ، اتفاق سے ان کا ہاتھ شل تھا ، کہتے ہیں کہ اس عیب پر حضرت علی (ع) نے بدشگونی سمجھی اور فرمایا ، دیر نہیں گذرے گی کہ یہ اپنا عہد توڑ ڈالے گا (۱)

لیکن طبری نقل کرتا ہے کہ ، جس وقت طلحہ نے حضرت علی (ع) کی بیعت کی حبیب بن ذویب نے دیکھ کر کہا ، یہ بیعت پوری نہ ہو گی کیونکہ پہلا ہاتھ جو بیعت کیلئے بڑھا ہے ناقص اور معیوب ہے (۲) لیکن جو بھی صورت ہو ، مدینے والے اس بیعت کو طلحہ کے مشلول ہاتھ کی وجہ سے بدشگونی سمجھ رہے ہوں لیکن عائشہ نے اس کو نیک شگونی خیال کیا ، اور خوشحال ہو کر کہا کہ اب مدینے والے طلحہ کے اس ناقص ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں کو خلیفہ منتخب کریں ۔

جب فرمان قتل ، انتقام میں بدل گیا

خلافت عثمان کے آخری ایام میں عائشہ حالات
خلافت سے سخت کبیدہ خاطر ہو گئی تھیں ، کیونکہ
دو خلافتوں کے زمانے میں وہ جن حالات سے بہرہ مند
تھیں ، ان سے قطعی محروم ہو چکی تھیں ، یہی وجہ
تھی کہ عائشہ نے مخالفت عثمان کا پرچم بلند کیا تھا
، اس مہم میں جٹ گئیں ، شہروں شہروں خطوط لکھے
تاکہ عثمان کے روش سے مسلمانوں میں جو برہمی

۱_ انساب الاشراف ج ۱ ص ۷۰ ، حاکم ج ۳ ص ۱۱۴
۲_ طبری ج ۱ ص ۱۵۳

۱۰

بے وہ شورش اور انقلاب کا روپ دھار لے جب آتش فتنہ
مشتعل اور اپنے کو کامیاب دیکھا تو مگہ کی راہ لی
وہیں سکونت پذیر ہو گئیں اور ہر لمحہ قتل عثمان اور
بیعت طلحہ کا انتظار کرنے لگیں۔

اس سلسلے میں طبری لکھتا ہے :

ایک دن اخضر نام کا شخص مدینے سے مگہ گیا ،
عائشہ نے اسے دیکھ کر پوچھا مدینے کا کیا حال ہے ؟
اخضر نے جواب دیا ، عثمان نے مصر والوں کو قتل کر
ڈالا

عائشہ چلائیں ، اناللہ وانا الیہ راجعون ، واقعی اب
عثمان نے اپنی سرکشی اس حد کو پہنچا دی ہے کہ
جو لوگ ، اپنے حق کے لئے ظلم کے خلاف کھڑے ہوئے
ہیں انہیں قتل کر ڈالتا ہے ؟ خدا کی قسم میں اس ظلم
و زیادتی پر کبھی راضی نہیں ہو سکی ؟

اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا ، عائشہ نے اس
سے بھی پوچھا تم نے مدینے کے کیا حالات دیکھے ؟

اس نے جواب دیا ، مصر والوں نے عثمان کو قتل کر ڈالا ، عائشہ نے کہا ، کتنی حیرت کی بات ہے کہ اخضر نے قاتل کو مقتول سمجھ لیا تھا ، اسی تاریخ سے عربی زبان میں یہ کہا وت بنگئی کہ فلاں شخص تو اخضر سے بھی زیادہ جھوٹا ہے ۔

بلا ذری لکھتا ہے :

جس وقت قتل عثمان کی خبر مکے میں عائشہ کو ملی تو حکم دیا کہ مسجدالحرام میں ضمیہ لگا یا جائے ، انہوں نے خیمے میں جا کر یہ خطبہ دیا ۔

اے لوگو ، سمجھ لو کہ میں عثمان کی روش کی وجہ سے پیش گوئی کرتی ہوں کہ وہ ایک دن اپنی قوم اور مسلمانوں کے ہاتھوں بد بختی کا شکار ہو گا ، جس طرح ابو سفیان جنگ بدر میں اپنی قوم کے ہاتھوں بد بختی کا شکار ہوا (۱)۔

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت عثمان کی خبر مکے میں عائشہ کو ملی تو کہا ، عثمان رجعت خدا سے دور ہو ، وہ اپنے کالے کرتوتوں کی وجہ سے تباہی گھاٹ لگا ، کیونکہ خدا تو کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا ۔ کبھی کہتیں ، خدایا اسے اپنی رحمت سے دور کر دے اسکے گناہوں کی وجہ سے ورطئہ ہلاکت میں جھونک

۱_ انساب ج ۵ ص ۹۱ ، کنز العمال ج ۳ ص ۱۶۱

دے ، اس طرح وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا ، اے لوگو ، قتل عثمان کی وجہ سے تم برگز غمگین نہ ہو ، قوم ثمود کا احمر جس نے ناقہء صالح پئے کیا تھا اور قوم

ثمود کو بلاکت میں ڈالا تھا ، عثمان بھی اسی طرح
تمہارے درمیان باعث فساد و اختلاف نہ بن جائے

اگر عثمان قتل ہو گیا تو یہ لو ، یہ طلحہ موجود ہے ، یہ
تمام لوگوں میں سب سے لائق اور بہتر شخص ہے ،
اسی کی بیعت کرلو اور اختلاف و تفرقہ سے بچو۔

عائشہ ان باتوں کے بعد جس قدر جلد ممکن ہوا تیزی
سے مدینے کی طرف چلیں ، راستے بھر مدینے کے
اوضاع و حالات کا پتہ لگاتی رہیں ، لیکن طلحہ کے
خلیفہ ہونے میں ان کو ذرا بھی شک و شبہ نہ تھا (۱)

عائشہ نے مدینے کی راہ تیزی سے طئے کی وہ
اس فکر میں غلطاں تھیں ، وہ بدبداتی رہیں۔

(عثمان وہی یہودی شخص ، عثمان اپنی عیاریوں اور
حماعتوں کا مجموعہ ، رحمت خدا سے دور ہو عثمان کو
الگ کرو۔ مجھ سے طلحہ کی بات کرو ، وہی جو میدان
جنگ کا شیر ہے ، میرے چچیرے بھائی طلحہ کی بات
مجھ سے کرو ، اے طلحہ کیا کہنا تمہارے باپ کا جس
نے تمہارے جیسا فرزند پیدا کیا لوگوں نے بڑا اچھا
انتخاب کیا ہے ، انہوں نے صرف طلحہ کو خلافت کیلئے
مناسب سمجھا ، اسی کو خلافت کے لئے منتخب کیا ،
ہاں صرف وہی اسکے لائق بھی ہے ، گو یا دور سے
میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ لوگ بڑھکر اسکی بیعت
کر رہے ہیں ، میری سواری تیز ہنکائو ، تیز ہانکو تاکہ
میں اسکے پاس پہنچ جاؤں)

عائشہ اسی غوطے میں تھیں ، مدینے کی راہ طئے
کر رہی تھیں کہ اثنائے راہ عبید بن ام کلاب (۲) کا سامنا
ہوا ، وہ مدینے سے اربا تھا ، اس سے پوچھا ، اے عبید
مدینے کی کیا خبر ہے ؟

عبید نے جواب دیا ، لوگوں نے عثمان کو قتل کر ڈالا ،

اور اٹھ دن بغیر سر پرست رہے ۔

عائشہ نے جھٹ سے پوچھا ، اسکے بعد کیا ہوا ؟

۱۔ کیونکہ طلحہ خلیفہ اول کے چچیرے بھائی تھے ، اس خاندان کے ہونے کی وجہ سے خلافت سے قربت حاصل تھی ، لیکن عائشہ نے رسول (ص) کے چچیرے بھائی کے بارے میں یہ رائے ظاہر نہیں کی
۲۔ عبید قبیلہ لیث کی فرد تھا ، اسکا عائشہ سے مکالمہ اکثر مورخوں نے لکھا ہے ، جیسے طبری ج ۵ ص ۱۷۲ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۸۰ ، طبقات بن سعد ج ۴ ص ۸۸ ، کنز العمال ج ۳ ص ۱۶

۱۲

عبید نے کہا خدا کا شکر کہ بخیر و خوبی کام انجام پا گیا ، مسلمانوں نے پوری دل جمعی اور ایک دل و زبان ہو کر علی بن ابی طالب کی بیعت کر لی ، انہیں کو امام منتخب کر لیا ۔

عائشہ نے کہا ، خدا کی قسم ، اگر خلافت کا معاملہ علی کے حق میں تمام ہوا ہے تو اسمان پھٹ پڑے ، اے عبید تجھ پر افسوس ہے ، ذرا غور تو کر ، تو کیا کہہ رہا ہے ؟

عبید نے کہا : اے عائشہ ، اطمینان رکھیئے ، واقعہ ایسا ہی ہے ، جیسا میں نے بیان کیا ۔

عبید کی بات سنتے ہی عائشہ نے صدائے فریاد بلند کی ، وہ زور زور سے چلانے لگیں ، ہائے واویلا کرنے لگیں عبید نے کہا ، اے عائشہ تم علی کی بیعت سے نالاں اور خفا کیوں ہو ، خلافت علی سے خوش کیوں نہیں ہو ، علی تو خلافت کیلئے سب سے زیادہ سزاوار اور لائق ہیں ، علی ہی میں جن کے فضائل و مناقب کا کوئی پا سنگ نہیں

ابھی عبید کی بات یہیں تک تھی کہ عائشہ نے چلا کر کہا ، مجھے واپس لے چلو ، جتنی جلدی ہو سکے مجھے واپس لے چلو ، اسطرح وہ مکہ واپس

چلی گئیں ، لیکن اپنا پہلا نعرہ جن میں قتل عثمان کا فرمان صادر کیا تھا ، اب بدل دیا تھا ، اب وہ کہہ رہی تھیں ، خدا کی قسم عثمان بے گناہ اور مظلوم قتل کئے گئے ہیں ، مجھے ان کے انتقام کیلئے اٹھنا چاہیئے ، قیام کرنا چاہیئے۔

عبید نے کہا: اے عائشہ ، مجھے سخت حیرت ہے کہ اب کل تک عثمان کے کفر کا فتویٰ صادر کرتی تھیں ، قتل کا حکم دیتی تھیں ، اسکا نام بڈھا یہودی رکھ چھوڑا تھا ، کتنی جلدی اب اپنی بات سے پلٹ گئیں کہ اج عثمان کو مظلوم اور بے گناہ کی حیثیت سے متعارف کرارہی ہیں ؟

عائشہ نے کہا ، ہاں عثمان ایسے ہی تھے ، لیکن انہوں نے خود توبہ کر لی تھی ، یہ عوام تھے جنہوں نے ان کی توبہ پر توجہ نہ کی انہیں بے گناہ قتل کر دیا ، جانے دو ابھی بھی ان باتوں کو ، تمہیں میری گذشتہ باتوں سے کیا سروکار؟ جو کچھ میں اج کہہ رہی ہوں اسے مانو ، اج کی میری بات کل سے بہتر ہے۔

عبید نے عائشہ کی بات پر یہ چند اشعار کہے :

فمنك البداء و منك الغير
ومنك الرياح و منك المطر
وانت امرت بقتل الامام
و قلت لنا انه قد كفر

۱۳

فہینا اطعنك فی قتلہ
و قاتلہ عند نامن امر
ولم یفسط السقف من فوقنا
ولم تنکسف شمسنا والقمر
وقد بايع الناس تد راء
بذیل الشباو یقیم الصعر
ویلبس للحرب اثوابها
ومامن وفی مثل من قد غد ر

اے عائشہ ، ان تمام اختلافات و انقلابات کا سرچشمہ تمہیں ہو ، تمام لرزہ خیز طوفانوں اور فتنوں کو تمہیں نے پیدا کیا _ تمہیں نے قتل عثمان کا فرمان صادر کیا ، تمہیں نے کہا کہ وہ کافر ہو گیا ہے ، اگرچہ ہم نے تمہارے حکم سے عثمان کو قتل کیا لیکن دراصل عثمان کی قاتل تم ہو ، کہ تم نے قتل کا حکم دیا _

اے عائشہ ، نہ تو اسمان پھٹ پڑا نہ چاند سورج گہنائے بلکہ لوگوں نے ایک عظیم انسان کی بیعت کر لی ، وہ بہادر مرد جو جنگی لباس زیب تن کرتا ہے ، اور سرکش اور خود پسند لوگوں کی گردن اینٹھتا ہے ، کیا وہ شخص کہ جو وفادار ہو ، وہ اس کے مانند ہو سکتا ہے جو غدار ہو ؟

اسکے بعد عائشہ مکہ واپس چلی گئیں اور مسجدالحرام میں اپنا اونٹ بیٹھایا اور اپنے کو چھپا کر حجرالاسود کی طرف بڑھیں ، اسی ہنگام لوگوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیرے میں لے لیا _ جب عائشہ نے اپنے گرد بڑا مجمع دیکھا تو انہیں مخاطب کر کے کہا :

اے لوگو مظلوم عثمان کو قتل کر دیا گیا ، مجھے بھی انکی مظلومیت پر رونا چاہیئے ، خدا کی قسم ، ان کے خون کا انتقام ضرور لوں گی _

کبھی کہتی تھیں :

اے قبیلہ قریش علی نے عثمان کو قتل کرادیا ، عثمان وہ تھے جنکی ایک رات علی کی تمام زندگی سے بہتر تھی ابو مخنف نے بھی اس روایت کو نقل کر کے کہا ہے :

جب عائشہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے علی کی

بیعت کر لی تو صدائے فریاد بلند کی ، ناس جائے ان لوگوں کا خلافت کو قبیلئہ تیم (۱) میں واپس نہیں کر رہے ہیں ؟ (۲)۔

۱۔ تیم عائشہ اور ان کے خاندانی ادمی طلحہ کا قبیلہ
۲۔ شرح نہج البلاغہ

۱۴

بیعت توڑنے والے

عام طور سے تمام مسلمانوں نے جان و دل سے حضرت علی (ع) کو خلافت کے لئے چن لیا ، ان کی بیعت بھی کر لی ، سوائے چند نفر کے ، جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں ، جیسے عبداللہ بن عمر ، محمد بن مسلم ، اسامہ بن زید ، حسان بن ثابت اور سعد بن ابی وقاص ۔

حضرت علی (ع) کے دوستوں میں سے دو افراد عمار یاسر اور مالک اشتر نے ان سے اس بارے میں گفتگو کی ۔

عمار نے کہا : اے امیرالمومنین ، عام مسلمانوں نے تو اپنی بیعت کر لی سوائے ان لوگوں کے جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں ، اپ خود انہیں بیعت کرنے کیلئے بلائے شاید آپ کی بات مان لیں ، اور صحابہ کی روش اور مہاجر و انصار کے رویے سے روگردانی نہ کریں ، مسلمانوں کے اجتماع سے الگ نہ ہوں ۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا : اے عمار جو شخص میری پھیلی ہوئی اغوش میں نہ اے اور دل و جان سے میری بیعت نہ کرے مجھے اسکی ضرورت بھی نہیں ۔

مالک اشتر نے عرض کی ، یا امیر المومنین ، ان میں سے بعض سر پھرے اگر چہ سبقت اسلامی بھی

رکھتے ہیں ، لیکن صرف سابق الاسلام ہونا بیعت سے روگردانی کو جائز نہیں بنا سکتا ، خلیفہ معین کرنا تو انتہائی حساس موضوع ہے ، بڑا اہم ہے ، اسکی مخالفت اجتماعیت سے انحراف ہے ، انہیں بھی دوسروں کی طرح بیعت کرنی چاہیئے اور مسلمانوں میں تفرقہ و اختلاف نہیں پیدا کرنا چاہیئے ۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا : اے اشتر ، میں ان لوگوں کے خیالات کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں ، اگر انہیں کے حال پر چھوڑ دوں تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ بیعت کے لئے مجبور کروں ، انہیں منحرفین میں سعد بن ابی وقاص بھی تھا ، اس نے حضرت علی کی خدمت میں اکر کہا :

یا علی ، خدا کی قسم مجھے اس بارے میں ذرا بھی شك و شبہ نہیں کہ آپ مرتبہ خلافت کے سب سے زیادہ لائق اور موزوں ہیں ، لیکن کیا کروں ، مجھے بھر پور یقین ہے کہ دیر نہیں گذرے گی کہ کچھ لوگ اسی خلافت کے لئے جسے آپ کے حوالے کیا ہے آپ سے شدید نزاع و اختلاف کریں گے ، بات خونریزی تک پہنچے گی ۔

میں آپ کی اس شرط پر بیعت کر سکتا ہوں کہ زبان کی تلوار آپ میرے اختیار میں دیدیں تاکہ جو بھی قتل کا

۱۵

سزاوار ہو مجھے متعارف کرا دے ۔

امیرالمومنین (ع) نے اسکے جواب میں فرمایا: اے

سعد

مسلمانوں نے میرے باتوں پر اس شرط سے بیعت

کی ہے کہ میں کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق عمل کروں ، کیا میں نے ان دونوں کی مخالفت کی ہے کہ تم میری مخالفت کر رہے ہو ؟

تم بھی آزاد و مختار ہو کہ اسی شرط کے مطابق میری بیعت نہ کرو اور اجتماعیت سے الگ رہو (۱) ان متذکرہ افراد کے علاوہ کچھ بنی امیہ کے لوگوں نے بھی علی کی بیعت نہیں کی ۔

مشہور مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ ان چند منحرفین میں سے کچھ کے نام یہ ہیں ۔

مروان بن حکم ، سعید بن عاص ، ولید بن عقبہ یہ لوگ بھی حضرت علی (ع) کی خدمت میں آئے ، ان میں تیز طرار ولید تھا اس نے حضرت علی سے عرض کیا ۔

یا علی ، آپ نے ہم سب کو اچھی طرح کوٹ ڈالا ، ہماری کمربیں توڑ ڈالیں ، میں ہی ہوں کہ بڑے افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ نے میرے باپ کو جنگ بدر میں قتل کیا ۔

سعید کے باپ کو بھی آپ نے قتل کیا جو قریش کا بااثر تھا ، اسکے قتل سے آپ نے قبیلہ قریش کی کمر توڑی ۔ اور یہ جو مروان ہے ، اسکے باپ کی بھی مذمت کی ، ہمیں اور اسکے باپ کی برائی بیان کر کے ہمارے کلیجے چھلنی کئے ، جس دن عثمان نے اس پر احسان اور صلئہ رحمی کا برتائو کیا ، اسکے حقوق میں اضافہ کیا تو آپ نے اس پر عثمان کی لے دے مچائی ، ان پر سخت نکتہ چینی کی ، ان تمام گروہوں اور خفگیوں کے باوجود ہم آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں ، لیکن شرط یہ ہے کہ جو کچھ ہم لوگوں سے خلافت عثمان کے زمانے میں غلطیاں ہوئی ہیں ، ان کو نظر انداز فرمائیے ، ہم نے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کئے ہیں انہیں بھول جائیے ، ہم نے مسلمانوں کے مال و دولت کو لوٹا ہے

انہیں واپس نہ لیجئے۔ دوسرے یہ کہ قاتلان عثمان کو سزا کے طور پر قتل کیجئے۔

یہ تھا خلاصہ بنی امیہ کے تیز طرار شخص کی بات کا۔

۱۔ ترجمہ فتوح اعثم ص ۱۶۳

۱۶

حضرت علی (ع) ان کی باتیں سن کر غضبناک ہوئے ، آپ کے چہرے پر اثار غضب صاف دیکھے جاسکتے تھے ، آپ نے فرمایا ، تم نے یہ جو کہا کہ میں نے تمہارے باپ اور بزرگوں کو قتل کیا ہے تو انہیں میں نے نہیں قتل کیا ہے ، بلکہ انکی حق سے مخالفت اور دشمنی نے قتل کیا ہے ، شرك و بت پرستی کی طرفداری نے قتل کیا ہے۔

تم نے جو مجھے پیشکش کی ہے کہ ہم نے بیت المال سے بہت بڑی دولت لے لی ہے ، بے حساب مال لوٹا ہے ، تم سے نہیں لوں تو سن لو کہ اس بارے میں بھی ہمارا عدالت و انصاف ہی کا ر فرما ہوگا ، عدالت کا جو بھی تقاضہ ہو گا میں اسی کے مطابق برتائو کروں گا ، تم نے دوسری پیشکش کی ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو قتل کروں اگر میں آج انہیں قتل کردوں تو ایک بہت بڑی داخلی جنگ مسلمانوں کے درمیان چھڑ جائے گی۔

امیر المومنین نے مزید فرمایا: یہ بہانہ ختم کرو ، جو کہتا ہوں اس پر کان دھر و ، یہی تمہارے حق میں مفید ہے ، میں تمہیں کتاب خدا اور سنت رسول کی طرف بلا رہا ہوں ، حق کو قبول کرو اور باطل سے دور بوجائو ، کیونکہ اگر کسی کی زندگی سایہ حق و عدالت میں

اسکے لئے تلخ ہو اور باطل کے سائے میں تو اور بھی تلخ ہوگی ، یہی ہے میری آخری بات ، دل چاہے مانو ، اور دل چاہے تو اپنے خیالات کی پیروی کرو ، جہاں جی چاہے چلے جاؤ ۔

مروان نے کہا :

ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں ، آپ کے ساتھ ہیں تاکہ اسکے بعد کیا گذرتی ہے (۱)

طلحہ و زبیر نے بیعت توڑی

طلحہ اور زبیر کافی عرصے تک ایک افت اور دنیائے اسلام پر حکومت کرنے کی ارزو دل میں رکھتے تھے لیکن سب کا خیال علی کی طرف تھا اور لوگ صرف انہیں کو اس مرتبے کے لائق سمجھتے تھے انہیں کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ یہ دونوں خلافت کی ارزو سے منہ موڑ کر حضرت علی کی بیعت کرنے پر آمادہ ہوئے ، آپ کی بیعت کرنے میں بظاہر سب پر سبقت کی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ بیعت کر کے خلیفہ کی توجہ اپنی طرف مائل کر لیں

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۵ ، مسعودی فصل بیعت علی ترجمہ فتوح بن اعثم ص ۱۹۲ - ۱۹۴

تاکہ اسی راستے حساس عہدے ان کے ہاتھ اسکیں اور حکومت میں زیادہ سے زیادہ حصہ بٹور سکیں لیکن جب خلاف توقع حضرت علی نے ان لوگوں کو بھی سارے مسلمان افراد کی طرح یکساں اور برابر قرار دیا ، ان کے لئے ذرہ برابر بھی امتیاز نہیں برتا تو ان کی ساری امید وں پر پانی پھر گیا اور ان کا تیر نشانہ پر نہیں لگ سکا ۔

طلحہ اور زبیر کی بے جا توقع کو یعقوبی نے اس

طرح لکھا ہے :

طلحہ و زبیر حضرت علی (ع) کی خدمت میں اکر بولے ، یا علی ہم لوگ رسول (ص) خدا کے بعد ہر عہد ے اور مرتبے سے محروم رکھے گئے ، ہمیں کوئی حصہ نہیں دیا گیا ، اب جبکہ خلافت آپ کے اختیار میں آئی ہے تو ہمیں امید ہے کہ ہم دونوں کو بھی خلافت کے معاملات میں شریک و سہم قرار دینگے اور کوئی حکومت کا حساس عہدہ ہمارے اختیار میں دیدینگے ۔

حضرت علی (ع) نے انہیں جواب دیا کہ تم اس پیش کش سے باز آؤ ، کیونکہ اس سے بالاتر مرتبہ کیا چاہتے ہو کہ میری حکومت و توانائی کو سختیوں اور مصائب میں میرا سہارا ہو اس حکومت کے استحکام تمہارے رویے میں منحصر ہے کیا اس سے بھی بالا تر اور بہتر مرتبہ کسی اور مسلمان کیلئے ممکن ہے؟ (۱)

مورخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے یمن کی حکومت طلحہ کو دی اور ہمامہ اور بحرین کی حکومت پر زبیر کو مامور کیا ، جس وقت آپ نے حکومت کا منشور اور عہد نامہ انہیں دینا چاہا تو ان دونوں نے کہا :

اے امیر المومنین آپ نے ہمارے ساتھ صلہ رحم فرمایا اور رشتہ داری کا حق ادا کر دیا ۔ حضرت علی (ع) نے فوراً وہ عہد نامہ ان سے لے لیا اور فرمایا کہ میں برگز صلہ رحم کے طور پر یا رشتہ داری کا حق ادا کرنے کیلئے مسلمانوں کے اختیارات کسی کو نہیں دیتا ہوں

۔

طلحہ و زبیر حضرت علی (ع) کے اس سلوک سے غصہ ہو گئے ، انہوں نے کہا یا علی دوسروں کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں ہمیں ذلیل کرتے ہیں ۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا: کہ تم لوگ ریاست و حکومت کیلئے حد سے زیادہ والہانہ پن کا مظاہرہ کر رہے ہو ، میرے خیال میں حریص اور ریاست طلب افراد اس کام کیلئے برگز موزوں نہیں ہیں کہ مسلمانوں پر حکومت کریں اور

۱۔ یعقوبی فصل بیعت علی ص ۱۲۶

۱۸

ان کے اختیارات حوالے کیلئے جائیں (۱)

طبری اس سلسلے میں یوں لکھتا ہے :

طلحہ و زبیر نے حضرت علی (ع) سے مطالبہ کیا کہ کوفہ اور بصرہ کی حکومت انہیں دیدیں ، حضرت علی (ع) نے انہیں جواب دیا کہ اگر تم دونوں میرے پاس رہو اور خلافت و حکومت کو رونق بخشو تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ دور دراز علاقوں میں جاؤ اور مجھ سے جدا رہو ، کیونکہ میں تم لوگوں کے فراق سے احساس تنہائی اور دکھ محسوس کرونگا (۲)

جیسا کہ کہا گیا حضرت علی نے طلحہ و زبیر کی خواہش کے مطابق عہدہ و منصب ان کے حوالہ نہیں کیا اور معاملہ خلافت میں اپنے ساتھ حصہ دار اور شریک بھی قرار نہیں دیا ، یہ پہلی وجہ تھی کہ طلحہ و زبیر خلافت سے ناراض ہو گئے اور اسی بات نے انہیں حکومت سے رنجیدہ بنایا کہ نتیجہ میں انہوں نے بیعت توڑ دی اور آخری جنگ جمل واقع ہوئی ۔

دوسری وجہ جو طلحہ و زبیر کے بیعت توڑنے کی باعث ہوئی اور انہیں میدان جنگ میں کھینچ لائی ، یہ تھی کہ حضرت علی (ع) بیت المال کو تمام مسلمانوں کے درمیان مساویانہ تقسیم کرتے تھے ، اور کسی

شخص کے بھی خصوصی امتیاز کے قائل نہیں تھے یہاں تک کہ طلحہ و زبیر بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں تھے ، لیکن یہ مساوات کی روح اور عادلانہ رویہ ان دونوں کو بضم نہ بوسکا اور یہ لوگ بات کو برداشت نہ کرسکے ، یہاں تک کہ ان لوگوں نے حضرت علی (ع) پر شدت کے ساتھ اعتراضات کئے اور مساوات کے خلاف ریشہ دوانیوں پر آمادہ کیا ۔

۔ ابن الحدید کہتا ہے کہ حضرت علی (ع) نے بیت المال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا اور ہر شخص کو تین دینار عطا کیا ، زمانہ خلافت عمر اور عثمان کے ہر خلاف حضرت علی (ع) نے تمام عرب و عجم کے مسلمانوں کو برابر و یکساں قرار دیا ۔

۔ طلحہ و زبیر نے حضرت علی (ع) کی اس مساوات پر اعتراض کرتے ہوئے اس عادلانہ بٹوارے کی مخالفت کی ، اور اپنا حصہ نہیں لیا ۔

۔ حضرت علی (ع) نے انہیں اپنے پاس بلایا بلاکر پوچھا اللہ کو حاضر و ناظر جان کر بتائو کہ تم ہی لوگ میرے پاس

۱۔ رسول اللہ نے بھی حریص اور ریاست طلب افراد کو کوئی منصب اور عہدہ حوالہ نہیں کیا ، صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۵۶ ، صحیح مسلم ج ۵ ص ۶
۲۔ طبری ج ۵ ص ۱۵۲ ، تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۲۷ _ ۱۲۸

نہیں آئے تھے اور مجھ سے مطالبہ نہیں کیا تھا کہ خلافت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لیجئے حالانکہ میں اسے قبول کرنے سے انکار کر رہا تھا اور میں نے سخت نا پسندیدگی کا مظاہرہ کیا ۔

_ کیا تم لوگوں نے بغیر زور زبر دستی کے خود اپنے
ہی اختیار سے میری بیعت نہیں کی تھی اور خلافت و
حکومت کے معاملات میرے حوالے نہیں کئے تھے

_ جی ہاں

_ پھر آخر کون سی میرے اندر نا پسندیدہ بات تم نے
دیکھی کہ میرے اوپر اعتراض کر رہے ہو اور میری
مخالفت کر رہے ہو

_ یا علی اپ خود بہتر جانتے ہیں کہ میں تمام
مسلمانوں کے مقابلے میں سابق الاسلام ہوں اور
صاحب فضیلت ہوں ، ہم نے اس امید پر اپ کی بیعت
کی تھی کہ میرے مشورہ کے بغیر معاملات حکومت
کے اہم کام نہیں کیجئے گا لیکن اب ہم یہ دیکھ رہے ہیں
کہ ہمارے مشورہ کے بغیر اہم کام کر رہے ہیں اور بغیر
ہماری اطلاع کے بیت المال مساویانہ تقسیم کر رہے
ہیں

_ اے طلحہ و زبیر ؟ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر
اعتراض کر رہے ہو اور اہم امور و مصالح سے چشم
پوشی کر رہے ہو ، اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو شاید اللہ
تمہاری توبہ قبول کر لے ۔

_ اے طلحہ و زبیر مجھے بتائو تو کہ کیا میں نے جو
تمہارا واجبی حق ہے ، اس سے محروم رکھا ہے ، تم پر
ظلم و ستم روا رکھا ہے ۔

_ معاذ اللہ اپ سے کوئی ظلم نہیں ہوا ہے ۔

_ کیا بیت المال کی یہ دولت میں نے اپنے لئے
مخصوص کر لی ہے ۔

_ کیا دوسروں سے زیادہ حق لے لیا ہے ۔

۔ نہیں ، خدا کی قسم ایسا کام آپ سے نہیں ہوا ہے

۔

۔ کیا کسی مسلمان کے بارے میں تمہیں ایسی بات معلوم ہوئی ہے کہ جو میں نہیں چاہتا ہوں یا اسے نافذ

۲۰

کرنے میں سستی اور کمزوری دکھائی ہے ۔

۔ نہیں خدا کی قسم

۔ پھر تم نے میری حکومت میں کیا بات دیکھی کہ مخالفت کر رہے ہو اور اپنے کو مسلمانوں کے معاشرے سے الگ تھلگ کر رہے ہو ۔

۔ ایک ہی چیز نے ہمیں آپ سے رنجیدہ خاطر کیا ، اور حکومت سے بد ظن بنایا ہے کہ آپ نے خلیفہ ء دوم عمر بن خطاب کی روش کی مخالفت کی ہے ، وہ بیت المال کی تقسیم کے وقت سابق الاسلام افراد اور صاحبان فضیلت لوگوں کا خیال رکھتے تھے ، اور ہر شخص کو اس کے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے حصہ دیتے تھے ۔

لیکن آپ ہیں کہ تمام مسلمانوں کو مساوی قرار دیدیا ہے اور ہمارے امتیاز کو نظر انداز کیا ہے ، حالانکہ یہ مال و دولت ہماری ہی تلواروں سے اور ہماری ہی کوششوں اور جانبازیوں سے حاصل ہوا ہے ، کیسے جائز ہو گا کہ جن لوگوں نے ہماری تلواروں کے خوف سے اسلام قبول کیا وہ ہمارے برابر ہو جائیں ؟

۔ تم نے معاملات خلافت میں مشورے کی بات کہی تو سن لو کہ مجھے خلافت سے ذرا بھی رغبت نہیں تمہیں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور مجھے زبردستی مسند خلافت پر بیٹھا یا میں نے بھی

مسلمانوں کے اختلاف اور بکھراؤ کے ڈر سے اس ذمہ داری کو قبول کیا ، جس وقت ہم یہ ذمہ داری قبول کر رہے تھے تو عہد کیا تھا کہ کتاب خدا (قران) اور سنت رسول ہی پر عمل کرونگا ہر مسئلہ کا حکم انہیں دونوں سے حاصل کرونگا مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے تاکہ تمہارے خیالات سے امور خلافت میں مدد حاصل کروں اسی قران و سنت نے مجھے دوسرے لوگوں کے استناد سے بے نیاز بنا دیا ہے ، ہاں ، اگر کسی دن کوئی اہم معاملہ پیش آئیگا کہ جس کے بارے میں کوئی حکم قران و سنت میں نہ ہو ، اور اپنے مشورے کا محتاج سمجھوں گا، تو تم سے مشورہ کرونگا ، اب رہی بیت المال کے مساویانہ تقسیم کی بات ، تو یہ بھی میری خاص روش نہیں ہے میں پہلا شخص نہیں ہوں کہ یہ رویہ اپنایا ہو ، میں اور تم رسول خدا کے زمانے میں تھے ہم نے ان کا رویہ دیکھا کہ ہمیشہ بیت المال کو مساویانہ تقسیم کرتے تھے اور کسی شخص کے لئے ذرہ برابر امتیاز کے قائل نہیں تھے ۔

اس کے علاوہ اس مسئلہ کا حکم قران میں بھی آیا ہے کہ ہم مساوات اور برابر کا برتاؤ کریں اور مہمل امتیازات کو ٹھکرا دیں ، یہ قران تمہارے درمیان ہے ، اس کے احکام ابدی ہیں اس میں ذرہ برابر بھی باطل اور نا روا بات شامل نہیں ہوئی ہے ۔

تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ یہ بیت المال تمہاری تلواروں سے حاصل ہوا اس طرح تمہارے امتیاز کا لحاظ کیا جائے ، پچھلے زمانہ میں ایسے لوگ تھے کہ جنہوں نے اپنے جان و مال سے اسلام کی مدد کی انہوں نے مال

غنیمت حاصل کیا ، اس کے باوجود رسول خدا(ص) نے بیت المال کی تقسیم میں ان کے لئے کوئی امتیاز نہیں برتا ، ان کی سبقت اسلامی اور سخت جدوجہد اس کا باعث نہیں ہوتی کہ انہیں زیادہ حصہ دیدیا جائے ، ہاں ، یہ جانبازی حتمی طور سے ان لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں لائق توجہ قرار دیتی ہے وہ قیامت کے دن اپنے اس عمل کی جزا پائیں گے ، خدا جانتا ہے کہ میں اس بارے میں تمہارے اور تمام مسلمانوں کیلئے اتنا ہی جانتا ہوں ، خداوند عالم ہم سب کو راہ راست کی ہدایت کرے ، ہمیں صبر عطا کرے ہماری مدد و نصرت کرے ، خداوند عالم ان لوگوں پر رحمت نازل کرے جو حق کی حمایت کرتے ہیں ظلم و ستم سے پرہیز کرتے ہیں اور اس کیلئے برابر کو شاں ہیں۔ (۱)

طبری نے بھی اس سلسلہ میں لکھا ہے :

جب طلحہ تمام قسم کے امتیاز سے مایوس ہو گئے تو یہ مشہور کہاوت زبان پر جاری کی ۔

مالنا من هذا الامر الا کلحسة الکلب انغه (ہمیں تو اس کام میں بس اتنا ہی فائدہ حاصل ہوا جتنا کتا اپنی زبان سے چاٹنے میں فائدہ محسوس کرتا ہے) (۲)

ہاں ، ہم علی کی خلافت سے نہ تو پیٹ بھر سکے اور نہ کوئی منصب پا سکے ۔

طلحہ و زبیر حضرت علی (ع) کی بیعت کرنے کے بعد کسی منصب اور عہدہ کے منتظر تھے انہوں نے چار مہینے تک اس کا انتظار کیا وہ اس عرصے میں حضرت علی کی روش دیکھتے رہے کہ شاید وہ اپنا رویہ بدل دیں لیکن انہوں نے کسی قسم کی نرمی یا اس رویہ سے انحراف محسوس نہیں کیا کوئی تبدیلی نہیں پائی اس طرح وہ عہدے اور منصب کے حصول سے قطعاً مایوس ہو گئے ، ادھر انہیں اطلاع ملی کہ عائشہ نے

حضرت علی (ع) کی مخالفت کا پرچم مکہ میں لہرا دیا ہے تو انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ عائشہ کی مدد کرنے کیلئے مکہ جائیں ، وہ دل میں یہی خیال لئے ہوئے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زیارت خانہء کعبہ کیلئے سفر کی اجازت چاہی حضرت علی (ع) نے بھی بظاہر ان سے اتفاق کیا اور سفر کی اجازت تو دیدی لیکن اپنے دوستوں سے فرمایا ، خدا کی قسم ان لوگوں کے

۱_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۷ ص ۳۹
۲_ طبری ج ۵ ص ۵۲

۲۲

سفر کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت نہیں ہے بلکہ انہوں نے زیارت کو بہانہ بنایا ہے بلکہ ان کا مقصد صرف بیعت توڑنا (عداری اور بے وفائی کرنا ہے)

بہر صورت جب حضرت علی (ع) نے ان لوگوں کو سفر کی اجازت دیدی تو انہوں نے دوبارہ بیعت کی ، اور مکہ کی طرف جانے لگے وہاں مکہ میں پہنچ کر حضرت کے مخالف گروہ عائشہ کے لشکر میں مل گئے (۱)۔

لشکر کی تیاری

جب مدینہ کے راستے میں عائشہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کر لی ہے تو وہ مخالفت کا پکا ارادہ کر کے مکہ واپس چلی گئیں اور وہاں مخالفت علی کا پرچم لہرایا ، کھلم کھلا لوگوں کو اپ کی مخالفت پر ابھارا جب حضرت علی (ع) کی مخالفت پارٹیوں کو اس کی اطلاع ملی تو چاروں طرف سے عائشہ کی طرف پہنچنے لگے اور ان کے گرد جمع ہو گئے

—

طلحہ و زبیر جو حضرت علی (ع) کی مساوات کے سخت مخالف تھے ، جیسا کہ گذشتہ فصل میں بیان کیا گیا ، حضرت علی (ع) سے بیعت توڑ کر اور ان کی صحبت چھوڑ کر مکہ چل پڑے پھر وہ عائشہ کے لشکر میں شامل ہو گئے (۲)

ادھر بنی امیہ کو حضرت علی (ع) سے پرانی دشمنی تھی وہ اس موقعے کے انتظار میں تھے کہ حضرت علی (ع) کی بغاوت کریں جب انہیں مخالفت عائشہ کی خبر ملی تو وہ بھی مدینے سے مکہ گئے اور اس پرچم کے سایہ میں پہنچ گئے جسے عائشہ نے حضرت علی (ع) کی مخالفت کیلئے لہرایا تھا ۔

ادھر ان گورنروں اور عاملوں کی ٹولی تھی جو عثمان کے زمانہ میں عہدہ پائے ہوئے تھے ، ان سب کو حضرت علی (ع) نے ایک کے بعد ایک معزول کیا اور معزول کر کے عہدوں سے ہٹا دیا یہ بھی مختلف شہروں سے بڑی بڑی دولت لیکر جو مسلمانوں کے بیت المال سے حاصل کی گئی تھی ، عائشہ کے لشکر میں جمع ہونے لگے ، آخر کار یہ تمام مختلف الخیال گروہ جن کے دماغ میں حضرت علی (ع) کے خلاف ایک مخصوص مقصد تھا چاروں طرف سے عائشہ کے لشکر میں شامل ہونے لگے ۔

۱_ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۷ ، تاریخ ابن اعثم ص ۱۶۶ _ ۱۶۷
۲_ یہ دونوں عائشہ کے رشتہ دار تھے کیونکہ طلحہ ان کے خاندانی تھے اور زبیر ان کی بہن کے شوہر تھے

طبری نے زبیر کا بیان نقل کیا ہے کہ :

طلحہ و زبیر عثمان کے قتل ہونے کے چار مہینہ کے بعد مکہ آئے اور عبداللہ ابن عامر (۱) بھی آیا جو عثمان

کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا اور حضرت علی (ع) نے اس کو معزول کر دیا تھا وہ ایک بہت بڑی دولت لیکر مکہ آیا ، ادھر یعلیٰ بن امیہ (۲) وہ بے حساب دولت لیکر چار سو اونٹوں کے ساتھ مکہ میں وارد ہوا عبداللہ بن عامر نے بھی لشکر کی تیاری میں چار لاکھ دینار زبیر کو دیئے سپاہیوں کے ہتھیار کا انتظام کیا اور وہ مشہور اونٹ جس کو عسکر کہا جاتا ہے ، اور جسے اسی دینار یا بقول مسعودی دو سو دینار میں خریدا تھا ، عائشہ کو دیا تاکہ جنگ میں وہ اس پر سوار ہو۔

عائشہ کا ہودج اسی اونٹ پر باندھا گیا ، عائشہ کو اس پر بٹھایا گیا اس طرح علی کی مخالفوں کی ٹولی مکہ میں جمع ہوئی اور ایک زبر دست لشکر تیار ہو گیا اور لڑنے کیلئے چلا۔

عراق کی طرف

طبری کا بیان ہے کہ: عائشہ نے حضرت علی (ع) کے مخالف گروہ کو مکہ میں اپنے گرد جمع کر لیا اور اس طرح ایک بہت بڑا اور وسائل سے آراستہ لشکر بنا لیا اس کے بعد سرداران لشکر بھی جمع ہو کر گہار مچانے لگے۔

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں سیدھے مدینے کی طرف چلنا چاہیئے اور اپنی اس طاقت اور لشکر سے علی کے

۱_ عثمان کا خالہ زاد بھائی

۲_ یعلیٰ بن امیہ کی کنیت ابو صفوان اور ابو خالد تھی ، فتح مکہ میں اسلام لایا جنگ حنین طائف اور تبوک میں شرکت کی عمر نے اس کو یمن کے ایک شہر کا حاکم بنا دیا تھا یعلیٰ نے ایک چراگاہ ویا ن اپنے لئے مخصوص کر لی تھی عمر نے اس جرم کی باز پرس کیلئے مدینہ طلب کیا لیکن مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی عمر قتل ہو گئے ، پھر عثمان نے اس کو صنعاء کا حکمران بنایا اور حساس عہدہ حوالہ کیا اس طرح اس نے اس سے شدید وابستگی ظاہر کی جب مسلمانوں نے عثمان سے بغاوت کی تو وہ یہ مدد کرنے کیلئے صنعاء سے چلا راستہ میں اپنی سواری سے گرا اور اس کا گھٹنا ٹوٹ گیا ، عثمان کے قتل کے بعد وہ مکہ پہنچا اور اعلان کیا کہ جو بھی عثمان کے انتقام میں اٹھے گا میں اس کے ہتھیار اور اخراجات کا ذمہ دار بنوں گا اسی عہد کے مطابق اس نے چار ہزار درہم زبیر کو دیئے اور قریش کے ستر سپاہیوں کو مسلح کیا مسلح کر کے گھوڑے اور اونٹ دیئے اسی نے عائشہ

کو وہ اونٹ حوالہ کیا تھا کہ جس پر وہ جنگ جمل میں سوار ہوئی تھیں ، یعلیٰ نے جنگ جمل سے ان اخراجات کے علاوہ خود بھی شرکت کی لیکن جنگ کے بعد توبہ کر کے حضرت علی کے صف میں شامل ہو گیا وہ جنگ صفین میں حضرت علی کے لشکر میں تھا ، یہ مطلب ہے اسکے ابن الوقت ہونے کا

۲۴

خلاف جنگ کرنا چاہیئے ۔

کچھ دوسروں نے رائے دی کہ ہم اس کمزور طاقت اور کم افراد کے ساتھ حضرت علی کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ مرکز اور اسلامی راجدھانی پر حملہ کر کے حکومت وقت سے جنگ کر سکتے ہیں (ہمیں چاہیئے کہ پہلے شام کی طرف چلیں اور معاویہ سے مدد طلب کریں ان سے فوجی کمک اور جنگی سازوسامان حاصل کریں اس کے بعد حضرت علی (ع) سے جنگ کریں)

کچھ دوسروں نے یہ پیش کش کی کہ ہمیں پہلے عراق کی طرف کوچ کرنا چاہیئے اور دو عراق کے بڑے شہروں کوفہ اور بصرہ کی طاقت جمع کرنی چاہیئے ، جہاں طلحہ اور زبیر کے حمایتی ہیں اس طرح ہم وسائل جنگی سے زیادہ تیار ہو جائینگے اس کے بعد ہم لوگوں کو مدینہ چل کر علی سے جنگ کرنی چاہیئے ۔

سبھی ارکان شوری نے اس رائے کو پسند کر کے تائید کی ، اسی پر عائشہ نے امدادگی ظاہر کر کے اپنے فوجیوں کو تیار ہونے کا حکم دیا اور وہ سات سو جنگی سپاہیوں کے ساتھ مکہ سے عراق کی طرف چلیں ، لیکن اثنائے راہ میں چاروں طرف سے لوگ ان کے گرد جمع ہو کر ان کے لشکر میں شامل ہونے لگے آخر کار اس فوج کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی (۱)

ام سلمہ نے عائشہ کو سمجھایا

ابن طیفور کا بیان ہے :

جس دن عائشہ نے اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی طرف حرکت کی ام سلمیٰ نے ان سے ملاقات کر کے کہا :

اے عائشہ اللہ نے تمہیں پابند بنایا ہے اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو اللہ نے اپنے پیغمبر (ص) اور تمہارے درمیان اور لوگوں کے درمیان حجاب کا احترام قرار دیا ہے ، وہ پردہ پہاڑ کر رسول (ص) کا احترام مت برباد کرو ، اللہ نے تمہیں گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے اسے صحرا نوردی میں مت بدل دو ۔

۱_طبری ج ۵ ص ۱۶۷

۲۵

اے عائشہ رسول (ص) خدا تمہیں بہت اچھی طرح پہچانتے تھے ۔

تمہاری حیثیت سے بھر پور واقفیت رکھتے تھے اگر ایسے معاملات میں تمہاری مداخلت بہتر ہوتی تو لازمی طور سے تمہیں کوئی حکم دیتے اور تم سے کوئی معاہدہ کرتے ، لیکن صورت حال یہ ہے کہ صرف یہی نہیں کہ انہوں نے اس بارے میں تم کو کوئی حکم نہیں دیا ہے بلکہ ایسے اقدامات سے تمہیں منع کیا ہے ۔

اے عائشہ اگر رسول خدا (ص) تمہیں اس طرح سفر کی حالت میں دیکھیں تو انہیں تم کیا جواب دوگی ؟ خدا سے ڈرو ، اور خدا کے رسول سے حیا کرو کیونکہ خداوند عالم تمہاری اس روش کو دیکھ رہا ہے وہ تمہارے سارے اعمال کا نگران ہے اور تمہارا چھوٹا سا عمل بھی رسول خدا (ص) سے پوشیدہ نہیں ہے ۔

اے عائشہ تم نے جو راستہ اپنایا ہے یہ انسانیت سے گرا ہوا راستہ ہے کہ اگر میں تمہاری جگہ پر ہوتی اور مجھے حکم دیا گیا ہوتا کہ جنت میں جاؤں تو مجھے شرم اتی کہ وہاں میں رسول خدا(ص) سے ملاقات کروں گی ، تم بھی اپنی شرم و حیا ختم نہ کرو اور مرتے دم تک ایک گھر کے کونے میں بیٹھی رہو تاکہ رسول اللہ تم سے راضی رہیں ۔

بعض مورخین کے بیان کے مطابق ام سلمی نے اصرمیں یہ فرمایا کہ:

اے عائشہ تمہارے بارے میں جو کچھ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے ، اگر انہیں دہرائوں تو تم اس طرح تڑپنے لگوگی جیسے سانپ کا کاٹا تڑپتا ہے ، اور تم صدائے فریاد بلند کرنے لگوگی ۔

عائشہ نے ام سلمی کا جواب دیا اے ام سلمی اگر چہ میں نے ہمیشہ تمہاری نصیحت مانی ہے لیکن میں اس معاملہ میں تمہاری بات نہیں مان سکتی ، کیونکہ یہ بہت مبارک سفر ہے جس کا میں نے ارادہ کیا ہے ، دیکھو مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں اختلاف ہے اب ان میں صلح و صفائی ہو جائیگی ، میں ان اختلافات کو ختم کر کے دم لونگی ،

نعم المطلاع مطلعاً اصلحت فیہ بین فتنین
متناجزتین(۱)۔

۱۔ فائق زمخشری ج ۱ ص ۲۹۰ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۷۹ ، عقد الفرید ج ۳ ص ۶۹ ، تاریخ یعقوبی

حضرت علی (ع) کے مخالف گروہوں اور پارٹیوں سے تشکیل پایا تھا اور عراق کی طرف چلیں اس طویل راستے میں بصرہ پہنچنے تک ایسے واقعات و حوادث پیش آئے جنہیں یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

پیش نمازی پر اختلاف

طبری لکھتا ہے :

جس وقت عائشہ کا لشکر مکہ سے چلا شہر کے باہر مروان نے نماز کیلئے اذان دی ، اس کے بعد طلحہ و زبیر کے سامنے اکر بولا۔

میں تم دونوں میں سے کس کو امیر سمجھوں کہ جسے لوگوں کے سامنے پیش نمازی کیلئے متعارف کرائوں چونکہ طلحہ و زبیر اپنے نظریہ کو ایک دوسرے کے سامنے واضح طور سے بیان نہیں کر سکتے تھے کہ اپنے کو اس مقام کیلئے پیش کریں ، ان دونوں کے بیٹوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہر ایک اپنے باپ کو پیش کرنے لگا عبداللہ نے اپنے باپ زبیر کو اور محمد نے بھی اپنے باپ طلحہ کو پیش کیا ، اس طرح دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا جب عائشہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ سمجھ گئی کہ پیش نمازی کے بہانے سے نفاق اور اختلاف کا بیج لشکر کے درمیان بویا جا رہا ہے انہوں نے مروان کو اپنے پاس بلا کر کہا اے مروان تو کیا چاہتا ہے؟ اپنی اس حرکت سے لشکر میں اختلاف کیوں پیدا کر رہا ہے نماز میرے بھائی کا بیٹا عبداللہ ابن زبیر پڑھائیگا عائشہ کے فرمان کے مطابق جب تک لشکر بصرہ پہنچے عبداللہ نماز پڑھاتے رہے اور تمام لوگ انہیں کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔

معاذ ابن عبداللہ نے جب پیش نمازی کے مسئلے میں طلحہ و زبیر کے درمیان اختلاف دیکھا تو کہا :

خدا کی قسم ، اگر فتح اور کامیابی ہمارے حصہ میں
اٹی تو مسئلہ خلافت میں ہم لوگ سخت اختلاف کا
شکار ہو جائیں گے

۲۷

کیونکہ نہ تو زبیر اس منصب سے دستبردار ہونگے کہ وہ
طلحہ کو دیدیں اور نہ طلحہ یہ منصب زبیر کو دینگے
(۱)۔

انتظامی معاملات کا اختلاف

طبری کا بیان ہے کہ جب عائشہ کا لشکر ذات عرق
پر پہنچا تو سعید ابن عاص (۲) جو بنی امیہ کے اشراف
قریش میں تھا اور عائشہ کے لشکر کا فوجی تھا اس
نے مروان اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ اگر واقعی
تم خون عثمان کا انتقام لینا چاہتے ہو تو کہاں جا رہے ہو
؟ چونکہ عثمان کے قاتل تو اسی لشکر میں موجود ہیں
(۳)

انہیں کو قتل کردو اور اپنے گھروں کو واپس چلو ،
حضرت علی (ع) سے جنگ کر کے اپنے کو موت کے منہ
میں کیوں جھونکا جائے ؟

مروان اور اسکے ساتھیوں نے جواب دیا ، ہم اس لئے
جا رہے ہیں کہ طاقت حاصل کر سکیں اس طرح ہم
عثمان کے تمام قاتلوں کو قتل کر سکیں گے ۔

اس کے بعد سعید نے طلحہ و زبیر سے ملاقات کی
اور کہا میرے ساتھ سچائی کے ساتھ اٹو صحیح صحیح
بات کہو کہ اگر اس جنگ میں تمہیں فتح ملی تو
حکومت و خلافت کو کس شخص کے حوالے کرو گے ؟

انہوں نے کہا ہم دونوں میں سے جس کو بھی عوام

چن لیں ۔

سعید نے کہا : سچ ، اگر تم خون عثمان کے انتقام میں اٹھے ہو تو کیا اچھا ہوتا کہ اس خلافت کو بھی انہیں کے بیٹوں کے حوالے کر دو ۔

ان لوگوں نے جواب دیا ہم مہاجرین کے بوڑھوں اور بزرگوں کو الگ کر دیں اور نا تجربہ کار جوانوں کو اس کام میں لگا دیں ؟

سعید نے کہا : ہم بھی نہیں چاہتے کہ خلافت خاندان عبد مناف سے لیکر دوسروں کے اختیار میں دیدیں (۴) یہ کہہ کر

۱_طبری ص ۱۶۸
۲_ سعید ابن عاص یہ شخص بنی امیہ کا تیز طرار آدمی سمجھا جاتا تھا امیرالمومنین (ع) نے اس کے باپ کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا ، یہ عثمان کا منشی تھا اور عثمان کی طرف سے کوفے کا حکمراں تھا علی (ع) نے اس کو معزول کر دیا تھا
۳_ اس کا مطلب طلحہ زبیر اور عائشہ سے تھا
۴_ خاندان عبد مناف کی فرد میں بنی ہاشم اور بنی امیہ شامل ہیں اس وقت علی (ع) خلیفہ تھے اس لئے بنی امیہ کی فرد سعید اس بات پر راضی نہیں تھا کہ خلافت بنی ہاشم سے نکل کر خاندان تیم میں پہنچے اور طلحہ کو حاصل ہو یا زبیر کو ملے کہ جو بنی اسد کے خاندان سے تھا

۲۸

وہاں سے چلا آیا ۔

عبداللہ ابن خالد اسید بھی بنی امیہ سے تھا وہ لشکر سے الگ ہو گیا ، مغیرہ ابن شعبہ جو قبیلہ سقیف سے تھا ، جب اس نے اس حادثہ کا مشاہدہ کیا تو اپنے قبیلہ کے افراد سے پکار کر کہا جو بھی قبیلہ ثقیف کا ہے وہ واپس ہو جائے ، وہ لوگ بھی جو راستے میں آئے تھے واپس ہو گئے (۱) اور بقیہ لشکر آگے بڑھتا رہا ۔

تیسرا اختلاف

طبری اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ امارت

کے اس اختلاف کے بعد اور چند افراد کی واپسی کے بعد عثمان کے دونوں فرزند ولید اور ابان بھی عائشہ کے لشکر میں تھے منزل ذات سے اگے بڑھے۔

لیکن لشکر میں تیسری بار بھی اختلاف پیدا ہو گیا کہ کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں شام کی طرف چلنا چاہیئے اور کچھ لوگ عراق کی رائے دے رہے تھے اس بارے میں زبیر نے اپنے بیٹے عبداللہ اور طلحہ نے اپنے بیٹے علقمہ کو مجلس شوری میں نامزد کیا ان دونوں نے اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ ہم لوگوں کو عراق کی جانب چلنا چاہیئے ، اس طرح نظریاتی اختلاف اور فوجی کشاکش ختم ہوئی (۲)

حوا ب کا واقعہ

چوتھا بھی پیش آیا ، جب عراق کے راستے میں عائشہ کا لشکر تھا اسی وقت اثنائے رائے میں طلحہ و زبیر کو معلوم ہوا کہ حضرت علی (ع) مدینہ سے چل چکیں ہیں اور وہ منزل ذیقار میں پہنچ گئے ہیں ، اور کوفے کا راستہ ان پر بند ہو چکا ہے ، طلحہ و زبیر نے کوفہ جانے کا خیال بدل دیا اور بے راہ سے استفادہ کرتے ہوئے بصرے کی طرف چلنے لگے یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچے جس کا نام حوا ب تھا ، وہاں عائشہ کے کانوں میں کتوں کے بھونکنے کی آواز پہنچی ۔ انہوں نے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے ۔

۱_ طبری ج ۵ ص ۱۶۸ _ طبقات ج ۵ ص ۲۲
۲_ طبری ج ۵ ص ۱۶۸ ، طبقات ج ۵ ص ۲۲

لوگوں نے جواب دیا ، حوا ب

فوراً عائشہ کو حضرت رسول (ص) اللہ کی حدیث یاد

اگئی کہ آپ نے اپنی ازواج سے کہا تھا کہ تم میں سے
ایک کو حوا ب کے کتے بھونکیں گے اور ان ازواج کو منع
کیا تھا ۔

عائشہ کو اس حادثہ نے بے چین کر دیا کیونکہ انہیں
حدیث رسول یاد تھی وہ گھبراہٹ میں کہنے لگیں انا لله
و انا الیہ راجعون ، ہائے میں وہی عورت ہوں کہ جس کی
رسول خدا(ص) نے خبر دی تھی ۔

عائشہ اس خیال کے اتے ہی اس سفر سے پلٹنے
لگیں انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ میں واپس جائوں گی

جب عبداللہ ابن زبیر کو عائشہ کے واپسی کی
اطلاع ہوئی تو ان کے پاس آکر حوا ب کے بارے میں
گفتگو کی اور یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں نے آپ کو بتایا
ہے انہیں دھوکا ہوا ہے ، اس جگہ کا نام حوا ب نہیں ہے

عبداللہ ابن زبیر اس واقعے کے بعد ہمیشہ عائشہ
کی نگرانی کرتے رہے کہ مبادا دوبارہ بھی کوئی شخص
ان سے ملکر اس سفر سے موڑ دے ۔

جی ہاں ، فرزند زبیر نے حوا ب کے بعد سے عائشہ
کے ہودج کے پاس سائے کی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ
بصرہ وارد ہو گئے (۱)۔

سرداران لشکر کی وضاحت

طبری کا بیان ہے کہ :

عائشہ کا لشکر مکے سے چل کر بصرہ کے نزدیک
پہنچا اور وہاں ایک مقام جس کا نام حفر ابو موسیٰ تھا
اتر پڑا عثمان ابن حنیف انصاری حضرت علی (ع) کی
طرف سے بصرہ کے گورنر تھے جب انہیں واقعہ کی

اطلاع ملی تو ابوالاسود دثیلی کو مامور کیا کہ لشکر عائشہ میں جا کر ان کے سرداروں سے ملاقات کریں اور ان کی خوابش و مقصد کی تحقیق کریں۔

ابو الاسود نے اپنے کو عائشہ کے لشکر میں پہونچایا ، پہلے انہوں نے خود عائشہ سے ملاقات کی اور پوچھا

۱۔ طبری ج ۵ ص ۱۷۸ ، عبد اللہ بن سبا ج ۱ ص ۱۰۰

۳۰

اے عائشہ بصرہ انے کا مقصد کیا ہے۔

عائشہ نے جواب دیا عثمان کے خون کا ان کے قاتلوں سے انتقام لینے یہاں آئی ہوں

ابوالاسود نے کہا اے عائشہ بصرہ میں کوئی بھی عثمان کا قاتل نہیں ہے کہ اپ ان سے انتقام لیں۔

عائشہ نے کہا: اے ابوالاسود تم ٹھیک کہتے ہو ، عثمان کے قاتل بصرے میں نہیں ہیں اور ہم بھی یہاں اس لئے نہیں آئے ہیں کہ قاتلوں کو بصرہ میں تلاش کریں بلکہ اس لئے آئے ہیں کہ اس شہر کے لوگوں سے مدد طلب کریں اور ان لوگوں کی مدد و حمایت سے مدینہ کے قاتلان عثمان سے انتقام لیں جو حضرت علی (ع) کے ارد گرد ہیں۔

اے ابو الاسود جس دن عثمان نے تمہیں تازیانے سے اذیت دی تھی تو مجھے دکھ ہوا تھا اور میں نے صاف طور سے ان کے اوپر سخت اعتراض کیا لیکن تم لوگوں نے تو انہیں تلواروں سے قتل کیا یہ کیسے مناسب ہے کہ میں خاموش رہ جائوں اور ان کی مظلومیت پر فریاد نہ کروں ، ان کا انتقام نہ لوں ؟

اے ابوالاسود نہیں ، میں برگز خاموش نہیں رہونگی ۔

۔ ابوالاسود نے کہا : اے عائشہ اپ کو تلوار اور تازیانے سے کیا سروکار اپ تو رسول(ص) خدا کے حکم کے مطابق پردہ نشین ہیں اپ کی صرف یہی تکلیف ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہیں قرآن کی تلاوت کریں ، اور پروردگار کی عبادت بجالائیں ، اے عائشہ اسلام میں عورتوں پر جہاد نہیں ہے ، اس کے علاوہ خون عثمان کا انتقام تو تمہارا حق بھی نہیں ، حضرت علی خون عثمان کے انتقام کا زیادہ حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ رشتہ کے لحاظ سے تم سے زیادہ عثمان کے قریب ہیں کیونکہ دونوں ہی خاندان عبد مناف سے ہیں ، لیکن تم قبیلہ تیم سے ہو ۔

عائشہ نے کہا: اے ابوالاسود میں اپنا ارادہ بدلوں گی نہیں ، اب اس راہ سے واپس نہیں جائوں گی جب تک اپنا مقصد نہ حاصل کر لوں اور اپنے قیام کے نتیجہ تک نہ پہنچ جائوں ۔

اے ابوالاسود تم نے کہا عورتوں پر جنگ و جہاد نہیں ، کون سی جنگ ؟ اور کیسا جہاد ؟ کیا اس معاملے میں جنگ و جہاد کی بھی بات ہے ، میری جو حیثیت ہے (کیا کسی کو جرأت ہو سکتی ہے کہ مجھ سے جنگ کرے)

ابوالاسود نے کہا: اے عائشہ اپ کو دھوکا تو یہیں ہوا ہے کیونکہ اپ سے ایسی جنگ ہوگی کہ اس کا اسان ترین میدان شعلوں سے بھرا ہوا اور کمر شکن ہوگا ۔

سے ملاقات کی اور کہا:

اے زبیر وہ دن بھولا نہیں ہے جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی تھی ، اور آپ قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھ کر نعرہ لگا رہے تھے ۔

(کوئی شخص خلافت کیلئے علی سے بہتر اور لائق نہیں ہے ، خلافت کا لباس صرف علی کیلئے موزوں ہے ان کے علاوہ کسی کو زیب نہیں دیتا ، لیکن آج وہی شمشیر آپ نے ہاتھ میں لیکر انہیں علی کے خلاف قیام کیا ہے ۔

اے زبیر کہاں وہ دلسوزی اور طرفداری ، اور کہاں یہ عداوت و مخالفت ؟

زبیر نے ابوالاسود کے جواب میں قتل عثمان کا مسئلہ پیش کیا ۔

ابو الاسود نے کہا : ہم نے تو جیسا کہ سنا ہے قتل عثمان میں آپ ہی لوگ شریک ہیں ، حضرت علی (ع) کو ذرہ برابر بھی اس کے قتل میں دخل نہیں زبیر نے کہا اے ابوالاسود ذرا طلحہ کے پاس جاؤ ، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں ۔

ابوالاسود کا بیان ہے: کہ میں طلحہ کے پاس گیا لیکن وہ بہت تند مزاج اور فتنہ انگیز تھے ، وہ بہت زیادہ جنگ کی باتیں کرتے رہے میری تمام نصیحتیں اور باتیں بے اثر رہیں (۱)

دوسری روایت کے مطابق ابوالاسود کا بیان ہے کہ میں اور عمران ابن حصین بصرہ کے گورنر عثمان ابن حنیف کی طرف سے عائشہ کے پاس گئے اور ان سے یہ وضاحت چاہی کہ ۔

اے عائشہ کیا وجہ ہوئی کہ آپ یہاں تک پہنچ گئیں ،

کیا آپ کے اس قیام اور سفر کے بارے میں رسول(ص) خدا کا فرمان ہے یا آپ نے اپنی ذاتی رائے سے یہ اقدام کیا ہے۔

عائشہ نے کہا: اس بارے میں میرے پاس رسول(ص) خدا کا کوئی فرمان یا حکم نہیں ہے بلکہ جس دن سے عثمان قتل کئے گئے میں نے ذاتی طور سے ان کے خون کا انتقام لینے کی ٹھان لی ، کیونکہ ہم عثمان کے زمانے میں واضح طور سے ان پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ مسلمانوں پر کیوں ظلم ڈھا رہے ہو ، انہیں تازیانے کیوں لگا رہے ہو ، عام زمینوں اور چرا گاہوں کو اپنے اور خاندان والوں کے مویشیوں کیلئے کیوں مخصوص کر لی ہے ، اس سفاک اور ظالم ولید کو

۱_ الامامة و السياسة ج ۱ ص ۵۷ ، شرح نهج البلاغه ابی الحدید ج ۲ ص ۸۱ ، طبری ج ۵ ص ۱۷۸

۳۲

جسے رسول(ص) خدا نے جلا وطن کیا تھا اور قرآن نے فاسق کا نام دیا (۱) ایسے شخص کو مسلمانوں کا حکمراں بنا دیا ، ہاں ، ہم نے یہ تمام باتیں اس کے کان میں ڈالیں اس نے میری تمام باتیں مان لیں اپنے کارندوں کی حرکات پر شر مندہ بھی ہوا ، اور اپنے توبہ سے اپنے کو پاک کر کے غلطیوں کی تلافی کی۔

لیکن تم لوگوں نے اس کے توبہ کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دی ، تلواریں کھینچے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے گھر میں اسے مظلوم اور بے گناہ قتل کر دیا ، تم لوگ اسلامی سر زمین مدینہ کی عظمت اور خلافت کی شان و شوکت ، ماہ ذی الحجہ کی حرمت ان تمام چیزوں کو اسلام نے محترم قرار دیا ہے تم نے ان سبکو روند ڈالا ، کیسے اور کیوں میں اس ظلم و ستم کے

مقابلہ میں خاموش رہو اور اس سرکشی اور زیادتی کے مقابلے میں چپ بیٹھ جاؤ۔

ابو الاسود نے کہا: اے عائشہ اپ کو تلوار اور تازیانے سے کیا سروکار؟ کیا رسول (ص) خدا نے آپ کو ایسے معاملات میں مداخلت سے منع نہیں کیا تھا؟

انہوں نے آپ کے لئے گھر کی کوٹھی پسند نہیں کی تھی آپ اپنے شوہر کے حکم کے خلاف اپنے گھر سے باہر کیوں نکل آئیں اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ و بنگامہ کھڑا کیا؟

عائشہ نے کہا: اے ابو الاسود، کون سا فتنہ و فساد؟ کیا کوئی ایسا بھی ہے جو مجھ سے جنگ کرے؟ یا میرے خلاف زبان کھولے کہ فتنہ و فساد پیدا ہو؟ برگز ایسا واقعہ پیش نہیں آئیگا میرے مقابلہ میں ایسی حرکت کی کسی کو جرأت نہیں ہو گی۔

ابو الاسود نے کہا: اے عائشہ اگر یہ مخالفت اور بنگامہ آرائی آگے بڑھتی رہی تو لوگ آپ سے جنگ کرینگے اور ایک عظیم فتنہ برپا ہو جائیگا۔

عائشہ نے کہا: اے ابو الاسود، اے قبیلہ عامر کے پست فطرت، اے بنی عامر کے چھو کرے بات کم کر، کون شخص ہے جو زوجہ رسول سے جنگ کر سکے (۲)

۱۔ سورہ حجرات آیت ۶
۲۔ بلاغات النساء ص ۹، عقد الفرید ج ۳ ص ۹۸، البیان والتبیین ج ۲ ص ۲۰۹

ابو الاسود اور عائشہ سے یہیں پر بات ختم ہو گئی، لیکن عائشہ نے ابو الاسود کی بات کا ذرا بھی اثر نہیں لیا، اپنا ارادہ نہیں بدلا، انہوں نے اپنے لشکر والوں کے

ساتھ حفر ابو موسیٰ سے اگے بڑھکر بصرہ کے نزدیک
ایک جگہ پڑا تو ڈال دیا۔

سردار ان لشکر نے تقریریں کیں

لشکر عائشہ بصرہ پہنچ گیا اور شہر کے وسیع
میدان --"مرید" کو اپنی چھائونی بنایا۔

عثمان ابن حنیف انصاری جو حضرت علی (ع) کی
جانب سے بصرہ کے حکمران تھے ، دوبارہ کچھ لوگوں
کو مرید بھیجا ، تاکہ لشکر عائشہ کا انتہائی مقصد
دریافت کریں۔

عائشہ نے جب اپنی فوج میں ایک بڑا اجتماع دیکھا
اور بصرے والوں کو بھی ایک جگہ دیکھا تو موقعہ غنیمت
خیال کر کے ان کے سامنے اس طرح تقریر کی۔

اے لوگو امیر المومنین عثمان اگر چہ حق و عدالت
کے راستے سے منحرف ہو گئے تھے ، انہوں نے رسول
خدا (ص) کے اصحاب کو اذیت دی ، ناتجربہ کار اور فاسد
جوانوں کو حکومت دیدی ، ایسے لوگوں کی حمایت کی
جن پر رسول خدا (ص) غضبناک تھے اور انہوں نے
مسلمانوں کی آبادی سے جلا وطن کیا تھا ، عمومی
چراگاہوں کو اپنے لئے اور بنی امیہ کیلئے خاص کر لیا
تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود جب لوگوں نے ان پر
اعتراض کیا اور اس کے انجام گوش زد کئے تو انہوں نے
لوگوں کی نصیحتوں سے سبق لیا اپنے خراب کرتوتوں
سے پشیمانی کا اظہار کیا اور اپنے دامن الودہ کو اب
توبہ سے دھو ڈالا ، اپنے کو گناہوں سے پاک کر لیا۔

لیکن کچھ لوگوں نے ان کے توبہ کو وقعت نہیں دی
ان کی پشیمانی پر اعتنا نہیں کیا اور انہیں قتل کر
ڈالا اور اس پاکیزہ شخص اور بے گناہ شخص کا خون بہا
ڈالا اسے قتل کر کے بہت سے بڑے گناہوں سے اپنے

کو الودہ کیا کیونکہ وہ خلافت کا مقدس لباس پہنے ہوئے تھے ، جس مہینے میں جنگ اور خونریزی حرام ہے اسی ماہ ذی الحجہ میں ، اور اس شہر میں کہ جس کا احترام اسلام نے لازم قرار دیا ہے ، اسی شہر میں قربانی کے اونٹ کی طرح انہیں قتل کر ڈالا ان کا خون زمین پر بہا دیا ۔

اے لوگو جان لو کہ قریش قتل عثمان کے اصل مجرم ہیں انہیں قتل کر کے خود اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیا ہے اور اپنے مکے خود اپنے منہ پر مارے ہیں قتل عثمان سے وہ اپنا مقصد نہ پائیں ان کی حالت کو کوئی فائدہ نہ ہو ، خدا کی قسم ان

۳۴

لوگوں کو افت گھیر لے گی جو انہیں نیست و نابود کر دیگی انگاروں سے بھر پور افت ، انہیں جڑ سے اکھاڑنے والی ، ایسی افت کہ سوئے لوگوں کو جگا دیگی اور بیٹھے لوگوں کو اٹھا دیگی ۔

ہاں ، خدا نے عادل اس بے حد ظلم کے مقابلے میں ایسے لوگوں کو ان پر مسلط کر دیگا کہ ان پر ذرا بھی رحم نہ کرینگے اور انہیں بد ترین اور سخت عذابوں سے انہیں اذیت دیگا ۔

اے لوگو عثمان کا گناہ ایسا نہیں تھا جو ان کے قتل کو جائز بنادے پھر یہ کہ تم لوگوں نے ان سے توبہ کرنے کو کہا اس کے بعد ان کی توبہ کو وقعت دیئے بغیر (ٹوٹ پڑے اور بے گناہ ان کا خون بہا ڈالا اس کے بعد تم نے لوگوں کے مشورہ کئے بغیر علی کی بیعت کر لی اور غاصبانہ طریقے سے انہیں کر سی خلافت پر بٹھادیا) تم لوگ سونچو کہ میں تمہیں لوگوں کے فائدہ کیلئے

عثمان کے حق میں تمہاری ان شمشیروں سے جوان
پر برسائی گئی غضبناک نہیں ہو جائوں اور خاموش رہوں
؟

اے لوگو بوش میں اٹو کیونکہ عثمان کو مظلوم اور بے
گناہ قتل کیا گیا اب تم لوگ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو
، جہاں بھی ان پر قابو پائو انہیں قتل کر ڈالو ، اس کے
بعد ان لوگوں میں سے جنہیں عمر نے خلافت کیلئے
نامزد کیا تھا شوری کے ذریعے سے خلیفہ منتخب کر لو
، لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ جس شخص نے عثمان
کو قتل کیا (۱) وہ خلافت کے بارے میں یا شوری میں
خلیفہ معین کرنے کیلئے شامل ہو اور ذرا بھی مداخلت
کرے (۲) زہری کا بیان ہے کہ عائشہ کی تقریر ختم
ہوتے ہی طلحہ و زبیر نے بھی اٹھ کر لوگوں کے سامنے
یہ تقریر کی ۔

اے لوگوں ، ہر گناہ کی توبہ ہے اور ہر گنہگار پشیمان
ہونے کے بعد وہ پلٹتا ہے جس کے اثر سے وہ پاک اور
مغفور ہو جاتا ہے ، عثمان بھی اگر چہ گنہگار تھے لیکن
انکا گناہ توبہ اور امرزش کے قابل تھا ہم بھی کسی
حیثیت سے ان کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتے تھے ہم
صرف یہ چاہتے تھے کہ ان کی سرزنش کریں اور اس
طرح انہیں توبہ پر مجبور کریں ، لیکن کچھ نادان اور
ہنگامہ پسند آدمیوں نے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کر لیا
اور ہمارے جیسے صلح و پسند (ملائم اور حلیم لوگوں پر
حاوی ہو گئے اور نتیجہ میں انہیں قتل کر ڈالا) ابھی
طلحہ و زبیر کی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ بصرہ
والے چاروں طرف

۱_ قاتل عثمان سے ان کی مراد حضرت علی ہیں
۲_ الامامة و السياسة ج ۱ ص ۵۱ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲
ص ۴۹۹

سے اعتراض کرنے لگے اور چلانے لگے۔ اے طلحہ تمہارا خط ہمارے پاس پہنچا تھا، اس کا لہجہ بہت سخت تھا، اج کی تمہاری بات سے اور اس خط کے مضمون سے کوئی مناسبت اور میل نہیں ہے، اس موقع پر زبیر نے لوگوں کو مطمئن اور خاموش کرنے کیلئے کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی، اور کہا اے لوگو:

میں نے عثمان کے بارے میں تمہیں کوئی خط نہیں لکھا اگر تمہارے پاس اس بارے میں کوئی خط پہنچا ہے تو وہ دوسروں نے لکھا ہو گا۔

اپنی پہلی بات کو زیادہ اب و تاب سے بیان کرنے لگے اور عثمان کی مظلومیت لوگوں کے سامنے زیادہ وضاحت سے بیان کی اس ضمن میں حضرت علی اور ان کے ماننے والوں کی شدت کے ساتھ تنقید اور مذمت کی۔ (۱)۔

مقروں پر اعتراض

عائشہ اور ان کے سرداران لشکر کی اتشیں تقریروں کے بعد جو مرید میں بوئی تھیں کچھ سامعین کھڑے ہو گئے اور انہوں نے واضح لفظوں میں اعتراضات کئے۔

طبری نے ان تقریروں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی موقع پر خاندان عبدالقیس کا ایک شخص کھڑا ہو کر بولا، اے زبیر خاموش ہو جا، میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو کچھ لازم ہے وہ لوگوں تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

عبداللہ ابن زبیر اس پر بیہر کر بولے ، اے مرد عبدی تیری کیا حیثیت کہ بات کرے لیکن اس شخص نے ابن زبیر کی سرزنش پر کوئی توجہ نہیں کی اور عائشہ کے لشکر والوں سے کہنے لگا تم مہاجرین کے گروہ میں ہو تم نے زندگی میں عظیم فضیلت و افتخار حاصل کیا کیونکہ تم ہی تھے جنہوں نے رسول اکرم (ص) کی پہلی آواز پر لبیک کہی ، اور تمام لوگ تمہارے بعد تمہاری پیروی میں اسلام سے وابستہ ہوئے ، اسے جان و دل سے قبول کیا اور جس وقت رسول (ص) خدا لقاے الہی سے جا ملے تمہیں لوگ تھے جنہوں نے اپنوں میں سے ایک کا انتخاب کیا اور اسکی بیعت کی ، باوجود اس کے کہ تم نے اس انتخاب میں ہم سے مشورہ نہیں کیا اور ہماری اطلاع کے بغیر یہ اقدام کر ڈالا ، پھر بھی ہم نے تمہاری

۳۶

مخالفت نہیں کی ، تم جس بات کو پسند کرتے تھے ہم اس پر راضی رہے ان کی زندگی ختم ہوئی اور کسی شخص کو تمہارے درمیان سے خلافت کیلئے چن لیا گیا تم لوگوں نے ہمیں اطلاع دیئے بغیر اس کی بیعت کر لی ہم نے بھی اسے مان لیا ، اور تمہاری خوشنودی خاطر کیلئے ہم نے اسکی بیعت کر لی ، اس نے بھی جب دنیا سے رخت سفر باندھا تو امارت و خلافت کو چہرہ آدمیوں کے درمیان ڈال کر معاملہ شوری کے حوالے کر دیا ، ان چہرہ افراد میں سے عثمان کو منتخب کر کے تم نے بیعت کر لی لیکن دیر نہیں گزری کہ تم نے اسکی روش کو ناپسند کیا ، اس کے کرتوتوں پر اعتراض کیا ، یہاں تک کہ تم نے اس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کیا حالانکہ تم نے نہ اسکی خلافت میں ہم سے مشورہ کیا تھا اور نہ قتل میں ، وہیں تم لوگ علی کے گھر پر چڑھ دوڑے

ان سے حد سے زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ انکو زبردستی اس کام پر آمادہ کیا اور انکی بیعت کر لی ، پیمان خلافت باندھ لیا ، یہ تمام باتیں تو ان لوگوں نے ہماری اطلاع کے بغیر اور ہمارے مشورے کے بغیر انجام دیا لیکن اب ہم نہیں جانتے کہ کس دلیل سے اسکے خلاف تم نے فتنہ ابھارا ہے اور ان سے آمادہء جنگ ہو گئے ہو ؟

کیا حضرت علی (ع) نے مسلمانوں کے مال و دولت میں خیانت اور زیادتی کی ہے یا خلاف حق کوئی کام کیا ہے یا تم لوگوں کی پسند کے خلاف کسی عمل کے مرتکب ہوئے ہیں ۔

نہیں ، ہر گز نہیں ، حضرت علی (ع) کا دامن ان تمام باتوں سے پاک ہے ۔

پھر ہم لوگ ان پر کیا اعتراض کریں ؟ اور کیوں ان سے جنگ کریں ؟

ابھی اس شخص کی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ لشکر عائشہ سے کچھ لوگ اسکی حق گوئی پر بھڑک اٹھے اور اسکے قتل کا ارادہ کیا اس شخص کے خاندان کے لوگ اور رشتہ دار اسکی مدد میں کھڑے ہو گئے ، اسکی طرف سے دفاع کرنے لگے ، یہاں تک کہ وہ اپنی جان بچا کر لشکر کے درمیان سے بھاگ گیا ۔

لیکن حادثہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا ، اور دوسرے دن عائشہ کے لشکر اور اس شخص کے قبیلہ کے درمیان جنگ ہوگئی اس شخص کے قبیلے کے ستر آدمیوں کو ان لوگوں نے بزدلانہ طریقے سے قتل کر دیا (۱)

جس وقت یہ واقعہ امام نے سنا تو بہت زیادہ غمگین ہوئے آپ نے ان لوگوں کی تعزیت میں شعر اس مضمون

کے پڑھے :

بہت افسوس اور دکھ ہوا اس ظلم پر جو قبیلہ ربیعہ پر ڈھایا گیا ، ربیعہ کے لوگ اپنے امام کی بات ہمیشہ سنتے اور اطاعت کرتے ہیں ۔

ہاں ، وہ ہمیشہ طرفدار حق رہے

اور حق کی راہ میں انہوں نے اپنا خون نثار کیا

یا لہف قلبی علی ربیعہ

ربیعہ السامعة المطیعہ

سنتھا کانت بہا الوقیعہ (۱)

اس کے بعد طبری نے نصر ابن مزاحم سے نقل کیا ہے کہ جاریہ ابن قدامہ لشکر عائشہ کے مقابل کھڑے ہو کر بولے اے عائشہ خدا کی قسم خون عثمان کا بہانا بہانے کا گناہ اس سے کمتر ہے کہ تو اس ملعون اونٹ پر سوار ہے اور اپنے گھر سے باہر نکل کر مردوں کی طرح میدان جنگ میں چلی ائی ہے

اے عائشہ تیرا اسلامی معاشرے میں احترام کیا جاتا ہے ، لیکن اس عمل سے تو نے اپنی وقعت برباد کر دی اپنی عظمت و احترام کا ناس ماردیا اور اپنے کو قتل اور بلاکت میں جھونک دیا کیونکہ جو بھی تجھ سے جنگ کرے گا وہ تیرا خون بہانے سے باز نہیں آئے گا ۔

اے عائشہ اگر تو اپنے جی سے اور اپنے اختیار سے ادھر ائی ہے اور یہ راہ اپنائی ہے تو یہیں سے اپنے گھر واپس جا اور اگر تو زبردستی یہاں تک لائی گئی ہے تو مسلمانوں سے مدد طلب کر تاکہ تجھ کو ان لوگوں کے چنگل سے چھڑا ئیں جنہوں نے تجھ کو مجبور کر رکھا ہے اور تجھ کو تیرے گھر پہنچا دیں (۲)

طبری اگے لکھتا ہے :

جیسے ہی جاریہ کی بات ختم ہوئی فوراً بنی سعد
کا ایک جوان کھڑا ہو کر طلحہ و زبیر سے بولا _

اے زبیر کیا تو رسول خدا (ص) کا صحابی اور حمایتی
نہیں تھا ، اے طلحہ کیا تو وہی نہیں ہے جس نے اپنی
تلوار سے اور

۱_ طبری ج ۵ ص ۲۰۴

۲_ طبری ج ۵ ص ۱۷۶

۳۸

جان و دل سے رسول(ص) خدا کے دشمنوں کے مقابل
حمایت کی تھی _ لیکن آج کیا ہوا کہ وہ تمام یاری اور
وفاداری ظلم اور خیانت سے بدل گئی ؟

میں برگز تم لوگوں کا ساتھ نہیں دوں گا کیونکہ تم
نے اپنی عورتوں کو تو گھروں میں بیٹھا رکھا ہے اور
زوجہء رسول کو اپنے ساتھ یہاں تک کھینچ لائے ہو
تمہارے اس اقدام سے ہم راضی نہیں ہونگے _

اس جوان نے یہ کہا اور لشکر سے اپنے کو علحدہ کر
لیا پھر اس نے چند اشعار بھی پڑھے :

صنتم حلائکم و قد تم امکم

هذا العمر ک فلة الانصاف

امرت بجر ذبولها فی بیتها

فہوت تشق البید بالایجاد

غرضاً یقاتل دونها ابناؤها

بالنبیل و الخطی والاسیاف

ہنکت بطلحہ و الزبیر ستورها

هذا المخبر عنہم والکافی (۱)

ترجمہ: خدا کی قسم یہ بڑی نا انصافی ہے کہ اپنی
عورتوں کو تم نے گھروں میں بیٹھا رکھا ہے اور زوجہ

رسول کو میدان میں کھینچ لائے ہو عائشہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اپنے گھر میں بیٹھیں اور اپنے ابرو کی حفاظت کریں ، لیکن انہیں صحرا نوردی اور گھوڑوں کو اسے روند نے کی ہوس نے انہیں برباد کر ڈالا ہے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو جو ان کے بیٹوں کی طرح ہیں اپنے سامنے شمشیر و نیزہ سے لڑا دیں اور وہ اس کا تماشہ دیکھیں ۔

طلحہ و زبیر نے بھی اپنی حیثیت اور احترام کا ناس مار دیا یہ ان لوگوں کا بہت پست مقصد اور منحوس ارمان ہے۔

اس کے بعد طبری نے مزید لکھا ہے کہ: اسی موقعہ پر قبیلہ جہینہ کا ایک جوان محمد ابن طلحہ کے سامنے پہنچا جو بہت عابد و زاہد سمجھے جاتے تھے اور ان سے قاتلان عثمان کے بارے میں پوچھا محمد نے جواب دیا خون عثمان تین لوگوں پر ہے ۔

ایک تہائی اس خاتون کی گردن پر ہے جو ہودج میں سوار ہے ، دوتہائی اس شخص کی گردن پر ہے جو سرخ اونٹ والا ہے (جو سرخ اونٹ پر سوار ہے ، طلحہ) اور تیسرا حصہ خون عثمان کا علی کے گردن پر ہے ،

۱۔ طبری ج ۵ ص ۱۷۶

۳۹

وہ جوان محمد کی بات پر بنسا اور یہ اشعار پڑھنے لگا

—

سالت ابن طلحة عن هالك

بجوف المدينة لم يقبر

فقال ثلاثة رهط هم

اما نوا ابن عفان واستعبر

فثلث على تلك في خدرها

و نلت علی راکب الاحمر
و نلت علی بن ابیطالب
و نحن بدویة قرقر
فقلت صدقت علی الاولین
واخطات فی الثالث الازهر (۱)

ترجمہ : میں نے فرزند طلحہ سے عثمان کے قتل کے بارے میں وضاحت چاہی کہ مسلمانوں نے انہیں اپنے قبرستان میں کیوں نہیں دفن ہوئے دیا ، اس نے مجھے جواب دیا کہ عثمان کا خون ان تین افراد کی گردن پر ہے

ایک تو وہ عورت جو ہودج میں سوار ہے دوسرا وہ کہ جو سرخ اونٹ پر سوار ہے اور تیسرے علی بن ابیطالب ہیں ، اور ہم لوگ تو صحرا نشین عوام تھے ہمیں ان باتوں میں دخل نہیں دینا چاہئے ،

میں نے اس کا جواب دیا کہ تم نے سچ کہا کہ ہودج سوار ، اور اونٹ سوار ہی عثمان کو قتل کرنے والے ہیں

لیکن حضرت علی (ع) کے بارے میں تم نے غلطی کی اور دھوکے کا شکار ہوئے ۔

جنگ جمل

پہلی جنگ شروع ہوئی

طبری کا بیان ہے کہ : جب عائشہ کا لشکر بصرہ پہنچا تو حضرت علی کی طرف سے وہاں کے گورنر عثمان ابن حنیف لشکر کے سامنے آئے اور ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو حضرت علی کے بارے میں کیا اعتراض ہے کہ تم نے ان سے بغاوت کی ہے ؟

ان لوگوں نے کہا : کہ ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ انہیں ہمارے اوپر کوئی برتری اور تفوق نہیں ہے لیکن وہ ہم لوگوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں اور یہ رویہ ہمارے لئے قابل قبول نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے ایسے کام کئے ہیں کہ جو ہر طرح سے اعتراض و تنقید کے قابل ہیں۔

عثمان ابن حنیف نے کہا کہ میں حضرت علی (ع) کی طرف سے اس شہر کا حکمراں ہوں مجھے کوئی اختیار نہیں ہے تھوڑی مہلت دو کہ میں امیرالمومنین کو ایک خط لکھ کر تمہارے مطالبات کی اطلاع دے دوں تاکہ وہ جیسا کہیں اور جو حکم دیں اس پر عمل کیا جائے۔

عثمان ابن حنیف کی منصفانہ پیش کش قبول کر لی گئی اور اسی پیش کش کے مطابق ان لوگوں نے باہم عہد کیا اور خدا کو بھی اس پر گواہ قرار دیا ، عثمان ابن حنیف نے یہ سارا واقعہ امام کو لکھ دیا لیکن دوروز سے زیادہ نہ ہوا کہ عائشہ کے لشکر نے بصرہ کا امن و سکون درہم برہم کر ڈالا اور عثمان پر ہلکا بول دیا ، انہیں قید کر لیا انہیں تازیانوں سے اذیت دی اور بہت قابل رحم حالت میں ان کے سر اور ڈارھی کو تراش ڈالا (۱)

کچھ دوسرے مورخوں یعقوبی ، مسعودی اور صاحب استیعاب نے یوں بیان کیا ہے :

عائشہ اور عثمان ابن حنیف کی فوجوں کے درمیان اس مضمون کا عہد نامہ ہوا تھا کہ طرفین جنگ کی آگ بھڑکانے سے پرہیز کریں گے اور شہر بصرہ کے انتظامی امور پہلے کی طرح عثمان ابن حنیف کے اختیار میں رہیں گے یہاں تک کہ خود حضرت علی (ع) بصرہ میں تشریف لائیں اور اپنے مخالفین سے گفتگو کر کے اپنے

نقطہ نظر کی تحریری وضاحت کریں۔

صلحنامہ کا یہی مضمون دونوں لشکر کے درمیان لکھا گیا پھر حضرت علی (ع) کے حکمراں نے اس صلحنامہ کے مطابق اپنے ساتھیوں اور فوجیوں کو حکم جاری کیا کہ جنگی ہتھیار اتار دیں تاکہ صلح و صفائی کی راہ ہموار ہو سکے لیکن تھوڑے دن نہ ہوئے تھے کہ ایک انتہائی ٹھنڈی اور بارش کی راہ میں کچھ عائشہ کے لشکر والے عبداللہ ابن زبیر کی سرکردگی میں بصرہ کے گورنر پر حملہ کر بیٹھے، حضرت علی (ع) کے گورنر عثمان کو قید کر لیا پھر بیت المال لوٹنے کیلئے بڑھے اور پاسبانوں کو منتشر کر دیا ان کے چالیس آدمیوں کو بھی قتل کر دیا (۲)

۱۔ طبری ج ۵ ص ۱۷۸
۲۔ استیعاب حالات حکیم ابن جبلیہ

۴۱

مسعودی کا بیان ہے کہ: اس حملہ میں مقتولوں اور زخمیوں کی تعداد ستر تک پہنچ گئی ان میں سے پچاس کو قید کر کے عوام کو مرعوب کرنے کیلئے ان کی انکھوں کے سامنے گردن مار دی گئی۔

طبری اور صاحب استیعاب کہتے ہیں۔ عثمان ابن حنیف کو قید کرنے کے بعد ابان ابن عثمان کو عائشہ کے پاس بھیجا گیا تاکہ ان کے بارے میں حکم حاصل کیا جائے، عائشہ نے بھی انکے قتل کا حکم دیا اور کہا:

اے ابان، عثمان ابن حنیف کو اپنے باپ کے انتقام میں قتل کر ڈالو اور اپنے باپ کا انتقام اس سے لے لو۔ جس وقت عثمان ابن حنیف کے فرمان قتل کی اطلاع لوگوں کو ہوئی تو ایک عورت عائشہ کے پاس آکر بولی۔

اے ام المومنین تمہیں خدا کی قسم ہے عثمان ابن حنیف کا احترام کرو کیونکہ وہ رسول خدا (ص) کے صحابی اور ساتھی ہیں اس بات کو نظر انداز نہ کرو اور ان کے قتل سے باز آؤ۔

عائشہ پر اس عورت کی بات کا اثر ہوا اور حکم دیا کہ ابان کو واپس لایا جائے ابان دوبارہ عائشہ کے پاس آئے تو عائشہ نے اس سے کہا: کہ ابان قتل عثمان سے باز آؤ اور انہیں قید خانے میں ڈال دو۔

ابان نے کہا: اے عائشہ، اگر میں جانتا کہ تم عثمان کے معاملہ میں تخفیف کا حکم دو گی اور ان کے قتل کو قید سے بدل دو گی تو میں واپس نہیں آتا، کیا میں تمہارے پہلے حکم کو نافذ کر دوں اور اپنے باپ کے انتقام، میں اسکی گردن مار دوں۔

اس موقع کے مطابق نظریہ و صلاح مجاشع ابن مسعود چالیس تازیانہ عثمان ابن حنیف کے بدن پر لگایا گیا، ان کے سر اور ڈاڑھی کو چھیل ڈالا گیا ان کی حالت قابل رحم ہو گئی اور اس کے بعد انہیں قید خانے میں ڈال دیا گیا (۱)

مشہور مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ :

گورنر کے قصر پر حملہ کر کے عثمان کو گرفتار کیا گیا پھر عائشہ کا لشکر بیت المال کی طرف حملہ اور ہوا اور جو کچھ اس میں تھا مال غنیمت کی طرح لوٹ لیا، اس طرح عائشہ کے لشکر نے پہلی جنگ جیت لی، اور شہر بصرہ کی حکمرانی (بیت المال اور شہر کے تمام اختیارات ان لوگوں کے زیر نگیں آگئے)۔

۱۔ طبری ج ۵ ص ۱۸۲

دوسری جنگ شروع ہوئی

طبری کا بیان ہے: عثمان بن حنیف کی گرفتاری کا واقعہ جب حکیم بن جبلیہ کو معلوم ہوا ، جو بصرے کے معزز اور مشہور بزرگ تھے (۱) بصرے کے بکر بن وائل اور عبد قیس قبیلے کے افراد کو لیکر عبد اللہ بن زبیر کے پاس گئے ، اور ان سے درخواست کی کہ جس صلحنامہ کے مضمون کی مخالفت کر کے توڑا گیا ہے اسے نافذ کیا جائے اس کے مطابق عثمان بن حنیف کو قید خانے سے نکال کر گورنر ہائوس میں پہنچایا جائے ، تاکہ جب تک حضرت علی (ع) ائیں حکومت بصرہ انہیں کے اختیار میں رہے ۔

حکیم بن جبلیہ نے آخر میں کہا ، اے عبداللہ ، خدا کی قسم اگر میں کچھ مدد گار فراہم کر سکتا تو تمہاری اس عہد شکنی اور بے گناہ مسلمانوں کے قتل پر تم سے سخت جنگ کر کے مقتولوں کا انتقام لے لیتا ، اے عبداللہ ، اب تمہارا خون بہانا ہمارے اوپر حلال اور مباح ہو گیا ، کیونکہ تم نے ہمارے بے گناہ مسلمان بھائیوں کو قتل کر کے انکا خون زمین پر بہایا ہے ، اے عبداللہ ، تم خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے کہ اتنے مسلمانوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا ، ان کا خون زمین پر بہا دیا ؟

عبداللہ بن زبیر نے کہا : اے حکیم ہم نے انہیں قتل عثمان کے بدلے میں قتل کیا ہے ، ان کا خون عثمان کے خون کے بدلے بہایا ہے ۔

حکیم نے کہا ، اے عبداللہ ، خدا سے ڈرو ، اسکے غضب کا خوف کرو ، کیونکہ ان میں سے ایک بھی قتل عثمان میں شریک نہیں تھا نہ ان کا قاتل تھا ۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا : اے حکیم ، ہماری آخری بات

یہی ہے کہ عثمان بن حنیف جب تک خلافت علی کی بیعت گردن سے نہ اتارے ان سے بیزاری کا اظہار نہ کرے ، اسے قید خانے سے آزاد نہیں کیا جائے گا ۔

۱۔ حکیم بن جبلمہ مرد صالح اور متدین تھے عبد قیس گروہ کے رئیس و سردار بھی تھے بعض مورخوں کے مطابق وہ صحابی رسول بھی تھے ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۹

۴۳

اس وقت حکیم نے ، اسماں کی طرف رخ کر کے کہا: اے دادگر خدا ، تو گواہ رہنا کہ جو کچھ لازمی اور ضروری موعظہ تھا میں نے ان لوگوں کے گوش گزار کر دیا لیکن میری نصیحت نہیں سنی (اللہم انک حکم عدل فاشہد)

اسکے بعد حکیم نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا ، اب میں اپنی تکلیف یہی سمجھ رہا ہوں کہ ان لوگوں سے جنگ کروں اب جو بھی تم میں سے تکلیف جنگ کا قائل نہ ہو وہ مجھ سے علحدہ ہو جائے ، یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ لشکر عائشہ پر حملہ کر دیا ، اسطرح لشکر عائشہ اور حکیم کے ساتھیوں کے درمیان خونریز جنگ ہوئی ، حکیم جنگ کر رہے تھے کہ عائشہ کے ایک فوجی نے موقع پا کر اپ کی پنڈلی پر تلوار ماری ، حکیم کا پیر پنڈلی سے کٹ گیا ، اور زمین پر گر پڑے ، حکیم نے اپنی وہی پنڈلی اپنے ہاتھ میں لیکر تیزی سے اس پر پڑے ، اپنے کٹے پیر کو اسکی گدی پر اسقدر زور سے مارا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا ، حکیم نے خود کو کشاں کشاں ، اپنے کٹے پائوں کے ساتھ جا کر اپنے کو اس پر ڈال دیا ، پھر اسے قتل کر کے لاش پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے ، اسی وقت ایک راہگیر نے پوچھا ، اے حکیم ، کس نے تمہیں یہ برے دن دکھائے ؟

فرمایا: یہی شخص جو میرے نیچے ہے۔

لیکن یہ زخم اتنا کاری اور موثر تھا کہ تھوڑی دیر بعد اپکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی (۱) طبری کا بیان ہے ، لشکر عائشہ نے حکیم کے قتل کے بعد دوبارہ عثمان بن حنیف کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ۔

عثمان نے کہا کہ تم جانتے ہو میرے بھائی سہل بن حنیف مدینے کے حاکم اور گورنر ہیں ، اگر تم نے مجھے قتل کیا تو وہ بھی تمہارے رشتہ داروں کو مدینے میں قتل کر دیں گے ، یہی وجہ ہوئی کہ وہ لوگ قتل سے باز آئے اور انہیں آزاد کر دیا (۲)۔

۱_ طبری ج ۵ ص ۱۸۲ ، استیعاب شرح حال حکیم بن جبہ
۲_ طبری ج ۵ ص ۱۸۱

داخلی جنگ شروع ہوگئی

لشکر عائشہ پہلی اور دوسری جنگ میں فتح مند رہا ، شہر بصرہ کو بر لحاظ سے اپنے قبضے میں کر لیا ، لیکن اسی کے بعد شدید اختلاف اور داخلی جنگ شروع ہو گئی ، کیونکہ

طلحہ کی کوشش تھی کہ اس فتح کے بعد پہلی نماز کی امامت اور پیشنمازی ان کے حوالے ہو ، کیونکہ یہ پیشنمازی خلافت کی نشانی بھی سمجھی جاتی تھی ، زبیر بھی اسی کوشش میں تھے کہ یہ مرتبہ و مقام وہ خود چھپٹ لیں ، اس طرح ان دونوں میں سخت اختلاف اور کشاکش پیدا ہو گئی کہ محراب اور پیشنمازی کیسے حاصل کی جاسکے ، یہ معاملہ اتنا کھنچا کہ قریب تھا وقت نماز بھی نکل جائے ، چنانچہ مسلمانوں کی آوازیں ہر طرف سے بلند ہونے لگیں ، الصلاة الصلاة ، اے اصحاب رسول نماز پڑھو ، کہیں نماز

کا وقت نہ نکل جائے۔

لیکن ان دونوں میں اختلاف بڑھتا ہی چلا گیا ، یہاں تک کہ خود عائشہ نے مداخلت کی اور حکم دیا کہ طلحہ و زبیر محراب پیشنمازی سے الگ رہیں ، ایک دن طلحہ کے فرزند محمد نماز پڑھائیں اور دوسرے دن زبیر کے فرزند عبداللہ نماز پڑھائیں۔

صاحب طبقات کا بیان ہے :

اس طرح عائشہ کی پیشکش کے باوجود اختلاف ختم نہیں ہوا کیونکہ اب یہ جھگڑا شروع ہوا کہ ان دونوں میں پہلے کون پیشنماز بنے دوبارہ ایسا شدید اختلاف ہوا کہ ہر ایک اپنے کو محراب تک لے جانا چاہتا تھا ، اور دوسرا اپنی کوشش کرتا تھا اس مشکل کو قرعہ اندازی کے ذریعے حل کیا گیا۔

اسی نماز میں محمد بن طلحہ نے سورہ سال سائل بعداب واقع کی تلاوت کی اس تلاوت کا مقصد یہ تھا کہ وہ عبداللہ پر طعن کر رہے کہ ان کا غرور ٹوٹ گیا ، کامیابی ان کے نصیب میں رہی (۱)

صاحب اغانی کہتا ہے طلحہ و زبیر اور ان کے بیٹوں کی پیشنمازی کے واقع کو ایک شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

نباری الغلاما اذ صلیا
و شح علی الملك شیخاھما
و مالی و طلحہ و ابن الزبیر
و هذاذی الجذع مولاھما

۱۔ طبقات ج ۵ ص ۳۹

۴۵

فامہما الیوم غیرتھما
ویعلی بن امیہ دلاھما

ترجمہ: یہ دونوں پیشنمازی کے لئے محراب میں
جھگڑا کر رہے ہیں، اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ
دونوں حکومت کے حریص ہیں۔

ان دونوں کے باپ طلحہ و زبیر بھی حد سے زیادہ
حکومت کے حریص ہیں مجھے طلحہ و زبیر سے کیا
سروکار؟

کیونکہ ان دونوں کے امام حضرت علی (ع) تو ہمارے
دسترس میں ہیں، طلحہ و زبیر کو ان کی ماں نے دھوکہ
دیا، اور یعلیٰ بن امیہ نے ان دونوں کو ورطہء ہلاکت اور
بد بختی کا راستہ دکھا یا (۱)۔

جب حقیقت روشن ہوئی

طبری نے جون بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ :

میں زبیر کے پاس تھا اتنے میں ایک سوار نے اکر کہا:

اے امیر اپ پر سلام

زبیر و علیک السلام

گھوڑے سوار نے کہا، اے امیر، حضرت علی کا
لشکر فلاں جگہ پہنچ چکا ہے، لیکن وسائل جنگی کے
اعتبار سے بہت مفلس ہے، تعداد بھی بہت کم ہے،
ان سب کے دل میں خوف بھرا ہوا ہے، سبھی مرعوب
ہیں۔

وہ جیسے ہی گیا ایک دوسرے سوار نے اکر کہا :

اے امیر، اپ پر سلام

زبیر، و علیک السلام

سوار نے کہا: اے امیر حضرت علی (ع) کا لشکر فلاں
جگہ ٹھہرا ہوا ہے، لیکن انہوں نے اپ کے لشکر اور

وسائل جنگی کا حال سنا تو انکے دل خوف سے
دھڑکنے لگے ، وہ اسی راستے سے واپس چلے گئے
جس سے ائے تھے ۔

۱۔ اغانی نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے ، مسعودی نے بھی اختلاف
پیشنمازی کو لکھا ہے

۴۶

زبیر نے کہا : خاموش ہو جا ، تو کیا کہہ رہا ہے؟ تیری
باتوں سے چاپلوسی اور جھوٹ ظاہر ہو رہا ہے ، کیونکہ
اگر علی ایک ڈنڈے کے سوا بھی کوئی اسلحہ فراہم نہ
کر سکیں تو اسی ڈنڈے سے جنگ کرنے چلے آئیں گے
، اپنے راستے سے پلٹیں گے نہیں ۔

جون بن قتادہ کا اگے بیان ہے کہ: حضرت علی (ع) کا
لشکر بصرہ کے نزدیک پہنچ چکا تھا ، ایک اور سوار زبیر
کے پاس آکر بولا :

اے امیر اپ پر سلام :

زبیروعليک السلام :

سوار ، اے امیر ، حضرت علی (ع) کا لشکر تیزی
سے اپکی طرف بڑھتا اربا ہے ، ان کے ساتھ عمار بھی
ہیں ، میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان
سے بات کی ہے

زبیر ، تمہیں دھوکہ تو نہیں ہوا ؟ عمار کو علی کے
لشکر میں نہیں ہونا چاہیئے ۔

سوار ، اے امیر ، خدا کی قسم ، مجھے کوئی دھوکہ
نہیں ہوا ۔

واقعی عمار یاسر حضرت علی (ع) کے لشکر میں

ہیں۔

زبیر ، خدا کی قسم ، خدا عمار کو علی کے لشکر میں نہ قرار دے۔

سوار ، اے امیر ، خدا گواہ ہے کہ وہ انکے لشکر میں موجود ہیں۔

آخر کار زبیر جتنا انکار کرتے رہے وہ سوار اتنا ہی زیادہ اصرار کے ساتھ کہتا رہا کہ عمار یاسر حضرت علی کے لشکر میں ہیں۔

زبیر نے جب سوار کا اصرار دیکھا تو قریب کے ایک شخص کو حکم دیا کہ حضرت علی کے لشکر میں جا کر واقعہ کی نزدیک سے تحقیق کرے۔

جون بن قتادہ کا بیان ہے ، وہ شخص گیا اور دیر نہیں گزری کہ واپس آکر بولا :

اے زبیر ، خدا کی قسم ، اس نے جو کہا تھا صحیح تھا ، میں نے بھی عمار کو حضرت علی (ع) کے لشکر میں دیکھا ہے۔

بس یہیں پر زبیر کے سامنے حقیقت روشن ہو گئی ، وہ بے اختیار چیخ پڑے ، ہائے میری کمر ٹوٹ گئی ، میں

۴۷

نے دھول چاٹ لی۔

(یا جدع انقاہ یا قطع ظہراہ) ان کے جسم میں ایسی تھرتھری پڑ گئی کہ جسم کا اسلحہ حرکت کر رہا تھا۔

جون کہتا ہے: میں نے یہ منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ، اور میں خواب غفلت سے بیدار ہو گیا ، میں

نے دل میں کہا :

مجھ پر افسوس ہے ، میں چاہتا تھا کہ اس شخص کی رکاب میں جنگ کروں ، اسکے لئے جان دیدوں ، حالانکہ وہ خود اپنے کو باطل کے راستے پر سمجھ رہا ہے ، لازمی طور سے اس نے رسول خدا سے اس بارے میں کوئی بات سنی ہوگی ، تبھی اسکے جسم میں لرزہ ہے (۱)

(جی ہاں ، رسول (ص) خدا نے عمار کو حق کے میزان و معیار کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا کہ جدھر عمار ہوں گے ادھر ہی حق بھی ہوگا ، یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کے لشکر میں عمار یاسر کی موجودگی سے تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے)

طلحہ و زبیر اپنے مقصد میں مشکوک تھے

طبری نے عوف اعرابی کا بیان نقل کیا ہے :

طلحہ و زبیر مسجد بصرہ میں تھے ، اتنے میں ایک شخص اکر ان دونوں سے بولا

تمہیں خدا کا واسطہ ، کیا تم دونوں کو اس جنگ کے بارے میں رسول (ص) خدا نے کوئی حکم دیا تھا؟

چونکہ طلحہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا ، اسلئے تجاہل برتنے لگے ، وہ مسجد میں چلے گئے ۔

پھر اس شخص نے زبیر کی طرف رخ کر کے یہی سوال کیا اے زبیر کیا اس جنگ کے بارے میں رسول خدا (ص) نے تمہیں کوئی حکم دیا تھا ، یا تم نے اپنی خواہش سے یہ اقدام کیا ہے ؟

زبیر نے کہا ، نہیں ، اس بارے میں ہمیں رسول(ص) خدا نے کوئی حکم نہیں دیا تھا ، میں بصرہ میں اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے بصرہ کے بیت المال میں بے

حساب دولت اور پیسہ جمع ہو گیا ہے ، اسمیں ہم بھی حصہ دار بن سکیں ۔ طبری نے اس قصے کو نقل کرنے کے بعد زبیر کے خاص غلام اور پیشکار ابو عمرہ کا بیان بھی اسی مفہوم کا نقل کیا ہے ، پھر طبری لکھتا ہے کہ : جب بصرہ والوں نے طلحہ و زبیر کی بیعت کر لی تو زبیر نے بصرہ والوں کے سامنے تقریر کی ۔ اگر اسلحوں سے

۱۔ طبری ج ۵ ص ۲۵۰

۴۸

اراستہ ایک ہزار افراد میرا ساتھ دیں تو میں ہرگز علی کو موقع نہ دوں کہ بصرہ میں داخل ہو سکیں ، ایک ہی شب خون میں ان کی فوج کو ختم کر دوں ، لیکن بصرے کے کسی شخص نے بھی جواب نہیں دیا ، نہ انکی تائید کی ، زبیر نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا :

اے لوگو یہ وہی فتنہ و فساد ہے جسکے بارے میں رسول خدا(ص) برابر ہمارے گوش گزار کرتے تھے ، ہمیں اس سے روکتے رہتے تھے ۔

ابو عمرہ کا بیان ہے : میں نے زبیر پر اعتراض کرتے ہوئے کہا اے زبیر ، جب تم اپنے اس عمل کو تباہی و فساد سمجھ رہے ہو ، اسے فتنہ کہہ رہے ہو تو ادھر دوڑ کر کیوں اگئے ہو ؟

زبیر نے کہا : چپ ہو جا ، ہم اگر چہ دوسروں کو راستہ بتا رہے ہیں لیکن خود اپنے راستے کے بارے میں حیران و سرگرداں ہیں ، اس اقدام کے بارے میں مشکوک ہیں (انانصر ولانصر)

ہاں ، میں نے اپنی زندگی میں جب بھی کوئی اقدام کیا اسکے انجام کے بارے میں خوب سوچ سمجھ لیا

تبھی اقدام کیا لیکن اس کام کے بارے میں ہمیں انجام
کی کوئی خبر نہیں (۱)

اسکے بعد طبری نے علقمہ بن وقاص کا بیان نقل کیا
ہے (۲) جس زمانے میں طلحہ ، زبیر اور عائشہ حضرت
علی سے جنگ کرنے کیلئے بصرہ کی طرف بڑھ رہے
تھے ، میں طلحہ کی روش و رفتار کا گہری نظر سے
مطالعہ کر رہا تھا میں نے ہمیشہ پریشان اور متفکر ہی
دیکھا ، اکثر وہ تنہائی میں بیٹھے رہتے ، گریبان میں منہ
ڈالے سوچتے رہتے ، ایک دن میں نے ان سے پوچھا _

اے طلحہ ، آپ اتنے فکر مند کیوں ہیں؟ کیا وجہ ہے
کہ آپ اسقدر پریشان نظر آ رہے ہیں؟ اگر علی سے جنگ
پسند نہیں تو لشکر سے علحدہ ہو جائیے ، اپنے گھر
واپس جائیے _

طلحہ نے جواب دیا ، اے علقمہ ، ایک دن تھا کہ ہم
تمام مسلمان دشمن کے مقابلے میں ایک دل اور ایک
زبان تھے ، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ہم
مسلمان ہی دو مخالف گروہ کی شکل میں آمنے
سامنے ہو رہے ہیں ،

۱_ طبری ج ۵ ص ۱۸۴
۲_ علقمہ بن وقاص لیثی زمانہ رسول میں پیدا ہوا ، جنگ خندق میں
شریک تھا عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں اس کا انتقال ہوا _ اسد الغابہ ج ۴
ص ۵۱

ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دے رہے ہیں۔

آخر میں کہا : اے علقمہ ، قتل عثمان کے سلسلے
میں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے ، جسکی تلافی
سوائے اسکے ممکن نہیں کہ میرا بھی خون ان کے
انتقام میں بہ جائے (۱)

یہ دونوں واقعہ جنہیں میں نے معتبر مدارك سے نقل کیا ہے اچھی طرح واضح کرتے ہیں کہ طلحہ وزیر اپنے اقدام میں مشکوک تھے ، اپنے مقصد و ہدف پر ان کا ایمان و عقیدہ نہیں تھا ، اپنے اقدام کو شك و تردید کی نگاہ سے دیکھتے تھے ، اس کے خطر ناک انجام سے ہر اسان تھے ، کبھی کبھی وہ اپنے شك و تردید کا بے اختیارانہ اظہار بھی کر دیتے تھے ۔

لیکن اس کے بر خلاف امیر المومنین اپنے مقصد و ہدف پر کامل ایمان رکھتے تھے ، اپنے خطبوں میں فرماتے تھے ، بھر پور یقین ہے کہ اس جنگ میں خداوند عالم میرا مددگار ہوگا ، وہ مجھے اسمیں کامیاب قرار دیگا ، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس جنگ میں بے گناہ اور حق پر ہوں ، اپنے اقدام پر ذرا بھی شك نہیں (وانی لعلی یقین من امری و فی غیر شبہة من دینی)

اپ فرماتے تھے (وان معی بصیرة)مجھے اپنے اقدام کی پوری بصیرت ہے ۔

عائشہ کے پاس دو خط

۱۔ زید ابن صوحان کو خط

طبری نے مجاہد ابن سعید سے نقل کیا ہے کہ عائشہ نے زید ابن صوحان کو خط لکھا جو عالم اور پر بیز گار اور صحابی رسول تھے ، خط کا مضمون یہ تھا ۔

یہ خط بے زوجہ رسول عائشہ بنت ابوبکر کا اپنے نیک فرزند زید ابن صوحان کو پیارے فرزند میں تم سے ہر قسم

۱۔ طبری ج ۵ ص ۱۸۳ ، مستدرک ج ۳ ص ۳۷۲ ، یہاں طلحہ نے قتل عثمان میں شرکت کا خود ہی اعتراف کیا ، پھر وہ حضرت علی سے خون عثمان کا مطالبہ کیوں کر رہے ہیں

کے مدد کی امید رکھتی ہوں ، جیسے ہی یہ خط پہنچے تو میرے پیارے نصرت و مدد کیلئے میری طرف تیزی سے آئو ، اور اگر میرا یہ مطالبہ قبول نہ کرو تو کم سے کم علی سے علحدہ رہو اور انکی مدد سے پرہیز کرو۔

زید نے عائشہ کو یوں جواب دیا :

یہ خط بے زید ابن صوحان (۱) کی طرف سے زوجہ ۷ رسول عائشہ بنت ابوبکر کو

اے عائشہ باں میں تمہارا وفادار اور فرمانبردار فرزند ہوں بشرطیکہ اس خطرناک اقدام سے باز آجائو اور جس راستے سے تم ا رہی ہو اپنے گھر واپس چلی جائو اور اگر میری پیکش قبول نہ کرو اور میری نصیحت نہ مانو تو صرف یہ نہیں کہ میں تمہارا فرزند نہیں ہوں گا ، بلکہ وہ پہلا شخص ہو گا کہ تم سے دشمنی کروں اور سخت جنگ کروں (۲)

اس خط کا اثر تھا کہ زید ابن صوحان نے عائشہ کے بارے میں شیریں اور تاریخی جملہ کہا تھا۔

خدا رحمت کرے عائشہ پر ، میرے ساتھ انہوں نے عجیب معاملہ کیا ان کی ذمہ داری تھی گھر میں بیٹھنا اسے ہمارے حوالہ کیا اور ہماری ذمہ داری بے جنگ و جہاد اسے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

۲۔ حفصہ کو خط

ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب عائشہ کو معلوم ہوا امیر المومنین کا لشکر ذیقار میں پہنچ گیا ہے تو ایک خط حفصہ

۱۔ زید ابن صوحان کی کنیت ابو سلمان یا ابو سلیمان تھی انہیں صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا مرد فاضل و تقویٰ شعار تھے اپنی قوم کے رئیس تھے ، صعصعہ اور سیحان بھی دونوں صوحان کے فرزند تھے اور زید کے بھائی تھے

منقول ہے کہ رسول خدا نے زید کے بارے میں فرمایا تھا ، زید کیا اچھا زید ہے ؟

جندب کیا اچھا جندب ہے ؟ جب رسول اللہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میری امت میں دو شخص خصوصی امتیاز سے سر فراز ہیں ، ایک زید جس کا ہاتھ اس کے دوسرے اعضاء سے پہلے جنت میں پہنچ جائیگا اور دوسرے جندب جو شمشیر (تلوار) کھینچے گا ، تو حق کو باطل سے الگ کر دیگا رسول خدا کی پیش گوئی کے مطابق زید ابن صوحان کا ہاتھ جنگ جلولہ میں کٹ گیا ، اور جندب نے بھی ایک جادو گر کو تلوار کی وار سے قتل کیا تھا

۲۔ اما بعد فانا ابنك الخالص ان اعتزلت هذا الامر و رجعت الى بيتك و الا فانا اول من ناك بذك ، طبری ، شرح نهج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱ عقد الفرید ، جمہرۃ رسائل العرب ج ۱ ص ۳۷۹

۵۱

بنت عمر کو جو رسول اللہ کی دوسری زوجہ تھیں لکھا

اے حفصہ ایک اچھی خبر اور بہت حیرت انگیز اطلاع تمہیں پہنچاتی ہوں ، علی اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے چلکر منزل ذیقار میں پہنچ گئے ہیں وہاں وہ میرے لشکر کی طاقت اور جنگی سازو سامان کے بارے میں سنکر بہت مرعوب اور خوفزدہ ہیں ، رعب کے مارے ان کا سر جھک گیا ہے اور ان کے پائوں نہیں اٹھ رہے ہیں۔

اج علی تھکے گھوڑے کی طرح اور خود باختہ ہیں کہ نہ وہ پیچھے بٹ سکتے ہیں کیونکہ ان کو پیر کٹنے کا ڈر ہے اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں کہ وہ قتل ہونے سے ڈر رہے ہیں۔

جب یہ خط حفصہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنی کنیزوں (نوکروں اور خاندان کی لڑکیوں) کو جمع کیا جمع کر کے حکم دیا کہ عائشہ کے خط کو گیت کے انداز میں پڑھیں اور ڈھول بجا کر اس طرح کہیں۔

مالخیر؟ مالخیر؟ علی فی الکفر کا لخرس الاشقر ان تقدم عقر و ان تاخر نحر

طلاق کی عورتیں اور لڑکیاں اور علی کے مخالفین

(جب ان سب نے یہ واقعہ سنا تو حفصہ کے گھر میں
اے اور ان لوگوں نے اس جشن میں شرکت کی)

حضرت امیر المومنین کی بیٹی ام کلثوم کو جب یہ
واقعہ معلوم ہوا تو اپنے سر پر اس طرح سے چادر ڈالی
کہ پہچان میں نہ آئیں ، اور کچھ عورتوں کے ساتھ حفصہ
کے گھر میں پہنچیں اور ایک گوشے میں بیٹھ گئیں ،
تھوڑی دیر کے بعد اپنے چہرے سے چادر ہٹائی ، جب
حفصہ کی نظر ام کلثوم پر پڑی تو بہت شرمندہ ہوئیں
اور اپنی اس نا زیبا حرکت پر اظہار ندامت کیا ۔

ام کلثوم نے کہا : اے حفصہ تم سے اور عائشہ سے
یہ کیا بعید ہے ، اج تم میرے باپ علی کی دشمنی اور
عداوت میں ایک دوسرے کی مدد کر رہی ہو ، اسی طرح
تم نے رسول اللہ کو تکلیف پہنچانے میں ایک دوسرے کی
مدد کی تھی ، یہاں تک کہ تمہاری مذمت اور ملامت
میں قرآن کا ایک پورا سورہ نازل ہو گیا (۱) حفصہ نے کہا:
اے ام کلثوم خدا تم پر رحم کرے مجھے معاف کرو ، اس
سے زیادہ میری ملامت نہ کرو ، اس کے بعد حکم دیا
کہ ام کلثوم کے سامنے عائشہ کا یہ خط پھاڑ ڈالو (۲)۔

۱۔ ان کی مراد سورہ تحریم سے ہے ، یہ سورہ عائشہ اور حفصہ کے
بارے میں نازل ہوا تھا " ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما و ان تظاہرا علیہ اس
آیت سے ان کی مذمت کی گئی'
۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۵۷

علی کا لشکر مدینے سے چلا

یہاں تک حضرت علی امیر المومنین کے مخالفوں کے حالات کو بیان کیا گیا تھا
اور یہ بتایا گیا تھا کہ یہ تمام گروہ آپس میں کس طرح مل کر ایک فوج کی شکل
میں انحضرت کے خلاف محاذ اراٹھی کیلئے آمادہ ہوئے اور اسی طرح اس کا نام
لشکر عائشہ رکھا گیا ، اور وہ مکہ سے شہر بصرہ کو قبضے میں کرنے تک کے
حالات بیان کئے گئے۔

اب موقعہ ہے کہ یہاں سے مدینہ چل کر علی کا پتہ لگائیں اور وہاں سے بصرہ تک پہنچنے کے حالات بیان کریں کہ کیا حالات پیش آئے۔

جس وقت حضرت امیر المومنین کے کان میں یہ بات پہنچی کہ عائشہ نے بغاوت کی ہے اور طلحہ و زبیر نے مخالفت پر کمر بستہ ہو کر عائشہ کی فوج کے ساتھ عراق کا رخ کیا ہے تو آپ نے تمام مہاجرین و انصار اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ مسجد مدینہ میں جمع ہوں۔

آپ نے یہ تقریر فرمائی

اے لوگو عائشہ نے میری مخالفت کا پرچم لہرایا ہے اور میرے خلاف لشکر ترتیب دیا ہے اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف جا رہی ہیں ، طلحہ و زبیر نے بھی میری بیعت توڑ کر عائشہ کی مدد کرنے کا بیڑا اٹھا یا ہے ، کیونکہ طلحہ ان کے چچیرے بھائی ہیں اور زبیر بھی ان کی بہن کے شوہر ہیں ، طلحہ و زبیر اس بیعت شکنی اور مخالفت سے حکومت کی آرزو رکھتے ہیں ، اور انہوں نے خلافت و حکومت پر قبضہ کرنے کی لالچ کی ہے ، اگر وہ کامیاب ہو جائیں تو خلافت پر قبضہ کر لیں ، ان دونوں کے درمیان لازمی طور سے شدید اختلاف پیدا ہو گا ، کیونکہ ہر ایک اس خلافت کا خواستگار ہے ، اور اس مرتبہ تک پہنچنے کیلئے ایک دوسرے کی گردن مار دیگا (خون بہا دیگا) لیکن میں بھر پور یقین رکھتا ہوں کہ یہ دونوں اس مرتبہ تک نہیں پہنچیں گے اور نہ کامیاب ہونگے اور نہ خلیفہ ہو سکیں گے۔

اور یہ جو عائشہ ہے یہ شتر سوار عورت ، خدا کی قسم وہ اس سفر میں جو بھی پہاڑ یا صحرا کی طرح چل رہی ہے یا بیابان کا چکر لگا رہی ہے وہ صرف مخالفت حکم الہی اور معصیت کی راہ چل رہی ہے ، اپنے کو جرم اور گناہ سے الودہ کر رہی ہے ، وہ اس راہ میں اپنے کو اپنے ساتھیوں کو ہلاکت و بد بختی کے بہنور میں کھینچ رہی ہے ، ہاں ، خدا کی قسم ، اس جنگ میں

۵۳

لشکر عائشہ کا ایک تہائی حصہ قتل ہو جائے گا اور ایک تہائی فرار اختیار کریگا اور ایک تہائی بھی نادم و پشیمان ہو گا۔

اے لوگو یہ عائشہ وہی عورت ہے کہ جس پر حوا ب کے کتے بھونکیں گے (کہ

یہ واقعہ رسول خدا (ص) کی پیشگوئی کے مطابق عائشہ کے باطل ہونے پر اور گنہگار ہونے پر مضبوط دلیل ہے)

اب رہے طلحہ و زبیر ، خدا کی قسم وہ دونوں خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ باطل کیطرف جارہے ہیں اور معصیت و گناہ کا راستہ اپنا رہے ہیں ، انہیں یقین ہے کہ میری بیعت توڑنے اور مخالفت کرنے کیوجہ سے وہ گنہگار اور خطا کار ہیں ، واہ، وہ بھی کیسا عالم ہے جو اپنے ہاتھ میں علم و دانش کی مشعل لیکر بھی جہالت و نادانی کے بہنور میں بلاک ہو جائے اور بد بختی اس کا مقدر بن جائیگا ، اس کا علم و دانش اسے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے ، و ربّ عالم قتلہ جہلہ و معہ علمہ لا ینفعہ ، خداوند عالم میرے ساتھ ہے اور میرا مددگار ہے وہ مجھے کبھی نہ چھوڑے گا حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

اسکے بعد امیر المومنین کے اگے ارشاد فرمایا:

اے لوگو اگاہ ہو جائو کہ آج بہت بڑا فتنہ و فساد برپا ہو گیا ہے اس فتنہ کی سلسلہ جنبانی بھی وہی سرکش گروہ (فئہ باغیہ) کر رہا ہے ، جسکی رسول خدا نے بار بار خبر دی تھی ، اور ہمیں اس سے اگاہ کیا تھا ، آپ نے اس فتنے کی پیشگوئی مجھ سے فرما دی تھی۔

اے لوگو یہ ہمارے اوپر اور تمہارے اوپر لازم ہے کہ ان فتنہ پر دازوں اور باغیوں کو خاک چٹا دیں ان سب کو پچھاڑ دیں اور مسلمانوں کے درمیان سے بٹا کر فتنہ و فساد کو خاموش کر دیں ، کہاں ہیں حق اور حقیقت کے محافظ ، کہاں ہیں وہ غیرت مند اور با ایمان مرد۔

کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو حق و باطل سے ظالم اور مفسد کو عادل اور صالح کے درمیان امتیاز پیدا کردیں۔

اے لوگو میں نے قریش کے ساتھ کیا برائی کی ہے ؟ ہم سے مخالفت کا کیا حساب کتاب ہے کہ انہوں نے میرے خلاف یہ سب ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے ، خدا کی قسم میں بھی باطل کو پھاڑ کر اس کے پہلو سے حق کو ظاہر کر دوں گا باطل کے ضخیم پردوں کو پارہ پارہ کر دوں گا اور اس سے حق کا خوب صورت چہرہ نمایاں کر دوں گا ، اور قریش کو نالہ و زاری

میں مبتلا کر کے چھوڑوں گا ان سے کہہ دو جہاں تک وہ چاہتے ہیں بد بختی اور جہالت میں سر دھنتے رہیں اور اپنی ذلت و بے چاری پر روتے رہیں حضرت امیرالمومنین کی یہ پہلی تقریر اس طرح ختم ہوئی دوسرے اور تیسرے دن بھی لوگوں کو آمادہ کرنے کیلئے آپ نے اتشیں تقریر مسجد مدینہ میں فرمائی یہاں تک کہ آخری دن آپ نے اعلان جنگ کر کے لشکر تیار کیا پھر آپ نے حکم دیا کہ تیار ہو کر مدینہ سے کوچ کرو (۱)

مسعودی کا بیان ہے کہ: حضرت علی (ع) نے سہل ابن حنیف انصاری کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور مدینہ کے معاملات ان کے حوالے کئے ، پھر سات سو افراد کے ساتھ عراق کی طرف چل پڑے ان میں چار سو افراد ایسے تھے جنہیں مہاجر و انصار ہونے کا شرف حاصل تھا ستر وہ تھے جنہوں نے جنگ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ شرکت کی تھی ، انہیں بدری کہا جاتا ہے ، ان کے علاوہ بھی جو لوگ تھے ، صحابی تھے اور مسلمانوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے ، اس طرح علی ابن ابیطالب نے اپنے لشکر کو آمادہ کر کے پہلے مکہ کی راہ لی پھر عراق کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچے جس کو ربذہ کہا جاتا ہے (۲)

۱_ ارشاد شیخ مفید ص ۱۱۸ ، خبطہ ۱۰۲ ، ۱۰۳ ، ۱۰۷ _ نہج البلاغہ ایہا الناس ان عائشہ سارت الی البصرہ و معها طلحہ والزبیر وکل منہما یری الامر لہ دون صاحبہ ما طلحہ فا بن عمہا و اما الزبیر فختنتہا ، واللہ لو ظفر وا بما ارا د وا ، و لن ینالوا ذالک ابدأ ، لیضربن احدہما عنق صاحبہ ، بعد تنازع منہما شد ید ، واللہ ان راکبۃ الجمل الاحمر ، ما تقطع عقبہ ولا تحل عقدہ الا فی معصیۃ اللہ و سخطہ ، حتی تورد نفسہا و من معها موارد الہلکۃ ای واللہ لیقتلن ثلثہم ، و لیہربن ثلثہم و لیتوبن ثلثہم و انہا الی تنبحہا کلاب الحوائب و انہما لیعلمان انہما مخطئان و رب عالم قتلہ جہلہ و معہ علمہ ولا ینفعہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل _ و قد قامت الفتنۃ فیہا الفئۃ الباغیۃ این المحتسبوں؟ این المومنون؟ مالی و القریش؟ اما واللہ لا یقرن الباطل حتی یظہر الحق من خاصرتہ ، فقل لقریش فلتنضح ضجیحہا
۲_ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۶۷

لشکر علی (ع) ربذہ میں

امیر المومنین (ع) اپنے فوجیوں کے ساتھ پہلی منزل پر اترے جسے ربذہ کہا جاتا ہے وہاں آپ نے چند دن قیام فرمایا

عثمان ابن حنیف جو امام کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے (انہیں عائشہ کے لشکر نے اسیر کر کے ضرب و شتم کے ساتھ وہاں سے نکال دیا تھا) انہوں نے اپنے کو حضرت علی (ع) تک پہنچایا اور ملاقات کی۔

طبری نے عثمان ابن حنیف اور امیر المومنین کی ملاقات کا واقعہ محمد بن حنفیہ کے بیان کے مطابق نقل کیا ہے:

عثمان ابن حنیف جب بصرہ سے حضرت علی (ع) کی خدمت میں آئے اور ربذہ پہنچے تو ان کے سر اور چہرے کے بال اڑے ہوئے تھے جنہیں عائشہ کی فوج نے اکھاڑ دیا تھا ، عثمان اسی بیٹ کے ساتھ حضرت علی (ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غم و اندوہ کے ساتھ کہا ، اے امیر المومنین جس دن آپ نے مجھے بصرہ کی گورنری عطا کی تھی اس دن میں بوڑھا اور میری داڑھی بھری ، اور سفید تھی ، لیکن آج میں ایک نوجوان اور نابالغ کی صورت میں آپ کے پاس واپس آیا ہوں

حضرت علی (ع) نے فرمایا : اے عثمان صبر کرو کیونکہ خداوند عالم اس اذیت کے بدلے تم کو اچھی خبر عطا کریگا ، اس کے بعد امام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اے لوگو طلحہ و زبیر نے اپنی بیعت توڑ دی اور لوگوں کو میرے خلاف بغاوت پر ابھارا ، مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ انہوں نے ابوبکر و عمر کے ساتھ کیسے موافقت کی تھی اور ان دونوں خلیفہ کے فرمان پر گردن جھکا دی تھی ، لیکن آج وہ میری مخالفت پر آمادہ ہیں خدا کی قسم یہ دونوں اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ان دونوں خلیفہ سے کمتر نہیں ہوں ، اس کے بعد حضرت علی (ع) نے طلحہ و زبیر پر اس طرح بددعا کی

خدایا ان کا منصوبہ ملیا میٹ کر دے ان کے عمل کی بنیاد درہم برہم کر دے ،
خدایا ان کے کرتوتوں کی سزا جلد دیدے۔

اللّٰہم فاحلل ما عقد آولا تبرم ما احکما فی انفسہما (۱)

امیر المومنین نے وہیں سے کوفہ کے گورنر عبداللہ ابن قیس کو خط لکھا جو ابو موسیٰ اشعری کے نام سے مشہور تھے۔

اے ابو موسیٰ کچھ لوگوں نے میری بیعت توڑ دی ہے۔

میرے دوستوں اور ماننے والوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا ہے ، انہیں قتل کر ڈالا ہے ، اور اس طرح مسلمانوں کے درمیان عظیم فتنہ و فساد برپا کیا ہے ، انتظامی حالت اور امن و چین کو درہم برہم کر دیا ہے۔

اے ابو موسیٰ تم میری جانب سے حکمراں ہو ، تمہیں چاہیئے کہ حق کی راہ میں میرے مدد گار بنو ، جیسے ہی میرا یہ خط پہنچے تم کوفہ کے کچھ لوگوں کو تیار کر کے ہتھیار کے ساتھ میری طرف روانہ کرو ، تاکہ وہ لوگ اس حساس موقعہ پر میری مدد کریں ، اور ان ظالم اور بیعت شکن (اور فتنہ پرور لوگوں سے جنگ کر کے ان کی اوقات بتا دیں۔ والسلام

حضرت علی (ع) نے اپنے اس گورنر کے خط کے علاوہ بھی ایک خط کوفے والوں کو لکھ کر اپنی نصرت کی دعوت دی لیکن ابو موسیٰ نے امام کے خط پر کوئی توجہ نہیں دی ، اس نے صرف یہی نہیں کہ امام کے خط کا اثبات میں جواب نہیں دیا بلکہ کوفے والوں کو بھی امام کی مدد سے روکا ، حضرت علی (ع) کا خط جو لوگ لیکر گئے تھے وہ مایوس واپس آئے ، امیر المومنین نے ایک دوسرا خط ابو موسیٰ کو لکھا جس میں ابو موسیٰ کی سخت سرزنش کی اور ان کے نا شائستہ عمل کی مذمت کی۔

اس کے بعد حضرت علی (ع) ربذہ سے جو مکہ کے راستے میں تھا ، اپنے لشکر کے ساتھ عراق کی جانب متوجہ ہوئے اور آگے بڑھتے رہے۔ (۱۱)

لشکر علی (ع) ذی قار میں

حضرت علی (ع) اپنے لشکر کے ساتھ ربذہ سے چل کر دوسری منزل پر پہنچے جس کا نام ذیقار تھا ، وہیں آپ نے کوفے والوں کو دوسرا خط لکھا اور اپنے فرزند امام حسن کو مامور فرمایا کہ اہل کوفہ تک یہ خط پہنچا کر اس کے مضمون سے لوگوں کو مطلع کریں اور انہیں حضرت علی (ع) کی مدد پر آمادہ کریں۔

حضرت حسن مجتبیٰ (ع) کوفہ تشریف لیگئے اور اپنے والد ماجد کا خط کوفہ والوں کو سنا کر والد کی مدد کیلئے ابھارا۔ حضرت

حسن مجتبیٰ (ع) نے اپنا کام بخوبی انجام دیا اور بہت اچھا نتیجہ نکلا کیونکہ کوفے کے بہت زیادہ لوگوں پر امام کی تقریر کا اثر ہوا اور وہ لشکر حضرت علی (ع) کی طرف چل کر آپ کے لشکر سے مل گئے طبری نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کہ ابو لیلیٰ کا بیان ہے حضرت علی (ع) نے ایک خط کوفے والوں کو لکھا کہ:

بسم الله الرحمن الرحيم

کوفے والو میں چونکہ خدا و رسول کے بارے میں تمہارے عقیدے سے واقف ہوں اس لئے تمہیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں اور میں نے تمہاری طرف رخ کیا ہے تمہارے شہر کے قریب اچکا ہوں جو بھی میری نصرت کریگا ، وہ اپنی دینی ذمہ داری کو پورا کرے گا ، حق و عدالت کی نصرت کرے گا " فمن جاءني و نصرني فقد اجاب الحق و قضى الدين عليه _ ۱۔ (۱) "طبری ج ۵ ص ۱۸۶

ابو طفیل کا بیان ہے کہ: حضرت علی (ع) نے کوفے والوں کو خط لکھنے کے بعد مجھ سے پیش گوئی فرمائی کہ باشندگان کوفہ میں سے بارہ ہزار اور ایک شخص نے میرے خط کا مثبت جواب دیا ہے ، وہ میری نصرت کیلئے اریے ہیں۔

اسکے بعد ابو طفیل کہتا ہے:

جو لشکر کوفے سے آیا تھا اس کا اچھی طرح شمار کیا گیا ، ان کی تعداد بغیر کمی و زیادتی کے وہی تھی کہ جس کی امام نے پیشگوئی فرمائی تھی (۱)

ابن عبد ربہ کہتا ہے کہ کوفے کے لوگوں نے حضرت علی (ع) کی طرف بڑھتے ہوئے منزل ذیقار کی فوجی چھائونی میں اپنے کو پہنچا دیا ، امیر المومنین نے ان کے سامنے یہ تقریر کی

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد حمد و صلاة

اے لوگو جان لو کہ جن دنوں سارے جہان میں فتنہ و فساد پھیلا ہوا تھا اور خاص طور سے عرب پر فتنہ کی حکمرانی تھی جبکہ انسان جنگ و خونریزی اور اختلاف کے پائوں تلے روندنا جارہا تھا ، جبکہ خوف اور اذیت کا چاروں طرف ڈیرا تھا، خدائے مہربان نے اپنے پیغمبر محمد مصطفیٰ (ص) کو سارے عالم کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا اور ان کے وسیلے

سے فساد و خونریزی کو ختم کیا ، نفاق کو مہربانی سے بدل دیا ، معاشرتی رخنوں اور طبقاتی اختلافات کا ان کے درمیان سے خاتمہ کیا ، خوف و خطر سے بھرے راستوں کو امن و امان بخشا ، پرانے کینہ و عناد کو جڑ سے اکھاڑ دیا ، پھر انہیں اس حال میں اپنی طرف واپس بلایا کہ اللہ ان کی کوششوں سے راضی تھا اور ان کے کارناموں سے خوشنود تھا ، اپنی بارگاہ میں وہاں بھی وہ محترم ہیں ، انہیں بہشت میں بہترین منزلت و مقام عطا کیا۔

لیکن افتاب نبوت کے غروب ہوتے ہی تمام مسلمانوں پر حوصلہ شکن مصیبت نازل ہو گئی جو اس قوم میں اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی۔

رسول خدا (ص) کے بعد ابو بکر نے لوگوں کے اختیارات کی زمام اپنے ہاتھ میں لی ، انہوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں اپنی حد بھر مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک برتا اور مسلمان بھی نسبتاً ان سے راضی تھے۔

ابو بکر کے بعد عمر کرسی حکومت پر بیٹھے اور انہوں نے ابو بکر کی روش اپنائی ، ان دونوں کے بعد عثمان حکومت و خلافت پر بیٹھے انہوں نے مسلمانوں کے اختیارات پر قبضہ کیا لیکن ایسی راہ و روش اپنائی کہ تمام مسلمان غم و غصہ میں بھر گئے ، یہاں تک کہ ان کے قتل کا ارادہ کیا اور آخر کار انہیں قتل کر ڈالا ، اس وقت تم لوگ میری طرف بڑھے اور مجھے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ اس خلافت کو قبول کرنے پر آمادہ کیا ، میں نے جتنا بھی اپنے کو بچانا چاہا تم نے ہاتھ پھیلائے میں نے جتنا ہاتھ کھینچا تم نے اتنا ہی مجھے اپنی طرف کھینچا ، میں نے بہت کہا کہ مجھے اس عہدے سے معذور رکھو تم نے اتنا ہی زیادہ سختی سے اصرار کیا تمہارا اصرار بڑھتا رہا ، تم نے کہا ہم آپ کے سوا اس عہدے کیلئے کسی کو بھی قبول نہ کریں گے ، ہم کسی دوسرے کے پاس نہیں جائیں گے۔

اے لوگو تم میری طرف یوں ٹوٹ پڑے جیسے پیاسہ اونٹ کسی چشمے کی طرف جاتا ہے اور شوق کے ساتھ والہانہ پن کے انداز میں اپنا منہ ڈال دیتا ہے تم اسی طرح میرے گھر پر بجوم کر کے آئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی کو قتل کرنا چاہتے ہو ، آخر کار تم نے ہمیں اتنا مجبور کیا کہ میں نے تمہاری

پیشکش قبول کر لی اور تم نے ہماری بیعت کر لی۔

طلحہ و زبیر نے میرے ہاتھ پر بیعت کا ہاتھ رکھا لیکن دیر نہیں گزری کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے بہانے مدینے سے نکل گئے ، لیکن وہ خانہ کعبہ کے بجائے بصرہ کی طرف چل پڑے ، وہاں انہوں نے فتنہ پھیلایا اور وہاں کے مسلمانوں کو اذیت دیکر بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا ، خدا کی قسم وہ لوگ بہتر جانتے ہیں کہ میں گذشتہ خلفاء سے کمتر نہیں ہوں۔

۵۹

پھر امام نے فرمایا : اگر میں حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھانا چاہوں تو اس سے بھی زیادہ کہہ سکتا ہوں ، حقائق کو روشن کر سکتا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے اسمان کی طرف رخ کیا اور فرمایا : خدا یا گواہ رہنا ، انہوں نے میرے احترام اور رشتہ داری کی رعایت نہیں کی میری بیعت کا عہد توڑ دیا ، لوگوں کو میری عداوت و دشمنی پر ابھارا۔

خدایا تو ہی ان کے منصوبوں کو ملیا میٹ کر اور جس قدر جلد ہو انکے برے کرتوتوں کی سزا دے (۱۱)

ذیقار میں حضرت علی (ع) کی دوسری تقریر

منزل ذیقار میں حضرت علی (ع) کے قیام کی مدت ختم ہوئی اور آپ نے اپنے لشکر کو وہاں سے اگے بڑھانا چاہا لیکن آپ نے مناسب سمجھا کہ چلنے سے پہلے ایک شعلہ بار تقریر کی جائے۔

ابن عبدالبر نے اس تقریر کو اس طرح نقل کیا:

اے لوگو اللہ نے ہر انسان پر جہاد واجب قرار دیا ہے کیونکہ جہاد کے ذریعہ سے دین خدا کی مدد ہوتی ہے ، اس کے بغیر دنیا و آخرت کے امور اصلاح پذیر نہیں ہوتے ، اے لوگو ، میں آج چار شخصیتوں کے مقابل کھڑا ہوں جو ایک دوسرے کے معاون بن گئے ہیں۔

طلحہ بہت پست اور لوگوں میں سب سے سخی انسان

زبیر اپنے وقت کا بہادر ترین انسان

عائشہ۔ مسلمانوں میں جن کی بات سب سے زیادہ مانی جاتی ہے

یعلیٰ بن امیہ۔ یہ بھی بہت بڑا فتنہ پرداز شخص ہے

خدا کی قسم ، میرے بارے میں ان لوگوں کا اعتراض صحیح نہیں ہے ، کیونکہ میں نے کوئی بھی ناپسندیدہ کام

۱۔ عقد الفرید ج ۴ ص ۳۱۸

۶۰

انجام نہیں دیا ہے ، نہ مسلمانوں کے مال کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے ، نہ اپنے خواہش نفس کی پیروی کی ہے اے لوگو ان لوگوں نے مجھ سے اس حق کا مطالبہ کیا ہے جسے انہوں نے خود کھودیا ہے ، جس خون کو انہوں نے بہایا ہے اس کا انتقام مجھ سے لینا چاہتے ہیں ، ہاں خدا کی قسم ، انہیں کے ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہیں ، ان کے قتل میں میں ذرہ برابر بھی شریک نہیں ہوں ، وہی لوگ ہیں جنہیں رسول (ص) خدا نے باغی گروہ (فتنہ باغیہ) قرار دیا ہے ، انہیں ظالم قرار دیا ہے اور انہیں سرکش قوم میں شامل کیا ہے۔

ہاں ، کون سا ظلم اس سے بڑھ کر ہوگا کہ عثمان کو خود انہوں نے قتل کیا لیکن ان کے خون کا بدلہ بے گناہوں سے لے رہے ہیں اور ان سے کہ جو قتل میں شریک نہیں تھے

کون سی سرکشی اس سے بڑھ کر ہوگی کہ انہیں میری عدالت و لیاقت کا اعتراف بھی ہے ، انہوں نے میری بیعت کی اور بار بار مجھ سے عہد کیا لیکن اپنا عہد توڑ دیا اور بیعت ختم کر دی

صرف میرے دل کو یہ سونچ کر سکون ملتا ہے کہ ان پر خدا کی حجت تمام ہوگئی اور خدائے دانا ان کی خائن نیتوں سے آگاہ ہے۔

خدا کی قسم طلحہ زبیر عائشہ یہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ حق میرے ساتھ ہے اور وہ باطل کی راہ پر ہیں لیکن اس کے باوجود میں ان لوگوں کو حق و عدالت کی پیروی اور صلح و صفائی کی دعوت دوں گا ، اگر انہوں نے میری دعوت قبول کی تو میں بھی انہیں معاف کر دوں گا ، ان کی لغزش و جرم سے چشم پوشی برتوں گا ، اور اگر پھر بھی وہ سرکشی و تمرد پر آمادہ رہے تو ان کا جواب

تیز تلوار سے دونگا ، کیونکہ تلوار ہی حق کی سب سے بڑی مددگار اور باطل کو ملیا میٹ کرنے والی ہے (۱۱)

لشکر علی (ع) زاویہ میں

حضرت علی (ع) ذیقار سے چل کر بصرہ کے نزدیک اس مقام پر پہنچے جسے زاویہ کہا جاتا تھا وہاں آپ نے کچھ دن قیام فرمایا ، اس تیسری منزل پر بھی حضرت علی (ع) کی چھائونی میں کچھ واقعات پیش آئے۔

_استیعاب حالات طلحہ ، عقد الفرید ، تاریخ جنگ جمل اغانی ج ۱۱ ص ۱۱۹

۶۱

منجملہ یہ کہ حضرت علی (ع) نے یہاں سے ایک خط اپنے مخالف سرداروں کو لکھا:

سبط ابن جوزی نے اس خط کا مضمون نقل کیا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ خط ہے امیر المومنین کی طرف سے طلحہ ، زبیر اور عائشہ کی طرف ، تم لوگوں پر سلام

اے طلحہ اے زبیر تم خود جانتے ہو کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں تھی لیکن لوگوں نے حد سے زیادہ اصرار کیا اور مجھے اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے پر آمادہ کیا اور میں نے یہ سنگین ذمہ داری یعنی خلافت کو قبول کر لیا ، اور تم دونوں نے بھی اپنی باپیں پھیلائے خوش و خاطر کے ساتھ میری بیعت کی ، آج میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں وضاحت چاہتا ہوں کہ اگر تمہاری بیعت اس دن خوشی کی خاطر سے نہیں تھی تو کیوں آج پیمان شکنی کر رہے ہو ، اپنی بیعت توڑ رہے ہو۔

اللہ سے ڈرو ، اور بیعت شکنی کے گناہ سے توبہ کرو اگر تم نے خوشی سے میری بیعت کی تھی تو اس صورت میں مجھے تم پر اعتراض کا حق ہے کیونکہ معلوم ہونا چاہیئے کہ تم لوگ منافق ہو اور جس عمل پر تمہارا خود ایمان نہیں تھا اسے انجام دیا ، بظاہر مجھ سے موافقت کی اور باطن میں میری مخالفت کی اے طلحہ اے مہاجرین کی بزرگ فرد اے زبیر اے قریش کے بہادر اگر تم نے بیعت سے پہلے میری مخالفت کی ہوتی تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر اور ابرو مندانہ بات ہوتی

جو اج میری بیعت کر کے پیمان شکنی کے مرتکب ہو رہے ہو۔

اے عائشہ تو نے بھی حکم خدا کو پائوں سے روند ڈالا اپنے شوہر رسول خدا کے ارشاد اور حکم کو نظر انداز کیا کہ حکم خدا و رسول کے خلاف اپنے گھر سے باہر نکلی۔

تو ایسا کام کرنا چاہتی ہے جس کا تجھ سے کوئی تعلق نہیں اس کے باوجود تو سمجھتی ہے کہ اس طرح مسلمانوں میں صلح و صفائی پیدا ہوگی ، واہ ، تو بھی کس قدر دھوکے میں ہے اور حقیقت سے بہت دور نکل گئی ہے۔

اے عائشہ مجھے بتا ، عورتوں کو فوجی کارروائی سے کیا سرو کار؟ کہاں عورت اور کہاں مردوں کے ساتھ جنگ کیلئے نکلنا؟ اے عائشہ حقیقت یہ ہے کہ تو مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتی ہے اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانا چاہتی ہے۔

۶۲

اے عائشہ تو اپنے خیال میں عثمان کا انتقام لینے کیلئے اٹی ہے ، تجھے خون عثمان سے کیا سروکار تیرے لئے انتقام عثمان کا نعرہ زیبا نہیں کیونکہ وہ بنی امیہ کی فرد تھے اور تو خاندان تیم کی ہے ، کیا تو ہی نہیں تھی کہ کل ان کے قتل کا حکم دیا تھا؟ اور تو نے کہا تھا کہ اس احمق اور یہودی صفت شخص کو قتل کر ڈالو ، اسے قتل کر دو یہ اسلام سے پھر گیا ہے ، اج تو کس منہ سے اس کے انتقام اور طرفداری کیلئے کھڑی ہو گئی ہو۔

اے عائشہ ، خدا کا خوف کر اور اپنے گھر واپس جا ، اپنی غفلت کا پردہ چاک مت کر ، فاتقی اللہ و ارجعی الی بیتک و اسبلی علیک والسلام

یہ تھا اس مضمون خط کا خلاصہ جسے امیر المومنین نے بصرہ کے نزدیک منزل زاویہ سے عائشہ کے سرداران لشکر طلحہ و زبیر اور عائشہ کو لکھا یہ ، معقول اور جھنجھوڑ دینے والا خط ان لوگوں نے پڑھا لیکن ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ ان لوگوں نے جواب دیا۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ عائشہ نے اس خط کا یہ جواب دیا۔

اے ابو طالب کے فرزند ہمارا اقدام عتاب و ملامت سے گذر چکا ہے اور اب ہم

برگز تمھارا حکم نہیں مان سکتے تم سے جو بن پڑے کر ڈالو اور جو کچھ تمھارے قبضے میں ہو ہمارے لئے اٹھا نہ رکھو (۱)

تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ طلحہ و زبیر نے حضرت علی کا تحریری جواب نہیں دیا لیکن زبانی پیغام بھیجا کہ

اے علی تم نے بہت سخت و سنگین راہ اختیار کی ہے اس راستے پر چلنا اپنے لئے لازمی سمجھ رہے ہو ، اب ہمارے لئے بھی سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ تمھارا حکم مانیں اور تم اس کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہو گے ہم بھی تمھارا حکم نہیں مان سکتے۔

اے علی تم اپنے راستے پر چلو اور ہمارے بارے میں جو کچھ تم سے بن پڑے کر ڈالو

بہر صورت امیر المومنین نے پند و نصیحت پر مشتمل یہ خط صلح و صفائی کیلئے عائشہ کے سرداران لشکر کو لکھا تھا ، جو بے نتیجہ رہا ان لوگوں نے صلح و صفائی کی بات نہ سنی ، یہی وجہ تھی کہ آپ نے وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کیطرف کوچ کیا اور شہر بصرہ میں داخل ہو گئے۔

۱_ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۵۵ _ ۶۲ ، جمهرة رسائل العرب ج ۱ ص ۳۷۹ ، ترجمہ تعلیق اعثمی ص ۱۷۴

۶۳

قارئین کرام!

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا اس سے دونوں مخالف فوجوں کی تیاری اور بصرہ میں پہنچنے تک کے حالات کو کتب تاریخ اور معتبر ماخذ سے نقل کیا گیا ، اب بات کو یہیں پر ختم کرتے ہیں اور حادثہ جنگ جمل کو شروع سے بیان کرتے ہیں ، اس سلسلہ میں مشہور تاریخ نگار ابو مخنف کا بیان نقل کرتے ہیں جس کو عراق کے حالات و اخبار کی بہت اچھی اطلاع تھی اور اسے ماہر عراقیات کہنا زیادہ بہتر ہو گا۔

گورنر بصرہ کو طلحہ و زبیر کا خط

مشہور مورخ ابو مخنف (۱) اپنی مشہور کتاب تاریخ جنگ جمل میں لکھتا ہے:

طلحہ زبیر اور عائشہ بہت تیزی کے ساتھ بصرہ میں پہنچ گئے اور مقام حفر ابو موسیٰ پر وارد ہوئے جو بصرہ سے قریب تھا ، وہاں سے انہوں نے گورنر بصرہ عثمان ابن حنیف کو اس موضوع کا خط لکھا:

اے عثمان ہمارا ارادہ ہے کہ بصرہ میں داخل ہوں میرے انے سے بیشتر تم دارالامارہ کو خالی کر دو اور ہمارے لئے تیاری کرو ، اور تمہیں شہر کے اختیارات بھی ہمارے حوالے کر دینا چاہیئے اور اپنے کو گورنری کے عہدے سے علحدہ کر لو (ان داخل لنا دار الامارہ)

عثمان نے خط کے مضمون سے اخف ابن قیس کو باخبر کیا جو شیوخ بصرہ میں شمار کئے جاتے تھے اور عقل و دانائی میں مشہور ، تیز طرار تھے ، یہ خط دیکر ان سے کہا اے اخف طلحہ و زبیر کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچ چکا ہے انہیں لوگوں میں زوجہ رسول بھی ہیں لوگ ان کیلئے چاروں طرف سے سیلاب کی طرح ٹوٹے پڑ رہے ہیں ، اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے ؟

۱۔ ابو مخنف لوط کا بیٹا اور خاندان مخنف سے تھا جو ازدی گروہ سے تعلق رکھتا تھا خاندان مخنف حضرت علی کے دوستوں میں شمار کیا جاتا ہے ابو مخنف مرد فاضل محدث اور مورخ تھا اور اس سلسلے میں اس نے بہت زیادہ کتابیں لکھی ہیں اسکی ایک کتاب کا نام الجمل ہے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں جنگ جمل کی ساری داستانیں اسی کتاب سے نقل کیا ہے ابن ندیم کا بیان ہے کہ علماء کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ابو مخنف کو عراق کے حالات تمام مورخین سے زیادہ معلوم تھے جس طرح مدائنی کو خراسان و ہند و فارس کے حالات کی خصوصی مہارت تھی واقدی کو بھی حجاز کے حالات سے واقفیت تھی ، ابو مخنف نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی

۶۴

خف نے کہا: اے عثمان یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو قتل عثمان پہ ابھارا تھا اور ان کا خون بہایا اور آج بھی شرم و حیا سے بالائے طاق رکھ کر ہماری طرف اریے ہیں تاکہ خون عثمان کا ہم سے انتقام لیں ، اگر یہ مقصد لیکر ہمارے شہر میں آگئے تو اس شہر کے لوگوں میں اختلاف اور دشمنی پیدا ہوگی اور ہمیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیں گے ، ہمارا خون بہا دینگے۔

اے عثمان تم اس شہر کے گورنر ہو لوگ تمہارے مطیع و فرمانبردار ہیں تمہیں اس حساس موقعہ پر اپنی حیثیت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ، اعلان جنگ کر دو ، اور کچھ بصرے کے فوجیوں کو لیکر تیزی سے ان کی طرف جائو ، کیونکہ اگر تم نے انہیں موقعہ دیدیا اور وہ بصرہ میں آئے تو لوگ تمہاری اطاعت سے منحرف ہو

جائیں گے اور ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگیں گے۔

عثمان نے کہا اے اخنف میں بھی اس بات کو سمجھ رہا ہوں کہ ہماری بہتری جنگ کرنے میں ہے ، لیکن میں کیا کروں ؟ میں فتنہ و فساد سے ڈر رہا ہوں ، اور یہ کہ یہ فتنہ مجھ ہی سے شروع ہوگا یہ سونچ کر سخت خوفزدہ ہوں ، میں چاہتا ہوں کہ صلح و صفائی ہو جائے ، اور جب تک حضرت علی (ع) کا حکم نہ ائے میں کوئی اقدام نہ کر سکوں۔

اخنف کے بعد حکیم ابن جبہ عثمان کے پاس آئے ، عثمان نے لشکر عائشہ کے سرداروں کا خط ان کے سامنے رکھ دیا ، حکیم نے بھی اخنف کی رائے کی تائید کی اور عثمان کو عائشہ کے لشکر سے جنگ پر ابھارا ، حکیم نے بھی عثمان کا وہی جواب سنا جو اخنف سن چکے تھے ، حکیم نے جب اپنی پیشکش کا کوئی اثر نہیں دیکھا تو کہا:

اے عثمان اگر تم جنگ پر آمادہ نہیں ہو تو مجھے اجازت دو کہ میں اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ ان کے خلاف قیام کروں ، اگر ان لوگوں کو امیر المومنین کا حکم منوا سکوں اور ان کی بیعت کے تابع لاسکوں تو کیا اچھا ہے ، اور دیگر وہ نہ مانیں تو ہم تم سے مدد لئے بغیر ان لوگوں کے ساتھ جنگ کریں۔

عثمان نے کہا: اے حکیم میں جنگ اور قتل سے ڈرتا نہیں کہ اپنے کو الگ کر کے تم کو تمہارے حال پر چھوڑ دوں ، بلکہ میں بنیادی طور سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ اور فتنہ و فساد کو اچھا نہیں سمجھتا اور اس سے بھاگتا ہوں ، ورنہ میں خود اپنے دل و جان کے ساتھ جنگ پر اقدام کرتا اور اس راہ میں پیش قدمی دکھاتا۔

حکیم نے کہا ، ہاں ، صلح و صفائی تو اچھی ہے لیکن خدا کی قسم تم بھی جانتے ہو کہ اگر وہ لوگ بصرہ میں داخل

۶۵

ہو گئے تو لوگوں کا دل اپنی طرف موڑ لیں گے اور تم کو عہدے سے معزول کر دیں گے۔

لیکن حکیم نے جنگ کیلئے جس قدر اصرار کیا عثمان نے ان کی پیشکش نہیں مانی۔

امیر المومنین کا خط اپنے گورنر بصرہ کے نام

امیر المومنین ربذہ میں تھے کہ آپ کو خبر ملی کہ عائشہ کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچ گیا ہے آپ نے اپنے گورنر کو اس مضمون کا خط لکھا:

یہ خط بندہ خدا امیر المومنین علی کی طرف سے اپنے گورنر عثمان ابن حنیف کے نام

اے عثمان باغی اور ظالم نے اللہ سے عہد کیا پھر اپنا عہد توڑ دیا، اور اب ان کا رخ تمہاری طرف ہے، شیطان نے ان لوگوں کو اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ مرضیہ خدا کے خلاف اقدام کر رہے ہیں، لیکن خدا کا عذاب اس سے زیادہ درد ناک اور انتقام کا تازیانہ اس سے بہت سخت ہو گا۔

اے عثمان وہ لوگ بصرہ میں داخل ہوں تو انہیں حکومت وقت کی اطاعت اور میری بیعت کی دعوت دو اگر وہ اثبات و تائید میں جواب دیں تو ان کا احترام واجب ہے اور اگر تمہاری دعوت قبول نہ کریں (اپنی مخالفت میں مصر ہوں تو ان سے جنگ کرو تاکہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان حاکم ہو خدائے دادگر کا فیصلہ عادلانہ ہو گا) میں اس خط کو تمہارے پاس ربذہ سے لکھ رہا ہوں اور میں خود بھی تمہارے پاس بہت جلد پہنچوں گا۔ کاتب خط عبید اللہ ابن ابی رافع بتاریخ ۳۶ھ۔

(۱)

۱۔ عبید اللہ ابن ابی رافع مدینہ کے باشندے تھے ازاد کردہ رسول اللہ اور ان کے باپ کو بھی رسول نے ازاد کیا تھا حضرت علی نے انہیں اپنے خزانے کا انچارج اور منشی مقرر کیا تھا، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۵

۶۶

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: جب علی کا خط عثمان کے پاس پہنچا تو مشہور افراد ابوالاسود دثیلی (۱) اور عمران ابن حصین کو بلایا اور انہیں مامور کیا کہ جا کر لشکر عائشہ کے سرداروں سے ملاقات کریں اور ان کے بغاوت کی وجہ اور مقصد کو پوچھیں۔

ابو الاسود اور عمران حفر ابو موسیٰ میں واقع لشکر عائشہ کی چھائونی میں پہنچے پہلے انہوں نے عائشہ سے ملاقات کر کے گفتگو کی اور موعظہ و نصیحت کی۔

عائشہ نے کہا اچھا ہوتا تم لوگ طلحہ و زبیر سے ملاقات کرتے اور ان سے بھی گفتگو کرتے ، ابو الاسود اور عمران زبیر کے پاس گئے ان سے بھی گفتگو کی۔

زبیر نے کہا ہمارے اس قیام کا دو بنیادی مقصد ہے۔

۱_ انتقام خون عثمان ، ہم ان لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔

۲_ علی کو چاہیئے کہ خلافت سے معزول ہو جائیں اور مسلمانوں کی جماعت ، کسی دوسرے کو شوری کے ذریعہ سے منتخب کر لے۔

ان لوگوں نے زبیر کا جواب دیا:

جہاں تك انتقام خون عثمان کی بات ہے تو عثمان کو بصرہ والوں نے قتل نہیں کیا ہے کہ تم ان لوگوں سے انتقام لو۔

اے زبیر تم خود اچھی طرح جانتے ہو کہ قاتلان عثمان کون لوگ ہیں ؟ اور کہاں ہیں ؟

تم اور تمہارے ساتھی طلحہ نے اور عائشہ نے جو اج انتقام خون عثمان کا پرچم لہرا رہے ہو کل تم عثمان کے سخت ترین دشمن تھے اور تمہیں تھے کہ لوگوں کو ان کے قتل پر ابھار رہے تھے۔

۱_ ابو الاسود کا نام ظالم تھا وہ عمر و ابن سفیان ابن جندل کے فرزند تھے دثیلی قبیلہ دئل کی طرف منسوب ہے اور دئل قبیلہ کنانہ کی شاخ تھا وہ بزرگ تابعی تھے اور حضرت علی کے دوستوں میں شمار کئے جاتے تھے ، جنگ صفین میں علی کے ساتھ تھے امیر المومنین نے علم نحو اور قواعد زبان عربی پورے طور سے انہیں تعلیم کئے تھے ، انہوں نے اس کی شرح کر کے اسے ایک علمی بنیاد دیدی ، ابو الاسود نے ۸۵ سال کی عمر میں عمر ابن عبدالعزیز کے زمانے میں بصرہ میں وفات پائی فہرست ابن ندیم ص ۶۰ ، ۶۲ ، وفيات الاعیان ج ۲ ص ۲۱۶_ ۲۱۹

۶۷

اب رہ گئی حضرت علی کے معزول ہونے کی بات تو تم عہدہء خلافت سے کیسے معزول کر سکتے ہو ؟ اور ان کا مسلّم حق کیسے چھین سکتے ہو ؟ جبکہ تمہیں نے باہیں پھیلا کر خوشی خاطر کے ساتھ ان کی بیعت کی تھی تمہاری بیعت میں ذرا بھی زور زبردستی نہیں تھی۔

اے زبیر واقعی بہت تعجب کی بات ہے جس دن رسول (ص) خدارحمت حق سے ملحق ہوئے اور لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی تو نے ان کی بیعت کرنے سے انکار کیا تھا ، باتہ میں تلوارلیکر بھانج رہے تھے کہ خلافت کیلئے علی سے بہتر کوئی نہیں ، لیکن آج انہیں سے ایسی سخت مخالفت پر آمادہ ہو ، کہاں وہ طرفداری ؟ اور کہاں یہ دشمنی و مخالفت ؟

زبیر نے جب اپنے کو عثمان ابن حنیف کے نمائندوں کے سامنے زچ بوتے دیکھا اور اپنے کو لاجواب پایا تو کہا:

تم لوگ طلحہ کے پاس جائو انہیں سے بات کرو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔

ابو الاسود اور عمران طلحہ کے پاس گئے لیکن انہیں سخت مزاج اور فتنہ انگیز پایا انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کا مقصد صرف جنگ کی آگ بھڑکانا ہے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں وہ لوگ وہاں سے مایوس ہو کر عثمان ابن حنیف کے پاس واپس آگئے اور سارا واقعہ انہیں سنادیا۔

ابوالاسود نے اس سلسلے میں کچھ اشعار کہے ہیں:

یا بن حنیف قد اتیت فانفر
و طاعن القوم و جالد و اصبر
و ابرز لها مستلثما و شمر
اتینا الزبیر فدانى الکلام
و طلحہ کا لنجم او ابعده
و احسن قولیہما فادح
یضیق بہ الخطب مستنکد (۱)

"اے پسر حنیف آگاہ ہو جائو کہ دشمن کا لشکر جنگ کے سوا کوئی مقصد نہیں رکھتا تم بھی اٹھ کھڑے ہو اور ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کیلئے اپنے کو آمادہ کرو ، ان لوگوں کی سرزنش کیلئے کوشش کرو اور اس راہ میں استقامت دکھائو ہم نے زبیر سے

۱_ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۶۱ ، ابن اعثم ص ۱۸۰ ، عقد الفرید ج ۴ ص ۳۱۳ ، مروج الذهب و کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۴ ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۷ ، ابو مخنف در کتاب جمل

بات کی تو اس کی باتوں میں نرمی دیکھی لیکن طلحہ بہت تند تھا ، وہ بے راہ روی کا شکار تھا ، اسکا فاصلہ صلح سے اتنا ہی ہے جتنا زمین کا آسمان سے ،

ان کی سب سے اچھی بات بہت بری تھی بہت سخت تھی اور فتنہ انگیز تھی۔
انہوں نے ہمیں بہت ڈرایا دھمکایا لیکن ان کی ساری باتیں ہماری نگاہ میں بے وقعت تھیں۔

ابو الاسود نے جیسے ہی اپنے اشعار ختم کئے ، عثمان ابن حنیف جوش میں بھر گئے اور کہا ، ہاں ، دونوں مقدس شہروں مکہ و مدینہ کی قسم تم نے جیسا کہ بیان کیا میں ان لوگوں سے ایسی ہی جنگ کروں گا۔

پھر حکم دیا کہ فوجی تیاری کا عام اعلان کیا جائے اور سب لوگ جنگ کیلئے آمادہ ہو جائیں ، بصرے میں نعرے گونجنے لگے بصرے والے اسلحوں سے آراستہ ہو کر عثمان ابن حنیف کے پاس آگئے۔

لشکر بصرہ وہاں کے ایک وسیع میدان کی سمت جس کا نما مر بد تھا بڑھنے لگا ، جہاں لشکر عائشہ کی چھائونی تھی اور دونوں لشکر اسی میدان میں آمنے سامنے ہو گئے۔

شعلہ بار تقریریں

مرد چشمی نے تقریر کی

لشکر بصرہ اور لشکر عائشہ میدان مرید میں آمنے سامنے تھے اتنے میں لشکر بصرہ سے قبیلہ چشم کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اپنے کو پہنچوانے کے بعد بصرے والوں سے اس طرح مخاطب ہوا۔

اے لوگو یہ جمعیت جسے تم دیکھ رہے ہو شہر مکہ سے آیا ہے اور اس نے تمہاری طرف رخ کیا ہے ، لیکن نہ انہیں بد امنی کا ڈر ہے نہ فرار اور برج مرج کا کیونکہ یہ لوگ اس شہر میں تھے کہ جو سب کے لئے امن و پناہ کی جگہ ہے اور تمام موجودات وہاں امن میں رہتے ہیں یہاں تک کہ پرندے حیوانات اور درندے بھی اس شہر میں لوگوں کے گزند سے اسودہ خاطر ہوتے ہیں ، اس بناء پر یہ لوگ خوف کی وجہ سے یہاں نہیں آئے ہیں بلکہ خون عثمان کا انتقام لینے کیلئے سیلاب کی طرح ہمارے شہر میں ٹوٹ پڑے ہیں حالانکہ ہم بصرے والوں نے نہ قتل عثمان میں شرکت کی نہ ہم میں کا کوئی شخص ان کے قتل میں شامل تھا۔

اے لوگو میری بات پر توجہ دو اور اس لشکر کو جہاں سے آیا ہے وہیں واپس کردو اور اگر تم نے غیرت و صلاح کو راہ نہیں دی تو تمہارے درمیان جنگ کی ایسی اگ بھڑکے گی جو کبھی خاموش نہ ہوگی اور اس کے شعلے تمہاری زندگی کو اپنا لقمہ بنا لیں گے۔

اس شخص کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ بصرے کہ کچھ لوگوں نے اس پر سنگ باری کر دی اور وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔

طلحہ کی تقریر

ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس جشمی شخص کی تقریر کے بعد طلحہ کھڑے ہوئے اور بہت کوشش کے بعد چیختے چلاتے لوگوں کو خاموش کیا اور کہا:

اے بصرے والو تم سبھی جانتے ہو کہ عثمان ابن عفان ایک شریف شخص اور با فضیلت آدمی تھے ، بہت اچھے سابق الاسلام تھے ، وہ انہیں مہاجرین میں تھے کہ جن کے بارے میں اللہ نے اپنی رضا کا اعلان کیا اور قرآن نے ان لوگوں کے فضائل بیان کئے۔

ہاں ، عثمان گروہ مہاجرین کی فرد تھے اور صحابی رسول تھے ، مسلمانوں کے امام تھے لیکن اپنی خلافت کے آخری زمانے میں روش بدل دی تھی اور کبھی وہ عدالت کی راہ سے منحرف ہو جاتے تھے ، ہم نے اس معاملے میں ان کو چونکایا ، (ان پر اعتراض کیا) تو انہوں نے ہماری باتوں کو قبول کیا اور اپنے کرتوتوں سے توبہ کی ، پھر وہ عدالت کی راہ پر چل پڑے ، لیکن کیا فائدہ ؟

وہ شخص کہ جس نے آج مسلمانوں کے معاملات کی لگام بغیر مسلمانوں کی رضا اور اطلاع کے غاصبانہ طریقے سے اپنے ہاتھ میں تھام لی ہے ، وہ ان پر ٹوٹ پڑا اور انہیں بے گناہ قتل کر ڈالا ، کچھ فساد اور لاپرواہ لوگوں نے بھی اس ظالمانہ عمل میں اس کی مدد کی۔

ہاں ، عثمان تمام مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام تھے وہ بے گناہ اور مظلوم قتل کئے گئے۔

اے بصرہ والو ہم اس پاک اور بے گناہ شخص کا انتقام لینے کیلئے یہاں آئے ہیں تاکہ ان کے قاتلوں کو قابو میں کر کے قتل کریں اور مسلمانوں میں استقلال پیدا

کریں ، اور وہ اختیارات جو ان کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں واپس

۷۰

لائیں ، شوری کے ذریعہ کسی شخص کو خلافت و حکمرانی کیلئے انتخاب کر لیں ، کیونکہ خلافت و حکمرانی صرف عوام کا حق ہے ، اور جو شخص استبدادی طریقے سے اور لوگوں کو دھوکا دیکر اس عہدے پر قبضہ جما لے اس کی استبدادی حکومت کا پایہ بلا دینا چاہیئے اور ختم کر دینا چاہیئے۔

زبیر کی تقریر

طلحہ کی تقریر کے بعد زبیر کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگے وہ بھی طلحہ کی طرح عثمان کی بے گناہی اور یہ کہ علی ان کے قاتل ہیں بیان کرنے لگے ، پھر انہوں نے طلحہ کے بیان کی تائید کی۔

یہیں پر کچھ بصرہ والے کھڑے ہو گئے اور طلحہ اور زبیر پر اعتراض کرنے لگے ، انہوں نے واضح طریقے سے کہا:

اے طلحہ اے زبیر کیا تم لوگوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی اور ان کی اطاعت کا عہد و پیمانہ نہیں کیا تھا ، آخر کیا بات ہوئی کہ کل تم نے بیعت کی اور آج تم نے بیعت توڑ دی ؟

ان لوگوں نے جواب دیا ، ہم نے اپنے اختیار اور رضا و رغبت سے علی کی بیعت نہیں کی ، اور ہماری گردن پر کسی کی بیعت و اطاعت کا حق نہیں ہے جو میرے اوپر اعتراض کرے اور ہمیں بیعت شکنی کا الزام دے۔

بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اہل بصرہ کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا ، ہلڑ بنگامہ ہو نے لگا کیونکہ کچھ تو طلحہ و زبیر کی طرفداری کرنے لگے ، ان کی باتوں کی تائید و تصدیق کرنے لگے اور صحیح بے صحیح بے کے نعرے لگانے لگے اور کچھ دوسرے لوگ ان کو جھٹلانے لگے ، کہنے لگے کہ طلحہ و زبیر جھوٹ بول رہے ہیں ، ان کی باتوں میں مکاری پائی جاتی ہے۔

عائشہ کی تقریر

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: لوگوں کا اختلاف اور بنگامہ کا فی طول پکڑ گیا ، یہاں تک کہ خود عائشہ نے انہیں خاموش

کرنے کیلئے مداخلت کی ، اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں لوگوں کے سامنے اکر بہت بلند آواز میں کہا:

اے لوگو بس کرو ، اپنی بات کم کرو ، خاموش ہو جاؤ ، خاموش ، خاموش ، خاموش ، جب لوگوں نے عائشہ کی آواز سنی تو خاموش ہو گئے ، بلڑ بنگامہ خاموشی میں بدل گیا ، جب مرید کے تمام گوشہ و کنار میں خاموشی پھیل گئی تو عائشہ نے بصرہ والوں سے اس طرح خطاب فرمایا:

اے لوگو امیر المومنین عثمان راہ حق و عدالت سے منحرف ہوئے اور اصحاب رسول کو تکلیف پہنچائی، فساد اور ناتجربہ کار چھوکروں کو حکومت میں لگا دیا ، ایسے منحرف اور فاسد لوگوں کی حمایت کی جنہیں رسول اللہ نے جلا وطن کیا تھا ، اور ان پر غضبناک ہوئے تھے۔

مسلمانوں نے ان پر اعتراض کیا ان کے کرتوتوں کے نتائج سے باخبر کیا انہوں نے بھی لوگوں کی نصیحتوں سے سبق حاصل کیا اور اپنے برے اعمال پر شرمندہ ہوئے ، اپنے دامن الودہ کو اب توبہ سے دھو ڈالا ، اپنے کو گناہوں اور لغزشوں سے پاک کر لیا۔

لیکن کچھ لوگوں نے ان کی توبہ کو اہمیت دینے بغیر انہیں قتل کر ڈالا اس پاک اور بے گناہ شخص کا خون بہا دیا ، ان کے قتل سے ڈھیر سارے گناہوں کے مرتکب ہوئے ، ان کی خلافت کا مقدس لباس اس مقدس ماہ ذی الحجہ (جس میں جنگ حرام ہے ، اور اس شہر مدینہ میں جس کا احترام اسلام نے لازم قرار دیا ہے) ہاں ان حالات و شرائط کے باوجود انہیں یوں قتل کر ڈالا جیسے قربانی کا اونٹ پئے کیا جاتا ہے۔

اے لوگو جان لو کہ قریش عثمان کو قتل کر کے خود اپنے تیروں کا نشانہ بن گئے ہیں اور اپنے ہاتھ اور منہ کو خون سے الودہ کر لیا ہے ، قتل عثمان ان لوگوں کو مقصد تک نہ پہنچائے انہیں کوئی فائدہ نہ بخشے ، خدا کی قسم ، انہیں کوئی بلا گھیر لے گی ، جو انہیں ملیا میٹ کر دے گی، ہاں ، انگاروں سے بھری افت ، ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی ، ایسی افت کہ ان کے سوتوں کو جگا دے اور بیٹھے ہوئے لوگوں کو اٹھا دے۔

اے لوگو۔ اول تو یہ کہ عثمان کا گناہ ایسا نہیں تھا کہ ان کا قتل جائز ہو جائے دوسرے یہ کہ تم نے انہیں توبہ کی دعوت دی پھر ان کی توبہ پر اعتنا کئے بغیر چڑھ دوڑے اور بے گناہ خون بہادیا ، پھر تم نے علی کی بیعت کر لی ، اور ان کو غاصبانہ طریقے سے خلافت کی کرسی پر بیٹھا دیا۔

۷۲

ذرا سوچو۔ میں نے تمہارے فائدے کیلئے عثمان کی فحاشیوں پر غم و غصہ کا مظاہرہ کیا تھا ، لیکن آج عثمان کے فائدے کیلئے جو تم نے ان پر تلوار کھینچی غم و غصہ کا مظاہرہ نہ کروں ؟ اور خاموش ہو جاؤں ؟

اے لوگو بوش میں اٹو ، کیونکہ عثمان کو مظلوم اور بے گناہ قتل کیا گیا اور اب تم لوگوں پر لازم ہے کہ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو اور جہاں بھی ان پر قابو پاؤ انہیں قتل کر ڈالو۔

اس کے بعد ان چھ افراد میں سے کہ جن کو عمر نے معین کیا تھا شوری کے ذریعے سے خلیفہ مقرر کر لو ، لیکن ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہئے کہ جس نے قتل عثمان میں شرکت کی ہے وہ شوری میں یا خلیفہ معین کرنے میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ :عائشہ کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ لوگ موج دریا کی طرح جوش میں بھر گئے اور پیچ و تاب کھانے لگے۔

ایک نے کہا کہ حقیقت وہی ہے جو عائشہ نے کہا:

دوسرے نے کہا کہ :عائشہ نے غلط بات کہی ہے کیونکہ انہیں حق نہیں ہے کہ گھر سے باہر نکلیں۔

ایک بولا ، انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ معاشرتی معاملات میں دخل دیں

اخرکار ، ہر شخص اپنی اپنی بانکنے لگا ، اوازیں بلند ہونے لگیں

لوگوں کی چیخ پکا ر بڑھنے لگی اور اختلاف پیدا ہونے لگا یہاں تک کہ جوتے لوگوں کے سروں پر چلنے لگے ، گھوسے اور مگے ایک دوسرے کی ضیافت کرنے لگے۔

بس یہیں سے بصرہ کے باشندے دوحصوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کے
امنے سامنے محاذ اراٹی اور صف بندی کرنے لگے۔

ایک پارٹی گورنر بصرہ عثمان کی طرفداری ہو گئی اور دوسری پارٹی عائشہ
کی طرفدار ہو گئی اسطرح عائشہ نے اپنی تھوڑی دیر کی تقریر میں کچھ لوگوں
کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کر لیا۔

پہلی جنگ

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: میدان مرید میں جو تقریریں اور باتیں ہوئیں اس کے
بعد لوگ متفرق ہو گئے

۷۳

لیکن طلحہ و زبیر نے عثمان ابن حنیف کو اسیر کرنے کیلئے کچھ لوگوں کے ساتھ
دارالامارہ پر قبضہ جمانے شہر کے مرکزی حصے کی طرف چلے ، لیکن انہیں
لشکر عثمان کی شدید مقاومت کرنی پڑی کیونکہ بصرہ والے شہر کے تمام
حصوں سے واقف تھے اور لشکر عائشہ کے حملے سے قبل ہی تمام گلی
کوچوں تک کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور گھات لگائے بیٹھے تھے۔

جب عائشہ کا لشکر شہر کے مرکزی حصے کیطرف نہیں بڑھ سکا تو اپنا
راستہ میدان اور باغوں کی طرف بدل دیا ، لشکر بصرہ نے وہاں بھی روکا اور دونوں
میں گھمسان کی جنگ ہونے لگی اس مقاومت میں حکیم ابن جبلیہ نے اپنے
قبیلے والوں کے ساتھ دوسروں سے کہیں زیادہ جدوجہد کی اور لشکر عائشہ پر
حملہ کیا ، بصرہ کی عورتوں نے بھی کوٹھوں سے سنگباری کی اور اسطرح
بصرہ والوں نے لشکر عائشہ کو پسپا کر کے قبرستان بنی مازن تک ڈھکیل دیا۔

عائشہ کے فوجی وہاں دفاعی حالت میں ٹھر گئے تاکہ چھائونی سے ان کی
مدد اسکے اور شکست خوردہ لشکر اس کمک کے ذریعے بصرہ کے باہر زابوقہ
کی طرف جاسکے ، وہاں بھی ایک وسیع اور بنجر میدان دار الرزق کے نام سے تھا
، وہیں چلے گئے اور اسی کو اپنی چھائونی بنا لیا ، اسطرح پہلی جنگ میں گورنر
بصرہ کو فتح حاصل ہوئی اور عائشہ کا لشکر پیچھے بٹ گیا۔

اس کے بعد ابو مخنف کہتا ہے کہ: قبیلہ تیم کے ایک سردار عبداللہ ابن حکیم
جن کو طلحہ و زبیر نے قتل عثمان کے بارے میں خط لکھ کر مدد طلب کی تھی ،

وہ طلحہ کے پاس آئے اور اس خط کو دکھا کر رائے طلب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے طلحہ کیا تم ہی نہیں ہو کہ جس نے ہمیں خط لکھا تھا اور ہمیں قتل عثمان پر ابھارا تھا۔

طلحہ نے کہا ہاں ، یہ خط ہماری ہی طرف سے ہے عبداللہ نے کہا اے طلحہ ، تم پر حیرت ہے کہ اس خط کے مطابق تم کل ہمیں عثمان کو معزول کرنے اور انہیں قتل کرنے پر ابھار رہے تھے آخر کار تم نے انہیں قتل کر ڈالا اور آج انہیں کی طرفداری اور ان کا انتقام لینے کیلئے ہمارے پاس آئے ہو۔

اے طلحہ خدا کی قسم ، تمہارا مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا حاصل کر لو اور حکومت پر قبضہ جمالو ، اور ایک غلط اور نامناسب محرک تمہیں اس جنگ پر ابھار رہا ہے ورنہ تم نے کل علی کی بیعت کیوں کی تھی اور راضی خوشی ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ کیوں رکھا تھا ، اور آج تم نے اپنی بیعت توڑ دی ہے ، اور ان کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے ہو ؟ ان تمام باتوں سے بدتر یہ کہ یہاں تم شہر کو فتنہ و فساد میں الجھا نے آئے ہو اور ہمیں اس فتنہ میں شریک کر رہے ہو۔

۷۴

طلحہ نے کہا کہ: اے عبداللہ میں نے علی کی بیعت اپنی مرضی اور خوشی سے نہیں کی تھی ، حضرت علی (ع) نے لوگوں کی بیعت قبول کرنے کے بعد مجھ کو بھی بیعت کی دعوت کی تو میں نے بھی مجبور ہو کر ان کی دعوت قبول کر لی اور اپنی بیعت کا ہاتھ بڑھا دیا ، اگر میں نے ان کی بات نہ مانی ہوتی تو جس طرح میں خلافت سے محروم کر دیا گیا (اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا کیونکہ لوگ میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور میرا کام تمام کر دیتے۔)

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: اس طرح پہلا دن بیت گیا ، اس کے دوسرے دن دونوں لشکر دوبارہ امنے سامنے ہوئے اور انہوں نے صف ارائی کی۔

اس موقع پر عثمان ابن حنیف اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ طلحہ وزیر کے پاس گئے اور انہیں نرم و ملائم انداز میں نصیحت کی ، انہیں اختلاف و بیعت شکنی کے انجام سے ڈرایا۔

لیکن طلحہ وزیر نے بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت کو مانیں صاف صاف کہنے لگے کہ اے فرزند حنیف ہم یہاں خون عثمان کا انتقام لینے کیلئے آئے ہیں

ہم اس سے کبھی دستبردار نہیں ہونگے۔

عثمان ابن حنیف نے کہا ، تمہیں خون عثمان سے کیا سروکار ؟ ان کے بیٹے اور چچیرے بھائی انتقام کیلئے تم پر مقدم اور قریب تر ہیں ، وہ لوگ کہاں ہیں ؟ خدا کی قسم خون عثمان کا انتقام ایک بہانا ہے اور بس ، حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ خلافت ہتھیانا چاہتے ہو اور اس سلسلے میں تم نے حد سے زیادہ کوشش کی لیکن مسلمانوں نے تمہاری طرف کوئی توجہ نہیں کی ، وہ حضرت علی کی جانب مائل ہو گئے ، یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کی عداوت تمہارے دل میں پیدا ہو گئی اور حسد کی آگ بھڑکنے لگی ، اسی گریباں اور انگاروں نے تمہیں بیعت توڑنے اور مخالفت کرنے پر آمادہ کیا ، ان گریباں اور انگاروں کو ڈھاکنے کیلئے تم نے خون عثمان کا بہانا بنایا ہے ورنہ تم وہی ہو کہ عثمان کے خلاف ہنگامہ برپا کرنے میں سب سے آگے تھے ، تمہیں سب سے زیادہ ان پر تنقید کرتے تھے۔

ابن حنیف کی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ طلحہ و زبیر نے دشنام درازی شروع کر دی اور بہت گندی باتیں زبان سے نکالنے لگے یہاں تک کہ بہت شرمناک طریقے سے ان کی ماں کا نام بھی لے لیا۔

عثمان نے ایک نگاہ زبیر پر ڈالی اور کہا:

اے زبیر میں کیا کروں ؟ تمہاری ماں صفیہ رسول خدا کی رشتہ دار ہیں ، اسی وجہ سے رسول خدا کے احترام

۷۵

میں تمہاری ماں کا نام لینے سے معذور ہوں۔

اس کے بعد ایک نظر طلحہ پر ڈالی اور کہا:

اے طلحہ اے صعبہ کے فرزند میرا اور تمہارا حساب کتاب اس سے بالا تر ہے جو باتوں سے ختم ہو اس کا جواب صرف تلوار ہے ہمارے اور تمہارے درمیان اسی کو فیصلہ کرنا ہے ، میں واقعی ان گالیوں کا جواب تمہیں دوں گا۔

عثمان نے ایک نظر اسمان پر ڈالی اور دعا کی خدایا تو گواہ رہنا کہ میں نے ان لوگوں پر حجت تمام کر دی اور ان کیلئے عذر کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

یہ کہنا اور عائشہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے ، اور عملی طور سے اعلان جنگ کر

دیا ، پھر دونوں لشکر کے درمیان گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی ، جب جنگ نے بہت شدت اختیار کر لی تو یہ بات طئے پائی کہ دونوں کے درمیان عہد نامہ صلح لکھا جائے تاکہ جنگ ختم ہو سکے۔

صلح اور صلحنامہ

جیسا کہ گذشتہ فصل میں بیان کیا گیا کہ لشکر عائشہ اور لشکر بصرہ کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ لقمہء اجل بن گئے اس طرح یہ لڑائی گورنر بصرہ اور ان کے سپاہیوں کی کامیابی پر ختم ہوئی۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ جنگ و خونریزی کے بعد (جس کا نام ہم نے پہلی جنگ رکھا ہے) دونوں لشکر کے سردار اس بات پر متفق ہوئے کہ چند شرائط کے مطابق باہم صلح کر لی جائے اور عہد نامہ لکھ لیا جائے ، تاکہ جب تک حضرت علی بصرے میں تشریف نہیں لائیں جنگ رکی رہے ، یہی بات دونوں لشکر کے درمیان صلحنامہ کی شکل میں لکھی گئی اور اس پر سرداران لشکر کے دستخط ہوئے۔

صلحنامہ کا متن ان پانچ دفعات پر مشتمل تھا

یہ وہ عہد و پیمانہ ہے کہ جو عثمان ابن حنیف اور ان کے ساتھیوں نے طلحہ و زبیر اور ان کے حمایتیوں کے ساتھ طئے پایا ہے ہر دو طرف کے لوگ اپنے کو اس عہد نامہ کا پابند سمجھتے ہیں کہ اس صلحنامہ کے مطابق عمل کریں گے اور ان کے دفعات کا احترام کر کے اسے نافذ کریں گے۔

۷۶

۱_ طرفین کے کسی شخص کو بھی دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کا حق نہ ہوگا اور اسائشے کے وسیلے سلب نہ کریگا نہ ایک دوسرے کو تکلیف دیگا۔

۲_ طرفین حق رکھتے ہیں کہ ازادانہ طریقے سے فطری اور معاشرتی خصوصیات سے بہرہ مند ہوں اور سبھی یکساں طریقے سے بغیر دو سرے کی مزاحمت کے نہروں و چراگاہوں اور شاہراؤں اور بازاروں سے استفادہ کر سکیں گے اور ایک دوسرے کی ضرورت کو پورا کریں گے۔

۳_ شہری انتظامات اور حکومت اور قصر کی حکمرانی (مسجد اور پیشنمازی کے حالات) اور بیت المال کے اختیارات سابق کی طرح عثمان ابن حنیف کے قبضے

میں رہیں گے۔

۷۔ طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھ بصرہ میں آزادی سے رہیں گے وہ بغیر رکاوٹ کے تمام جگہوں پر اپنی چھائونی بنا سکتے ہیں اور شہر کے تمام حصوں پر آزادانہ رہ سکتے ہیں۔

۸۔ یہ عہد نامہ آج کی تاریخ سے اس وقت تک نافذ رہے گا جب تک حضرت علی بصرہ میں آجائیں ، اور حضرت علی کے تشریف لانے کے بعد طلحہ و زبیر آزاد ہیں کہ وہ سابق کی اپنی بیعت علی کے وفادار رہیں یا بر ایک صلح و جنگ کا انتخاب کرے۔

صلحنامہ کے آخر میں اس جملے کا بھی اضافہ کیا گیا کہ طرفین اس صلحنامہ کے دفعات پر اسی طرح عمل کریں گے جیسے خدا اور انبیاء کے عہد و میثاق میں برتا جاتا ہے ، اور اس وسیلے سے ان لوگوں نے مضبوط پیمانہ باندھا (علی الفریقین بما کتبوا عہد اللہ و میثاقہ)

صلح نامہ پر طرفین کے دستخط ہو گئے اور صلح و صفائی ہو گئی ، عثمان ابن حنیف اپنے لشکر کے ساتھ دار الرزق سے دار الامارہ کی طرف واپس چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ جنگی ہتھیار اتار ڈالو اور اپنے گھروں کو واپس جائو آرام کے ساتھ زخمیوں کا اعلاج و معالجہ کرو۔

۷۷

دوسری جنگ

طلحہ و زبیر نے دوسری بار پیمانہ شکنی کی

لشکر بصرہ نے صلحنامہ کے دفعات پر بھر پور عمل کیا اور اس کے مفاد کے مطابق صلح کیا ، شہر بصرہ میں جنگ سے پہلے کا امن واپس آ گیا ، تمام حالات معمول پر آ گئے ، لیکن طلحہ و زبیر نے جس طرح علی (ع) کی بیعت توڑی تھی دیر نہیں گزری کہ اس صلح اور عہد کو توڑنے کی فکر میں لگ گئے ، وہ سوچ رہے تھے کہ اگر کچھ دن بعد حضرت علی (ع) بصرہ میں آجائیں گے تو ہم یہ تھوڑے سے فوجی اور معمولی سامان جنگ سے کس طرح مقابلہ کر سکیں گے ، وہ بہترین فوجی ساز و سامان سے آراستہ ہونگے (۱)

یہی بات تھی کہ طلحہ اور زبیر کی بے چینی بڑھ گئی اور ان کی آنکھوں سے

نہیں اڑ گئی تھی ، وہ اس سلسلے میں رات دن تبادلہء خیال کرتے رہتے تھے۔

آخر کار انہوں نے یہ ارادہ کر لیا کہ اس عہد کو بھی بیعت علی (ع) کی طرح توڑ دیں اور مخفی طور سے قبائل عرب کے رئیسوں اور بصرہ کے بزرگوں سے مدد طلب کریں اور انہیں اپنی حمایت کی دعوت دیں۔

طلحہ و زبیر نے اس منصوبے کے ماتحت قبیلوں کے بزرگوں کو خط لکھے اور انہیں انتقام خون عثمان کی دعوت دی اور علی کی بیعت توڑنے اور بصرہ کے گورنر کی اطاعت سے باہر ہونے پر آمادہ کیا۔

قبیلہ اذد ، ضہ ، اور قیس عیلان ان تین قبائل نے ان کی دعوت کا مثبت جواب دیکر ان لوگوں کی بیعت کر لی ، انہوں نے وعدہ کیا کہ ہر طرح کی کمک اور حمایت کیلئے وہ تیار ہیں ، صرف یہی انگلیوں پر گنے جانے والے تین قبیلے تھے جنہوں نے چھپے چوری ان کی موافقت کا عہد کیا۔

طلحہ و زبیر نے ایک دوسرا خط بلال ابن و کعب کو لکھا جو قبیلہ بنی تیم کا سردار تھا ، ان لوگوں نے خط میں اپنی حمایت کی دعوت دی لیکن بلال نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا نہ توجہ کی ، اور ان سے ملاقات بھی نہیں کی۔

۱۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے صلح کا ارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ گورنر بصرہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو ظاہری طور سے صلح کا ہاتھ بڑھا دیا تاکہ ان لوگوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے بدترین مقاصد حاصل کر لیں

۷۸

طلحہ و زبیر مجبور ہو کر خود ہی بلال سے ملاقات کیلئے ان کے گھر گئے انہوں نے اپنے گھر میں بھی ان سے ملاقات نہیں کی اور اپنے کو چھپالیا ، لیکن انکی ماں نے سرزنش کرتے ہوئے کہا:

اے بلال ، تمہاری جیسی شخصیت کیلئے شرم کی بات ہے کہ اپنے کو مہمانوں سے چھپائو اور قریش کے دو بزرگوں کی ملاقات سے انکار کر دو۔

بلال کی ماں نے اپنی بات اتنی بار کہی کہ فرزند کے دل پر اثر ہوا اور بلال نے طلحہ و زبیر کیلئے اپنا دروازہ کھولا ، ان سے ملاقات اور گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بھی طلحہ و زبیر سے متاثر ہو گئے اور ان دونوں کی بیعت کر لی ، حمایت اور

نصرت کا وعدہ بھی کیا۔

قبیلہ تمیم کے دو بڑے خاندان ، عمرو اور بنزلہ کا خاندان بھی بلال کی پیروی کرتے ہوئے طلحہ و زبیر کی بیعت پر آمادہ ہو گیا۔

قبیلہ تمیم میں صرف ایک خاندان یر بوع تھا جو حضرت علی (ع) سے وابستہ تھا اپ کا خالص شیعہ اور وفادار تھا اسی نے ان دونوں کی بیعت سے انحراف کیا اسی طرح خاندان دارم بھی جو بنی تمیم ہی کی شاخ تھا ، اسنے بھی ان دونوں کی بیعت سے انکار کیا۔

اس طرح طلحہ اور زبیر نے بصرہ کے اکثر قبیلوں کو اپنی طرف مائل کر کے انہیں اپنی حمایت و نصرت پر آمادہ کر لیا۔

دوسری جنگ شروع ہوئی

جب لشکر عائشہ کے سرداروں نے اپنے کو بر طرح سے طاقتور دیکھ لیا تو ایک اندھیری رات میں ، جب سخت سردی تھی اور باد و باراں کا زور تھا ، اپنے کپڑوں میں اسلحے چھپا کر جامع مسجد کی طرف چلے ، اور ٹھیک نماز صبح کے وقت مسجد میں پہنچ گئے۔

یہ وقت تھا کہ عثمان ابن حنیف محراب میں تھے اور وہ لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہو گئے تھے ، طلحہ و زبیر کے ساتھیوں نے سامنے آکر انہیں محراب سے کھینچ لیا اور زبیر کو ان کی جگہ پر کھڑا کر دیا ، اس موقع پر بیت المال کے محافظوں نے مسجد کے حالات کی خبر پا کر عثمان ابن حنیف کی نصرت میں دوڑے اور زبیر کو محراب سے کھینچ کر عثمان

۷۹

ابن حنیف کو پھر وہیں کھڑا کیا ، زبیر کے ساتھیوں نے بھی دوسری بار عثمان کو علحدہ کیا اور زبیر کو ان کی جگہ پر بیٹھا یا لیکن پھر محافظوں نے سخت جدوجہد کی اور زبیر کو پیچھے ہٹا کر عثمان کو محراب میں پہنچا دیا۔

یہ نزاع و کشمکش اور امام جماعت کی تبدیلی اتنی دیر تک جاری رہی کہ قریب تھا کہ سورج نکل ائے اور نماز صبح کا وقت ختم ہو جائے۔

جو لوگ مسجد میں تھے وہ چلانے لگے کہ اے مسلمانوں خدا سے ڈرو کہ

نماز کا وقت جارہا ہے۔

آخر کار اس اختلاف اور کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ زبیر نے آخری مرحلے میں عثمان ابن حنیف پر کامیابی حاصل کر لی اور محراب پر قبضہ کر کے لوگوں کو نماز صبح پڑھائی کیونکہ ان کے ساتھی زیادہ تیار اور منصوبہ میں پختہ تھے ، نماز پڑھانے کے بعد فوراً زبیر نے حکم دیا کہ عثمان کو پکڑو اور گرفتار کر لو۔

جیسے ہی یہ فرمان صادر ہوا زبیر کے ساتھیوں نے اپنے کپڑوں سے تلواریں نکال لیں اور عثمان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا ، تھوڑی سی ردو کد مروان اور عثمان کے درمیان واقع ہوئی ، عثمان ابن حنیف اور بیت المال کے محافظوں کی تعداد ستر تھی انہیں زبیر کے ساتھیوں نے گرفتار کر لیا اور عثمان کو سخت اذیتیں دی ، اس قدر مار پیٹ کی کہ قریب تھا کہ وہیںان کی موت ہو جائے۔

انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا ان کی بھٹوں اور سر اور چہرے کے بال کو قابل رحم حالت پر چھیل ڈالا۔

اس طرح عائشہ کا لشکر صلح کے باوجود اس جنگ میں فتح مند ہوا اور شہر بصرہ پر قبضہ کر لیا۔

۷۹

جنگی قیدیوں کی سرگذشت

ابو مخنف کا بیان ہے کہ :عائشہ کے فوجیوں نے معاہدہ صلح کے برخلاف گورنر ہائوس اور مسلمانوں کے بیت المال پر حملہ کر کے گورنر اور بیت المال کے محافظوں کو قیدی بنا لیا۔

پھر انہیں عائشہ کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ ان لوگوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں وہ جیسا بھی حکم چاہیں ان لوگوں کے بارے میں حکم صادر کر دیں

عائشہ نے بھی ہر ایک کے بارے میں الگ الگ فیصلہ سنایا۔

محافظوں کی سرگذشت

عائشہ نے بیت المال کے محافظوں کے بارے میں اسطرح فیصلہ سنایا کہ زبیر کو اپنے سامنے بلا کر کہا:

اے زبیر انہیں لوگوں نے تم پر شمشیر کھینچی تھی اور عثمان ابن حنیف اور بیت المال کا دفاع کیا تھا ، ان لوگوں کا قتل ، میں تمہارے ذمہ قرار دیتی ہوں کہ ان کا سر تن سے جدا کر کے تلوار کا پانی پلاؤ۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ حکم پاتے ہی زبیر نے اپنے فرزند عبداللہ کی مدد سے ان سب کے سر بھیڑ بکریوں کی طرح تن سے جدا کر دیا۔

اس کا بیان ہے کہ :بیت المال کے محافظوں میں ان ستر افراد کے علاوہ بھی کچھ ایسے تھے جو بیت المال کی حفاظت کیلئے بیت المال میں موجود تھے اور طلحہ و زبیر کو قبضہ نہیں کر نے دے رہے تھے ، زبیر نے راتوں رات ان پر چڑھائی کر کے پراکندہ کر دیا اور بیت المال پر اپنا قبضہ جما لیا ، ان میں پچاس آدمیوں کو قید کر کے تمام لوگوں کے سامنے بے رحمی سے گردن مار دی اور سب کی لاشیں ان ستر کے پہلو میں ڈال دیں۔

ابو مخنف لکھتا ہے کہ سععب ابن زبیر کے بیان کے مطابق اس دن قتل ہونے والے محافظوں کی تعداد چار سو تھی۔

وہ مزید کہتا ہے کہ :سب سے پہلا غدر اور حیلہ اسلام میں یہی تھا جو طلحہ و زبیر کے ذریعہ عثمان ابن حنیف کی بابت انجام پایا اور اسلام میں مسلمانوں کا یہ پہلا گروہ تھا جو نہتاً مظلومی کے عالم میں تمام لوگوں کے سامنے انتہائی دردناک حالت میں قتل کیا گیا ، یہ وہی بیت المال کے محافظوں کا گروہ تھا۔

یہ تھی بیت المال کے محافظوں کی سرگذشت

پھر ابو مخنف لکھتا ہے کہ: طلحہ و زبیر کا لشکر بیت المال کے محافظوں کو پراکندہ کر نے اور قید کرنے کے بعد بیت المال میں داخل ہوئے ، جس وقت انکی نظر سونے چاندی اور بے شمار دولت پر پڑی تو مارے خوشی کے زبیر نے یہ ایت پڑھی جو کفار سے جنگ کے بعد مال غنیمت حاصل ہونے سے متعلق ہے۔

"وعدكم الله مغانم كثيرة تاخذونها" (سورہ فتح ایت ۲۰)

اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ بے شمار مال غنیمت اور بہت بڑی دولت تمہارے حصہ میں قرار دیگا ، خدا نے بہت جلد اپنا وعدہ پورا کیا اور یہ بے شمار دولت تمہارے قبضے میں دیدی اب ان سے فائدہ اٹھائو۔

۸۱

یہ ایت پڑھنے کے بعد زبیر نے کہا:

میں اس دولت و ثروت کا بصرے والوں سے زیادہ حقدار ہوں۔

اس کے بعد ان کے سپاہیوں نے لوٹ مار شروع کر دی جو کچھ بیت المال میں تھا سب کو بڑپ لیا ، لیکن جس دن امیر المومنین نے ان لوگوں پر کامیابی حاصل کی تو اس تمام دولت کو واپس لیکر مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

گورنر بصرہ کی سرگذشت

ابو مخنف نے عثمان ابن حنیف کا حال اسطرح لکھا ہے کہ:

انہیں عائشہ کے سامنے پیش کیا گیا ، عائشہ نے عثمان ابن عفان کے بیٹے ابان کو اپنے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کے انتقام میں عثمان کو قتل کر دو۔

اور اپنے اس فرمان کی یہ توجیہ بیان کی کہ عثمان ابن حنیف اگر چہ قاتل عثمان نہیں ہیں لیکن قاتلوں کے مددگار ہیں ، اور مددگار بھی قتل عثمان میں شریک ہیں اس وجہ سے ہر اس شخص کا قتل جائز ہے جو مددگار ہو اور اس سے عثمان ابن عفان کا قصاص لیا جاسکتا ہے۔

عثمان ابن حنیف نے جب اپنے کو خطرے میں دیکھا تو عائشہ اور ان کے ساتھیوں سے خطاب فرمایا:

سمجھ لو کہ میرے بھائی سہل ابن حنیف مدینے کے گورنر ہیں ، اگر تم نے مجھے قتل کیا تو خدا کی قسم وہ چین سے نہیں بیٹھیں گے ، اور تمہارے خاندان کے تمام افراد کو میرے انتقام میں قتل کر ڈالیں گے ، کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے ، خدا سے ڈرو اور اپنے خاندان کی ذلت اور بد بختی کے بارے میں

سوچو ، میرے قتل کے خطرناک نتائج سے ڈرو۔

عثمان ابن حنیف کی بات کا ان لوگوں پر برا اثر ہوا اور اس ڈر سے کہ کہیں مدینے میں سہل اپنے بھائی کے انتقام میں ہمارے رشتہ داروں کو نہ پکڑ لیں ، ان کے قتل سے باز آئے

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: جب لشکر عائشہ کے سرداروں نے عثمان ابن حنیف کے قتل کا ارادہ بدل دیا تو انہیں قید خانے سے بھی آزاد کر دیا اور انہیں پیشکش کی کہ تمہیں اختیار ہے کہ بصرہ میں رہو یا حضرت علی (ع) کے لشکر میں اپنے کو پہنچا دو ، عثمان دوسری بات اختیار کر کے بصرہ سے نکل گئے اور راستے میں امام کے لشکر سے مل گئے ، جیسے ہی عثمان نے

۸۲

امام کو دیکھا ان کی آنکھوں سے آنسو ٹوں کی جھڑی لگ گئی اور کہا:

اے امیر المومنین میں جس دن آپ کے پاس سے چلا تھا ایک بوڑھا اور صاحب ریش تھا ، سفید چہرہ تھا ، اور آج میری بیٹت ایسے جوان کی ہے کہ جس کے چہرے پر کوئی بال نہ ہو میں اسی حالت میں واپس ہوا ہوں۔

امیر المومنین اس حادثہ و جرم سے جو عثمان کے ساتھ پیش آیا تھا اتنے غمگین اور متاثر ہوئے کہ بے اختیار فرمایا ، انا لله وانا الیہ راجعون ، آپ نے مصیبت کے موقع پر دبرایا جانے والا یہ فقرہ تین بار دبرایا۔

تیسری جنگ

پہلے دن جب عائشہ کا لشکر بصرہ میں داخل ہوا تھا عثمان ابن حنیف سے گھمسان کی جنگ ہوئی تھی اور بہت سے مسلمان لقمہ اجل ہوئے تھے اور اس جنگ کے بعد ایک صلحنامہ پر معاملہ ختم ہوا تھا۔

لیکن طلحہ و زبیر نے معاہدہ توڑ دیا اور مسجد و بیت المال پر حملہ کر کے دوسری جنگ چھیڑ دی تھی ، یہ جنگ اس بات پر ختم ہوئی تھی کہ حضرت علی کے گورنر کو نکال دیا گیا اور نگہبانوں کو قتل کیا گیا ، لیکن اسی کے بعد تیسری جنگ بھی شروع ہو گئی جس کی تفصیل یہ ہے۔

عثمان ابن حنیف کے قید اور جلا وطنی اور نگہبانوں کے قتل ہونے کی خبر

حکیم ابن جبلة کو بوئی تو اپنے قبیلے کے تین سو افراد کے ساتھ جنگ کیلئے تیار ہو کر عائشہ کے لشکر کی طرف بڑھے ، ان لوگوں نے بھی عائشہ کو اونٹ پر سوار کیا اور حکیم کے لشکر کا مقابلہ کرنے پر تیار کر دیا دونوں لشکر کے درمیان ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ مورخین نے اس کو چھوٹی جنگ جمل کا نام دیا اور امیر المومنین کی جنگ کو بڑی جنگ جمل کہا ہے۔

آخر کار اثنائے جنگ میں قبیلہ ازد کا ایک شخص حکیم ابن جبلة پر حملہ اور ہوا اس نے پائوں پر تلوار چلا کر بدن سے جدا کر دیا۔

حکیم ابن جبلة نے اپنے کٹے پائوں کو اٹھا کر بڑی شدت سے اس شخص پر کھینچ کر مارا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا پھر اپنے کو کشاں کشاں جا کر اس پر ڈال دیا ، وہ مرد ازدی حکیم ابن جبلة کے بھاری بوجھ سے ایسا بے بس ہوا کہ ٹھنڈا ہو گیا ، حکیم ابن جبلة بھی اس کے بے جان بدن پر آخر تک بیٹھے رہے ، ایک راہگیر نے یہ منظر دیکھ کر ان سے پوچھا۔

۸۳

اے حکیم کس نے آپ کو یہ برا دن دکھایا۔

حکیم نے کہا ، یہی شخص جو میرے نیچے ہے۔

اس راہ گیر نے غور سے دیکھا تو ایک ازدی شخص ان کے بدن کے نیچے تھا۔

حکیم ابن جبلة اپنی بہادری میں مشہور تھے وہ اس طرح حق اور حقیقت کی طرفداری میں قتل کئے گئے اور شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس جنگ میں وہ تمام تین سو افراد اور حکیم ابن جبلة کے تین بھائی بھی قتل کر دئے گئے۔

اس طرح تیسری جنگ بھی لشکر عائشہ کے حق میں گئی اور پورا بصرہ شہر ان کے قبضے میں آ گیا ، اس تاریخ سے بصرہ کے تمام افراد یہاں تک کہ عائشہ کے مخالف فوجیوں نے بھی لشکر عائشہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور ان سے مل گئے۔

داخلی اختلافات

جب عثمان ابن حنیف بصرہ سے نکال دیئے گئے اور حکیم ابن جہلہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیئے گئے اور پورا بصرہ شہر بغیر کسی رکاوٹ اور مزاحمت کے طلحہ اور زبیر کے قبضے میں آگیا تو اب کوئی اختلاف اور تصادم کی گنجائش نہیں تھی لیکن اس بار داخلی کشمکش اور اختلاف شروع ہو گیا۔

کیونکہ طلحہ اور زبیر دونوں ہی اس کوشش میں تھے کہ پیش نمازی انہیں حاصل ہو اور دونوں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر رہے تھے کیونکہ ان کے خیال میں یہ اقتداء ان کی اولویت کو ماننے کے مترادف تھی۔

ان دونوں کا اختلاف بڑھتا گیا اور خطر ناک صورت اختیار کر گیا یہاں تک کہ خود عائشہ نے اس معاملے میں مداخلت کی انہوں نے اختلاف اس طرح ختم کیا کہ طلحہ وزبیر عارضی طور سے پیش نمازی کے اپنے دعوے سے دستبردار ہو جائیں اور ان دونوں کے بجائے ان کے بیٹے باری باری لوگوں کو نماز پڑھائیں ، ایک دن محمد ابن طلحہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور دوسرے دن عبداللہ ابن زبیر۔

لیکن ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عائشہ نے طلحہ و زبیر کا اختلاف ختم کرنے کیلئے حکم دیا کہ عبداللہ ابن زبیر

۸۴

عارضی طور سے نماز پڑھائے جب تک کہ عائشہ کو آخری فتح حاصل نہ ہو جائے ، اس کے بعد وہ اپنا فیصلہ سنائیں گی کہ ان دونوں میں سے کون مستقل خلیفہ بنایا جائے۔

ایک دوسرا اختلاف

پھر ایک دوسرا اختلاف بھی طلحہ و زبیر کے درمیان پیدا ہو گیا وہ یہ کہ ان دونوں میں سے کس کو امیر کہہ کے خطاب کیا جائے اور امیر کہہ کے سلام کیا جائے۔

اس بارے میں ابو مخنف کہتا ہے کہ طلحہ اور زبیر کو سلام کرنے کی نوعیت کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے ، بعض تاریخوں میں ہے کہ جب عائشہ نے زبیر کو سردار لشکر معین کیا تھا تو صرف انہیں کو خطاب کرتے ہوئے السلام علیک ایہا الامیر کہا جاتا تھا۔

لیکن دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ طلحہ اور زبیر دونوں ہی کو امیر کہہ کے

خطاب کیا جاتا تھا ، اور سلام کے موقعہ پر دونوں ہی کو اس لقب سے سرفراز کیا جاتا تھا (۱_)

خطوط و پیغامات

طبری کا بیان ہے کہ :حضرت علی (ع) ابن ابی طالب نے جب لشکر عائشہ کے حالات سنے تو اپنے لشکر کے ساتھ مدینے سے زاویہ اور وہاں سے بصرہ کی طرف نکل پڑے۔

لشکر عائشہ کو بھی حضرت علی (ع) کے امد کی اطلاع ہوگئی اور بصرہ سے ان کے لشکر کی طرف بڑھا ، یہ دونوں لشکر اس جگہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے جسے بعد میں قصر عبیداللہ بن زیاد کے نام سے پکارا جانے لگا۔

لیکن تین روز تک دونوں لشکر کی طرف سے کسی قسم کی جنگ یا جھڑپ نہیں ہوئی ، ان تین دنوں میں اکیلے

۱_ ان تمام مطالب ابن ابی الحدید نے ابو مخنف کے حوالے سے نقل کیا ہے

۸۵

حضرت علی (ع) بطور اتمام حجت لشکر عائشہ کے سرداروں کو بار بار خطوط لکھتے رہے یا کچھ لوگوں کو سفیر بنا کر انکی جانب بھیجتے رہے ، کبھی کبھی خود بھی ان لوگوں سے براہ راست ملاقات فرماتے ۔ اپ کی کوشش تھی کہ کسی طرح بھی ہو یہ جنگ اور خونریزی نہ ہو ، اور اپ ان لوگوں کو فتنہ و فساد سے باز رکھ سکیں۔

طلحہ و زبیر کو خط

طبری نے اس موقع پر اتنے ہی پر اکتفا کی ہے ، اور گفتگو یا اتمام حجت اور خطوط کا متن نہیں لکھا ہے ، لیکن کچھ گفتگو اور خطوط کو ابن قتیبہ ، ابن اعثم اور سید رضی نے نقل کیا ہے انہیں میں ایک خط حضرت علی نے طلحہ و زبیر کو لکھا تھا اسے اپ عمران بن حصین کے ذریعے انہیں بھیجا ، خط کا متن یہ ہے۔

بعد حمد خدا اور صلوٰۃ بر رسول (ص) اے طلحہ اور اے زبیر تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو حالانکہ چھپا رہے ہو ، کہ میں نے لوگوں کو نہیں بلایا تھا اور نہ اپنی بیعت کی خواہش کی تھی ، بلکہ لوگ خود ہی میری طرف بڑھے تھے اور

میری بیعت کی خواہش کی تھی ، میں نے بیعت کا ہاتھ انکی طرف نہیں بڑھایا تھا ، یہاں تک کہ ان لوگوں نے خود اپنی بیعت کا ہاتھ میری طرف بڑھایا ، اور تم دونوں نے بھی بغیر اسکے کہ میں تمہیں دعوت دوں میری طرف ائے تھے ، اور تم نے خود ہی میری بیعت کی تھی اور عہد و پیمان باندھا تھا۔

میرے پاس قدرت و توانائی نہیں تھی کہ لوگ میری بیعت کرتے ، میرے پاس مال و دولت بھی نہیں تھا کہ اسکی لالچ میں میری طرف اتے بلکہ انہوں نے اپنی خواہش اور اختیار سے میری بیعت کے لئے بڑھے اور مجھے اس عہدے کے لئے منتخب کیا۔

تم نے بھی اگر اپنے اختیار سے میری بیعت کی اور عہد کیا ، تو اب جتنی جلدی ہو سکے واپس آؤ اور بیعت شکنی سے ، جو بد ترین عمل ہے ، نادم و پشیمان ہو کر اپنے جرم سے توبہ کرو۔

اور اگر تم نے بغیر میلان اور رغبت کے بیعت کی تھی اور دل میں نا فرمانی اور گناہ کی نیت رکھتے تھے تو اپنے عمل سے خود ہی تم نے اعتراض کے دروازے کھولے ، کیونکہ بغیر کسی زور زبردستی کے جس پر ایمان نہیں رکھتے تھے اسکا مظاہرہ کر کے نفاق کی ڈگر اپنائی ، اور اب جو تقیہ کی بات کر رہے ہو تو خداکی قسم یہ لچر بہانے کے سوا کچھ بھی نہیں ، کیونکہ

۸۶

جو لوگ تم سے کمزور اور طاقت و حیثیت کے اعتبار سے کمتر تھے ، وہ خوف و تقیہ کے زیادہ سزاوار تھے ، انہوں نے نہ تقیہ کی بات کی اور نہ اپنی بیعت کو خوف و تقیہ پر بنا ء کیا۔

اگر تم دونوں نے پہلے دن میری بیعت نہ کی ہوتی ، عہد و پیمان نہ باندھا ہوتا تو تمہارے لئے اس سے بہتر تھا کہ آج بیعت توڑدی تمہاری اس بیعت شکنی اور جنگ و خونریزی کا بہانہ یہ ہے کہ تم نے قتل عثمان کا الزام میرے اوپر تھوپا ہے اور اپنے کو اس جرم سے بری قرار دے رہے ہو۔

اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے کیا ہی بہتر ہوتا کہ میرے اور تمہارے بارے میں سوال کیا جائے کہ کون اس سے علحدہ تھا اور ایک تیسرا شخص بغیر جانبداری کے اس بات کی تحقیق کرے اور جسے بھی قتل عثمان میں شریک

پائے ، یا جتنی مقدار میں خون عثمان اسکی گردن پر ہو وہ اپنے مقدار جرم کے مطابق سزا پائے۔

پس اے طلحہ اور اے زبیر اے بوڑھو اس فاسد خیال اور خطرناک ارادے سے باز ائو ، بات بنائے اور بہانے کرنے کا سلسلہ ختم کرو ، جنگ و خونریزی سے پر بیز کرو۔

اے طلحہ و زبیر ، اج تم صرف عار و ننگ سے ڈر رہے ہو لیکن اگر تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا تو کل قیامت کے دن اتش جہنم میں جھونک دیئے جائو گے
(۱)

زبیر کو پیغام

امیر المومنین نے طلحہ و زبیر کو یہ خط لکھا ، اس خط کے علاوہ بھی خاص طور سے اپنے چچیرے بھائی ابن عباس کو زبیر کے پاس بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا۔

اے ابن عباس جس وقت تم میرا یہ پیغام زبیر کو پہنچائو تو وہاں پر طلحہ موجود نہ ہو ، کیونکہ وہ شخص نہایت متکبر اور خود پسند ہے ، اسکے اندر ذرا بھی لوچ نہیں ، وہ انتہائی فتنہ انگیز اور ہنگامہ پرور ہے ، وہ اپنا مطلب بر لانے کیلئے ہر ذلیل حرکت پر آمادہ ہو سکتا ہے ، اپنی جہالت و نادانی سے سخت اور خطرناک کاموں کو اسان و بموار بتاتا ہے۔

(۱) - شرح نہج البلاغہ ، الامامۃ و السیاسة ، ابن اعثم)

۸۷

اے عبداللہ ، تم اکیلے زبیر ہی سے ملاقات کرنا کیونکہ وہ بڑی حد تک نرم اور ملائم مزاج کا آدمی ہے۔

اے عبداللہ ، زبیر سے ملاقات کر کے کہنا کہ تمہاری خالہ کا بیٹا علی کہتا ہے کہ آخر کیا بات ہوئی کہ تم نے حجاز میں مجھے پہچان لیا ، میری بیعت کر لی لیکن اب عراق میں مجھے فراموش کر دیا ہے اور غیریت برت رہے ہو؟

اے زبیر تم نے کیسے اپنا مزاج بدل دیا ، مجھ سے جو مہر و محبت کا برتائو عہد شکنی اور نفرت و عناد میں بدل دیا (فما عدا مما بدا) (۱)

اس موقع پر ابن عساکر نے کچھ اضافہ کیا ہے ، وہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی (ع) نے زبیر کو پیغام بھیجا کہ اے زبیر کیا تم نے اس دن اپنی خوشی خاطر سے میری بیعت نہیں کی تھی؟ آج کیا ہوا کہ میرا خون بہانے پر آمادہ ہو ، مجھ سے جنگ کرنے کو اپنی لازمی ذمہ داری سمجھ رہے ہو؟

ابن عباس کا بیان ہے کہ مجھے جو ذمہ داری سونپی گئی تھی اسے بجالایا ، حضرت علی کی بات زبیر تک پہنچا دی لیکن زبیر نے اس ایک بے سر وپیر کے جملے کے سوا کچھ نہ کہا کہ ہم خوف و براس کی حالت میں ہیں لیکن اسی حالت میں دل کے اندر خلافت کی ارزو بھی رکھتے ہیں۔ (۲)

ابن عباس مزید کہتے ہیں کہ ہماری گفتگو میں عبداللہ بن زبیر بھی شریک تھا ، اس سے پہلے کہ زبیر کچھ کہیں اس نے جھٹ مجھ سے کہا:

اے ابن عباس علی سے کہہ دو کہ ہمارے تمہارے درمیان کچھ اختلافات ہیں۔

ہم خون عثمان کا مطالبہ کر رہے ہیں ، ہم چاہتے ہیں کہ تم بھی خلیفہ دوم کی طرح خلافت کو شوری کے حوالے کر دو اور خود کنارہ کش ہو جاؤ

ہمارا نظریہ ہے کہ خلیفہ دوم نے شوری کے جن دو ارکان طلحہ و زبیر کو معین کیا تھا وہ متفق رائے ہیں۔ لیکن تم اکیلے ہو اور اقلیت میں ہو مسلمانوں کی رائے کے علاوہ ام المومنین عائشہ کی رائے بھی ان دونوں کے

۱۔ یہ مثل عرب میباس وقت بولی جاتی ہے کہ آخر کیا بات ہوئی کہ ایسا ہو گیا؟ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۷۲ ، عقد الفرید ج ۲ ص ۳۱۴ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۲۷ ، تاریخ دمشق ج ۵ ص ۳۶۳_۳۶۵
۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶۵ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۲۶

موافق ہے ، ان دلیلوں کی بنیاد پر خلافت میں تمہارا ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہے (۱)

ابن عباس جیسے نکتہ سنج اور دانشمند کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کے اس جواب سے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مصالحت کی رائے نہیں رکھتے ، ان کا مقصد سوائے جنگ و خونریزی کے کچھ نہیں ، وہاں سے میں نے حضرت علی کی خدمت میں اکر تمام باتیں بیان کر دیں

عائشہ کو پیغام

حضرت علی (ع) نے دوبارہ ابن عباس کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ زید بن صوحان کے ساتھ عائشہ کے پاس جا کر کہو کہ اے عائشہ تمہارے لئے پروردگار کا حکم یہ ہے کہ مرتے دم تک اپنے گھر میں رہو ، اپنے گھر سے باہر نہ نکلو لیکن میں کیا کروں ؟ کچھ لوگوں نے تمہیں فریب دیکر خانہ بدر کر دیا ہے ، اور اپنا آلو سیدھا کر نے اور مقصد حاصل کرنے کیلئے تمہیں اپنا ہم خیال بنا لیا ہے اور کچھ مسلمانوں نے تمہاری ہم اینگی سے ان لوگوں کے بارے میں دھوکہ کھایا ہے ، اور اپنے کو موت و بلاکت میں جھونک دیا ہے ، اس طرح بد بختی کو اپنا مقدر بنا لیا ہے۔

اے عائشہ تمہیں اپنے گھر واپس چلا جانا چاہیئے ، اور مسلمانوں میں جنگ و خونریزی برپا کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اے عائشہ ، بوش میں اجا ، اگر تو اپنے گھر میں واپس نہ ہو گی تو جس اختلاف کی اگ بھڑکا ئی ہے وہ واقع ہو کر رہے گی اور بہت سے لوگوں کو اپنا لقمہ بنا لیگی۔

اے عائشہ تیری ذمہ داری سنگین ہے خدا کے غضب سے ڈر ، اس عظیم گناہ سے توبہ کر خدا تیری توبہ قبول کرنے والا ، اور گناہوں سے صرف نظر کرنے والا ہے

اے عائشہ تجھے طلحہ کی رشتہ داری اور عبداللہ بن زبیر کی محبت اتش جہنم کی طرف نہ کھینچ لے جائے اور

۱۔ اس جواب کو ابن عبد ربہ نے عقد الفرید ج ۴ ص ۳۱۴ میں خود زبیر سے منسوب کیا ہے ، لیکن ابن ابی الحدید اور ابن عساکر نے ابن زبیر سے منسوب کیا ہے ، جواب کا لہجہ بھی بتا رہا ہے کہ یہ زبیر کے بجائے ابن زبیر ہی کا جواب ہو سکتا ہے۔

عذاب جہنم میں نہ گرفتار کر دے (۱)

یہ حضرت علی (ع) کے خطوط اور پیغامات کے نمونے تھے جنہیں آپ نے جنگ روکنے کے سلسلہ میں اتمام حجت اور بر قسم کے بہانوں کی راہ بند کرنے کیلئے لشکر عائشہ کے سرداروں کے پاس بھیجے

طلحہ و عائشہ کا جواب

حضرت علی نے جن لوگوں کو مامور فرمایا تھا انہوں نے عائشہ کے پاس اپ کا پیغام پہنچا دیا

عائشہ نے جواب میں کہا کہ میں علی سے بات نہیں کرونگی نہ انکی بات کا جواب دونگی ، کیونکہ مجھے علی کی طاقت لسانی اور حسن بیان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ، حضرت علی کے پیغام بروں نے عائشہ کے پاس سے واپس جا کر انکی بات حضرت علی (ع) سے بیان کر دی (۲)

بعض تاریخ نگاروں نے لکھا ہے کہ طلحہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

اے لوگو علی کے لشکر پر چڑھ دوڑو اور ان کے ایلچیوں کی بات پر کان نہ دھرو ، کیونکہ علی کی طاقت لسانی اور حسن بیان کے مقابلے میں اپنے نظر یئے کی حفاظت نہ کر سکو گے انکی باتوں کی وجہ سے متاثر ہو جائو گے اور اپنے عقیدے سے ہاتھ دھو بیٹھو گے (۳)

اس طرح طلحہ نے اپ کی منطقی باتوں کا جواب مغالطہ بازی سے دیا۔

بیجان انگیز تقریریں

عبداللہ بن زبیر کی تقریر

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ان تین دنوں میں جبکہ حضرت علی (ع) اور عائشہ کا لشکر آمنے سامنے تھا اور بالکل تیار کھڑا تھا حضرت علی (ع) نے وہ تمام ممکنہ وسیلہ اختیار کیا جس سے جنگ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے اور فتنہ ختم ہو جائے۔

۱_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۵

۲_ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۵

۳_ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۵

لیکن لشکر عائشہ حضرت امیر المومنین کے بر خلاف جنگ کی آگ بھڑکانے کیلئے برابر گرم اور بیجان انگیز تقریریں کرتا رہا اور اپنی اتشیں باتوں سے لوگوں کو ابھارتا رہا انہی بیجان تقریروں میں ایک عبداللہ ابن زبیر کی اتشیں

تقریر ہے جو فوجیوں کو ابھارنے کیلئے کی گئی ، وہ یہ تھی۔

اے لوگو بوش میں اجائو ، علی ابن ابی طالب نے خلیفہ برحق عثمان کو قتل کیا ، آج وہ ایک لشکر جزار لیکر تمہارے محاذ پر کھڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں پر مسلط ہو جائیں اور تمام اختیارات اور معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیں ، تمہارے شہر پر قبضہ کر لیں ، تمہیں چاہیئے کہ اپنی تمام قوتوں اور توانائیوں کو اکٹھا کر کے مردانہ وار اٹھ کھڑے ہو ، اپنی بود و باش اور اب و ہوا کو علی کے ظالمانہ ہاتھوں سے محفوظ کرو ، اپنے استقلال و شرافت اور اپنی عورتوں اور بچوں کا دفاع کرو۔

اے بصرہ والو تم کیسے اس ذلت و خواری پر راضی ہو جاؤ گے کہ کوفے والے تمہاری سر زمین پر چڑھ دوڑیں اور تمہیں اپنے شہر و دیار سے نکال باہر کر دیں۔

اے لوگو اٹھ کھڑے ہو ، تم ان پر غضبناک ہو جاؤ ، کیونکہ وہ تم سے غضبناک ہیں ، تم ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ تم سے جنگ پر آمادہ ہیں۔

اے لوگو علی اپنے سوا کسی کو اس خلافت کا لائق و سزوار نہیں سمجھتے ، خدا کی قسم اگر وہ تم پر کامیاب ہو گئے تو تمہاری دین و دنیا کو تباہ کر دینگے۔

عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کو ابھارنے کیلئے ایسے ہی لچر دار اور لوچ مطالب پر مشتمل بہت زیادہ باتیں کہہ ڈالیں۔

امام حسن (ع) نے جواب دیا

عبداللہ بن زبیر کی باتیں جب امام کے کانوں میں پڑیں تو آپ نے بھی اپنے فرزند امام حسن سے فرمایا:

بیٹے تم بھی اٹھ کر عبداللہ ابن زبیر کا جواب دو ، امام حسن کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد لوگوں سے کہا ، اے لوگو جو باتیں عبداللہ بن زبیر نے میرے بابا حضرت علی کے بارے میں کہیں ، ہم نے اسے سنا ، اس نے میرے بابا پر

قتل عثمان کا الزام لگایا ہے ، اس کے علاوہ بھی مہمل اور بیکار باتیں زبان پر جاری کی ہیں ، حالانکہ تمہارا ہر شخص جانتا ہے کہ اس کا باپ زبیر عثمان کے

بارے میں کیا کیا بد گوئیاں کرتا ہے ؟ اور کیسے کیسے برے القاب سے نوازتا رہا کیا کیا تہمتیں اور جھوٹی باتیں عثمان کے خلاف گڑھتا رہا ؟ سب کو یاد ہے کہعثمان کی حیات و خلافت کے زمانے میں طلحہ نے اتنی جرأت پیدا کر لی تھی کہ بیت المال کے کوٹھے پر ایک دن پرچم لہرا کر عملاً اپنی مخالفت کا اعلان کر دیا تھا ، ایسے بد ترین ماضی کے ساتھ جو انہوں نے عثمان سے برتا اج وہ میرے بابا پر قتل کا الزام کیسے لگا رہے ہیں ، اور کس منہ سے برائی کر رہے ہیں ؟ اگر میں بھی چاہوں تو ان دونوں کے بارے میں اس سے زیادہ باتیں کہہ سکتا ہوں اور اس سے بہت زیادہ حقائق روشن کر سکتا ہوں۔

لیکن اس نے جو یہ بات کہی ہے کہ حضرت علی لوگوں کی مرضی کے خلاف غاصبانہ طریقے سے ان پر حکومت کر رہے ہیں ، اس نا مناسب اور جھوٹے اعتراض کے مقابل ، میں بھی اس کے باپ پر اعتراض کرتا ہوں کہ زبیر نے بغیر کسی جواز کے میرے باپ کی بیعت توڑ دی اور اس نامناسب عمل کی ، یہ توجیہ کر رہے ہیں کہ ان کی بیعت مرضی اور رغبت سے نہیں تھی۔

یہ بات نہ تنہا ان کے عمل کو جائز نہیں ٹھہراتی بلکہ ان کے عصیان اور مخالفت کو بھی اشکار کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی اس بات سے اپنی بیعت کا اعتراف تو کر رہے ہیں اور اپنے عہد کا برملا اظہار بھی کر رہے ہیں اس طرح وہ اپنی شخصیت کو بیعت شکن کی حیثیت سے متعارف کرا رہے ہیں۔

یہ جو عبداللہ نے بات کہی ہے کہ کوفیوں کا لشکر بصرہ والوں پر مسلط ہو جائیگا یہ انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ باطل پر حق کا تسلط اور باطل کو خاک چٹانا تعجب خیز بات نہیں ، یہ فطری بات ہے کہ جب حق میدان میں اترتا ہے تو باطل اپنا بوریہ بستر باندھ کر جگہ خالی کر دیتا ہے۔

اس نے عثمان کے مددگاروں کے بارے میں بھی بات کہی ہے کہ جو واقعی مغالطہ سے بھر پور ہے کیونکہ ہم عثمان کے ساتھیوں سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے نہ ان سے جنگ کر رہے ہیں ، ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ شتر سوار عورت اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی جائے ، یہ لوگ بھی واقعے میں عثمان اور اس کے ساتھیوں سے کوئی ارتباط نہیں رکھتے (۱)

حضرت علی (ع) کی آخری تقریر

امیر المومنین نے ان تین دنوں میں صلح و صفائی کی بہت کوشش کی اور اس راہ میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر ڈالیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور آپ کے ایلچی لشکر عائشہ سے ناامید واپس آئے اور امیر المومنین کو بتا دیا کہ طلحہ و زبیر جنگ کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں۔

اس وقت حضرت علی (ع) اپنے لشکر کے درمیان کھڑے ہوئے اور آخری بار آپ نے یہ تقریر فرمائی:

حمد و ثنائے الہی اور پیغمبر پر صلوات کے بعد ارشاد فرمایا:

میرے ساتھیو میں نے ان لوگوں کو تین دن مہلت دی اور اس مدت میں انہیں بیعت شکنی سے باز رکھنے کی کوشش کی ان کے طغیان و سرکشی کو ثابت کیا تاکہ شاید اپنے جابلانہ ارادے سے باز آجائیں ، لیکن انہیں شرم نہیں آئی اور اپنے ارادے سے باز نہیں آئے اور اب انہوں نے میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ امادہ جنگ ہو جائوں اور ان کے نیزہ و شمشیر کو اپنے اوپر قبول کروں۔

وہ لوگ کہتے ہیں کہ علی کو باطل ارزوئوں نے مغرور بنا دیا ہے خواہشات نفسانی نے فریب دیا ہے ، ان کی باتوں پر افسوس ہے ، ان کی مائیں ان کے سوگ میں بیٹھیں ، کیونکہ وہ باطل کی راہ پر چل پڑے ہیں ، مجھے جنگ کی پرواہ نہیں کہ مجھے جنگ (تلوار اور نیزہ) سے ڈرا یا جائے ، ہاں ، جو مجھے نیزہ و تلوار کی دعوت دیتا ہے وہ انصاف سے دور نہیں جا رہا ہے ، کیونکہ میں اول روز سے نیزہ و تلوار سے اشنائی رکھتا ہوں " و لقد انصف القارہ من راماہا " (۱) ان لوگوں نے میرے جنگ اور عملوں کو دیکھا ہے اور میری ضرب کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے ، انہیں میری تلوار کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے نہ کہ مجھے جس کو امادہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ، کیونکہ میں وہی فرزند ابو طالب ہوں جس نے مشرکوں کی مضبوط صفیں توڑیں ہیں اور ان کی جمیعت کو پراکندہ

۱۔ قارہ قریش کے قبیلے تھے جو تیر اندازی میں مشہور تھے اسی وجہ سے ان لوگوں کو بطور ضرب المثل کہا جاتا تھا کہ جو شخص قبیلہ قارہ کو تیر اندازی کی دعوت دے اس نے انصاف کیا۔

کیا ہے ، اچ بھى مىں وىى مضبوط بازو اور دل كے سائى ان ٲر حملہ كروں گا اور ان كى صفىں درہم برہم كروں گا۔

اے لوگو مىں اپنے مقصد ٲر ايمان ركھتا ہوں اور حق و عدالت ٲر گامزن ہوں اسى وجہ سے يقين ركھتا ہوں كہ اللہ مىرى نصرت و مدد فرمائىگا اور مجھے كاميابى عطا كرىگا۔

اے لوگو سمجھ لو كہ موت انسان كى اخرى سر نوشت ہے وہ سب كو اپنے گھبرے مىں لے لے گى اور كسى كو اس كے چنگل سے نجات نہىں اگر كوئى شخص ميدان جنگ مىں بھى قتل نہ ہو تو انہى طبعى موت سے مرے گا ، ٲس كىا اچھا ہے كہ يہ انسان خدا كى راہ مىں اور اس كى رضا و خوشنودى كيلئے جان دے اور اللہ كى راہ مىں اپنا خون قربان كر دے۔

على كے خداكى قسم اگر ہزار مرتبہ بھى ميدان جنگ مىں قتل كىا جائوں تو يہ مىرے لئے اس سے كہىں زيادہ ٲسند يدہ ہے كہ مىں نرم بستر ٲر اپنى موت مروں

اس تقرير كے بعد امير المومنين نے اپنا رخ اسمان كى طرف كر كے كہا خدايا طلحہ نے مىرى بيعت توڑى اور مجھ سے جو عہد كىا تھا روند ڈالا ، اس نے لوگوں كو عثمان كے خلاف بھڑكاياباں تك كہ وہ قتل كئے گئے ٲھر مىرے اوٲر اس قتل كا الزام لگا ديا۔

ٲرور دگارا تو اس بات ٲہ اسے مہلت نہ دے۔

اے مہر بان خدا زبیر نے مىرے سائى قطع رحم كىا ، مىرى بيعت توڑى ، مىرے دشمنوں كى مدد كى ، خدايا ، اپنى ہر راہ سے مجھے اس كے شر سے محفوظ ركھ

حضرت على نے يہى ٲر اپنى تقرير ختم كى اس كے بعد ابن اعثم كے بيان كے مطابق دونوں لشكر ايك دوسرے كى طرف بڑھنے لگے اور ايك دوسرے سے نزديك ہو گئے

اس موقعہ ٲر حضرت على كے لشكر كى تعداد بيس ہزار تك ٲہنچ گئي تھى ، طلحہ و زبیر كے لشكر كى تعداد تيس ہزار تھى (۱)۔

حضرت علی (ع) نے اپنے جنگی پروگرام کا اعلان فرمایا

طبری کا بیان ہے کہ حضرت علی اور عائشہ کے لشکر نے بروز پنجشنبہ ۱۵ جمادی الثانیہ ۳۶ھ امنے سامنے

۱۔ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۵ ، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۰۱

۹۴

صف اراثی کی (۱) تین دن تک تیار حالات میں کھڑے رہے ، حملہ یا کوئی جنگ ان کے درمیان واقع نہیں ہوئی ، ان تین دنوں میں حضرت علی (ع) کی کوشش رہی کہ معاملہ صلح و صفائی پر انجام پا جائے ، لیکن اپنی کوشش کا کوئی نتیجہ نہ دیکھا ، اپ صلح سے قطعی مایوس ہو گئے ، اپ نے جب ملاحظہ فرمایا کہ جنگ بہر حال ہو کر رہے گی تو اپنے لشکر کی تنظیم کیلئے عمومی پروگرام کا اعلان فرمایا ، مورخین نے حضرت علی (ع) کے جنگی پروگرام کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حاکم نے مستدرک میں اور ملا علی متقی نے کنز العمال میں یحیی بن سعید کے چچا کا بیان نقل کیا ہے۔

جنگ جمل کے دن حضرت علی (ع) نے اپنے لشکر والوں کے سامنے بلند آواز سے اعلان فرمایا:

اے لوگو تم دشمن کی طرف تیر اندازی نہ کرو ، کسی پر تلوار یا نیزے سے حملہ نہ کرو ، جنگ و خونریزی میں سبقت نہ کرو ، ان سے نرمی اور ملائمت سے بات کرو۔

اے لوگو اگر کوئی شخص اس خطرناک موقعہ پر ہدایت کی راہ پالے تو قیامت کے دن بھی ہدایت یافتہ رہیگا۔

اس پروگرام کو نقل کرنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ ہم ظہر تک اسی حالت انتظار میں رہے اور حضرت علی کے فرمان کے مطابق جنگ میں پہل نہیں کی لیکن عائشہ کے لشکر سے آوازیں اور فریادیں بلند ہوتی رہیں ، یا لثارات عثمان ، اے عثمان کا انتقام لینے والو اٹھو یہ آواز پورے صحرا میں گونجتی رہی۔

محمد بن حنفیہ ہاتھ میں علم لیکر اپنے والد کے آگے ایک ٹیلے پر کھڑے تھے وہ

دشمن کے لشکر کو اچھی طرح دیکھ سکتے تھے اور ان کی آوازیں پورے طور پر سن سکتے تھے امام نے انہیں پاس بلا کر پوچھا ، اے محمد یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں ؟ اور ان کی آوازیں کیوں بلند ہے ؟

محمد نے کہا بابا جان ، یہ جنگی شعار بلند کر رہے ہیں ، یا لاثارات عثمان ، اس طرح وہ اپنے ساتھیوں کو انتقام خون عثمان پر ابھار کر جنگ کیلئے آمادہ کر رہے ہیں۔

اس وقت حضرت علی (ع) نے ہاتھ بلند کر کے دعا کی اے خدا آج تو قاتلان عثمان کو ذلت کی خاک چٹا دے اور انہیں نا کام کر دے ، (۲) دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ اس دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو حضرت علی نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

۱ طبری ج ۵ ص ۱۹۹ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۲۶
۱ مستدرک ج ۳ ص ۳۷۱ ، کنز العمال ج ۶ ص ۸۵ حدیث ۱۳۱۱

۹۵

جب تک دشمن جنگ شروع نہ کرے تم جنگ میں پہل نہ کرنا اور ان پر سبقت نہ کرنا ، پھر فرمایا : خدا کا شکر ہے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور جنگ میں پہل نہ کرنا بھی ہماری حقانیت کی دلیل ہو گی اس کے بعد فرمایا:

جنگ شروع ہونے کے بعد جو نیزے سے زخمی ہو جائے اسے قتل نہ کرنا ، کامیابی کے بعد بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرنا ، مقتولوں کو عریاں نہ کرنا ، اور ان کے جسم کا مثلہ نہ کرنا ، اگر دشمن کے گھروں پر پہنچنا تو بے پردگی نہ کرنا ، ان کی عورتوں پر زیادتی نہ کرنا ، گھر کے اندرونی حصے میں داخل نہ ہونا اور نہ ان کا مال و دولت لوٹنا _ (۱)

اس موقع پر مسعودی نے اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی (ع) نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمن کی جو دولت میدان جنگ میں مل جائے اسے مال غنیمت کی طرح مت لوٹنا ، ان کی عورتوں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہے وہ تمہیں گالیاں بھی دیں اور تمہارے بزرگوں کو برا بھلا بھی کہیں کیونکہ ان کی عقل ناقص ہے ، رسول خدا (ص) نے ان کی اذیت سے منع کیا ہے چاہے وہ کافر ہی ہوں ، بالآخر معمولی زیادتی بھی یہاں تک کہ عورتوں کو سرزنش بھی ممنوع ہے۔

حضرت علی (ع) نے قرآن کے ذریعہ اتمام حجت فرمایا

حضرت علی نے صلح و صفائی کی اپنی کوشش کا کوئی نتیجہ نہ دیکھا تو قرآن سے تمسک اختیار کیا کہ دشمن پر اس سے اتمام حجت کیا جائے۔

اپ نے قرآن ہاتھ میں لیکر بلند آواز سے فرمایا:

تم میں کون ہے ، کہ اس قرآن کو ہاتھ میں لیکر دشمن کو اس کی طرف دعوت دے یہاں تک کہ وہ اس راہ میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور شہادت سے سرفراز ہو گا۔

اس وقت ایک جوان سفید لباس میں ملبوس پڑا ہوا ، اس نے کہا اے علی میں اس موت کی راہ کو عاشقانہ طریقے پر اپنے لئے خریدتا ہوں۔

حضرت علی (ع) نے دوسری بار لوگوں سے فرمایا:

۱_ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۷ _ ۱۶۰ ، مروج الذهب ج ۵ ص ۱۸۸ ، ترجمہ تاریخ ابن اعثم ،
آغانی ج ۱۶ ص ۱۲۷ ، شرح نہج البلاغہ

۹۶

کون ہے جو اکیلے اس لشکر کے سامنے کھڑا ہو اور انہیں قرآن کی دعوت دے ، اس راہ میں حتمی موت سے نہ ڈرے۔

وہ جوان دوسری بار بھی کہنے لگا یا امیر المومنین میری جان اپ پر فدا ، میں اس ذمہ داری کیلئے نیزہ و شمشیر سے براساں نہیں ہوں اور نہ مجھے موت کی پرواہ ہے۔

امیر المومنین نے قرآن اس جوان کے حوالے کیا ، اور وہ دشمن کی طرف روانہ ہو گیا ، اس نے عائشہ کے فوجیوں کو قرآن ہاتھ میں لیکر دعوت دی اس حال میں لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا ہاتھ جسم سے جدا کر کے زمین پر ڈال دیا۔

اس جوان نے بھر پور حوصلے کے ساتھ قرآن بائیں ہاتھ میں لے لیا اور انہیں تبلیغ کرتا رہا ، لوگوں نے پھر اس پر حملہ کر کے بائیں ہاتھ کاٹ ڈالا ، وہ اس حالت میں کہ قرآن اس کے سینے پر تھا اور خون اس کے دونوں ہاتھوں سے جاری تھا اپنی جان جاں افریں کے سپرد کر دی (۱)

طبری نے یہ داستان اس طرح لکھی:

حضرت علی (ع) نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کہ کون ہے جو اس قرآن کو ہاتھ میں لیکر دشمن کے سامنے جائے اور انہیں اطاعت فرمان کی دعوت دے اور ایسی استقامت و فدا کاری کا مظاہرہ کرے کہ اگر ہاتھ بھی کٹ جائے تو قرآن دوسرے ہاتھ میں لیلے ، اور اگر دوسرا ہاتھ بھی کٹ جائے تو قرآن دانتوں سے دبا لے اور لوگوں کو اس کے حقائق کی تبلیغ کرے۔

اس موقع پر ایک نو جوان کھڑا ہو کر بولا یا علی ، میں

۔ با ، اے امیر المومنین یہ ذمہ داری مجھے دیجئے

علی نے اپنی پیشکش دوبارہ سب کے سامنے رکھی لیکن اس غیرتمند جوان کے سوا کوئی بھی اس ذمہ داری کیلئے آمادہ نہیں ہوا کہ جس میں لازمی طور سے موت تھی۔

۱۔ کنز العمال ج ۶ ص ۸۵ ، طبری ج ۵ ص ۲۰۵ ، ابن اثیر

۹۷

حضرت علی (ع) نے اس وارفتہ جوان سے فرمایا کہ: دشمن کی طرف جائو اور ان کے سامنے یہ قرآن پیش کرو ، ان سے کہو کہ یہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا اور حاکم ہے ، اسمیں جو بھی حکم ہو ہمیں اسی کے مطابق عمل کرتے ہوئے خونریزی اور برادر کشی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

وہ جوان گیا اور اپنی ذمہ داری اچھی طرح نبھائی یہاں تک کہ دعوت قرآن کی راہ میں اس کے ہاتھ کٹ گئے اس نے قرآن کو دانتوں سے دبا لیا اور تبلیغ کرتا رہا یہاں تک کہ اپنی جان دیدی۔

اس واقعہ کے بعد امیر المومنین نے فرمایا ، اب ان لوگوں پر ہر حیثیت سے حجت تمام ہو گئی اور ہمارے لئے ان سے جنگ واجب ہو گئی (۱)

غمزدہ مادر نے اس پیارے جوان فرزند کے سوگ میں کچھ اشعار کہے جس کا مضمون یہ ہے۔

لاہم ان مسلماً دعاہم
یتلو کتاب اللہ لا یخشاہم
وامہم قائمۃ تراہم

يا تمرّون الغى لا تنهاهم
قد خضبت من علق لحاهم

ترجمہ :- اے خدا تو گواہ رہنا کہ اس مسلمان جوان نے انہیں تیری طرف دعوت دی اور ان کی تلواروں کا خیال کئے بغیر قرآن پڑھتا رہا ، اور انکی ماں (عائشہ) بھی ان کے درمیان موجود تھی ، ان کے برے کرتوت دیکھ رہی تھی ، ظلم و تعدی پر انکھیں پھرا رہی تھی ، اس ماں نے اپنے بیٹوں کو اس راستے سے روکا نہیں جو بد بختی و بلاکت کیطرف جارہا تھا بلکہ وہ انہیں اس ظلم و ستم پر ابھار رہی تھی ، انہیں مہندی کے بجائے خون سے خضاب کر رہی تھی۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: ان اشعار کو ام ذریح نے اس جوان کے سوگ میں کہے تھے۔

ابن اعثم بھی کہتا ہے کہ: وہ جوان کوفے کا باشندہ خاندان مجاشع سے تھا۔ جس شخص نے اس کے ہاتھ قطع کئے وہ عائشہ کا قریبی خدمتکار تھا اسی نے اسے قتل کیا۔

_ اطبری ج ۵ ص ۲۴ ، کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۴ ، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۳۱ ، بحوالہ ابن اعثم و ابو مخنف

۹۸

عمار یاسر نے عائشہ اور سرداران لشکر سے بات کی

ایک دن رسول خدا (ص) نے عمار یاسر سے فرمایا:

اے عمار تمہیں ظالم اور باغی گروہ قتل کرے گا یا عمار تقتلك الباغیة

جس دن سے رسول خدا (ص) نے یہ مختصر اور تاریخی جملہ عمار کے بارے میں فرمایا تھا وہ مسلمانوں کے درمیان معیار حق بن گئے تھے ، عمار جس لشکر میں بھی ہوتے اس لشکر کی حقانیت کا ثبوت بن جاتے ، اور انہیں کے ذریعہ سے مخالف لشکر کا باطل پر ہونا ظاہر ہو جاتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین (ع) نے عمار یاسر کو عائشہ اور سرداران لشکر کے پاس ملاقات کیلئے بھیجا تاکہ انہیں موعظہ و نصیحت فرمائیں شاید یہ لوگ ان کی باتیں سنکر اثر قبول کریں ، ورنہ کم از کم ان پر حجت تو تمام ہی ہو

جائے گی۔

مسعودی نے یہ واقعہ یوں لکھا ہے:

جنگِ جمل میں عائشہ کیلئے لکڑی کا ہودج بنایا گیا ، اور مضبوط اور موٹا تختہ دیا گیا ، اس کے اوپر گائے کی کھال اور کمبل بچھایا گیا اس کے بعد ہر قسم کے خطروں سے محفوظ رہنے کیلئے بہت سی زربوں سے ڈھانپ کر ایک اہنی دیوار کھینچ دی گئی تھی ، یہ ہودج ایسا مضبوط قلعہ بن گیا تھا ، اسے مشہور اونٹ عسکر پر رکھا گیا جسے یعلیٰ ابن امیہ نے خرید لیا تھا عائشہ کا یہ اونٹ فوج کے اگے چل رہا تھا ، جب عمار یاسر نے یہ حالت دیکھی تو دونوں لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر عائشہ کے فوجیوں سے فرمایا:

اے لوگو تم نے اپنے پیغمبر (ص) کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ اپنی عورتوں کو تو پردے میں بیٹھا رکھا ہے اور ان کی زوجہ کو میدانِ جنگ میں شمشیروں کے سامنے کھینچ لائے ہو۔

پھر عائشہ کے ہودج کے پاس پہنچ کر کہا:

اے عائشہ تو ہم سے کیا چاہتی ہے

عائشہ نے جواب دیا ، عثمان کا انتقام

عمار نے کہا ، اللہ ان ظالم اور باغیوں کو قتل کرے جو بغیر معمولی سا حق رکھتے ہوئے انتقام کا نعرہ لگاتے اس کے بعد عمار نے لوگوں سے خطاب فرمایا ، کہ تم لوگ انہیں خوب پہچان رہے ہو جو خونِ عثمان میں شریک رہے ہیں ،

۹۹

اچھی طرح جانتے ہو کہ ان دونوں لشکر میں وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عثمان کو قتل کیا ، ہاں تم پوری طرح جانتے ہو کہ عثمان کے قاتل وہی لوگ ہیں جو آج انتقام کے بہانے سے یہ جنگ اور اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔

اتنے میں بارش کے قطروں کی طرح دشمن کی طرف سے عمار پر تیر برسنے لگے اس وقت آپ نے یہ اشعار پڑھے

ومنك البداء و منك الغير
ومنك الرياح و منك المطر
وانت امرت بقتل الامام

و قلت لنا انه قد كفر

اے عائشہ تم ہی نے جنگ شروع کی اور تم ہی سے خونریزی ہوئی

یہ تمام ہنگامہ اور حادثے تیری وجہ سے پیدا ہوئے

تو نے ہی خلیفہ کے قتل کا فرمان صادر کیا

اور تو نے ہی اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا

عمار کی طرف مسلسل تیراتے رہے ، انہوں نے بھی اپنے گھوڑے کو تازیانہ لگا کر اپنے کو لشکر سے علحدہ کر لیا ، حضرت علی کے پاس آکر آپ نے عرض کیا ، اے امیر المومنین۔

کب تک صبر کیا جائے اور کہاں تک انتظار کیا جائے ؟

میں نے تو یہی دیکھا کہ یہ گروہ آپ سے بالکل جنگ پر آمادہ ہے۔

حضرت علی (ع) نے آخری بار اتمام حجت فرمایا

حضرت علی (ع) نے جہاں تک ممکن ہوا صلح و صفائی کی کوشش کی اور دشمنوں پر مختلف طریقوں سے اتمام حجت فرما کر کوئی عذر اور بہانا نہیں چھوڑا

۱_ حضرت علی (ع) نے دشمن کے سرداران لشکر کو خط لکھا اور انہیں بیعت شکنی اور جنگ و خونریزی سے ڈرایا۔

۲_ حضرت علی (ع) نے عائشہ اور ان کے سرداران لشکر کو پیغام بھیجا یا اور صلح و صفائی کی دعوت دی ۔

۱۰۰

۳_ حضرت علی (ع) بذات خود لشکر مخالف کے بزرگوں سے ملاقات کر کے انہیں موعظہ و نصیحت فرمائی۔

۴_ حضرت علی (ع) نے دشمنوں کے سامنے قرآن پیش کر کے دعوت دی اور اس کے ذریعہ اتمام حجت فرمایا۔

۵_ حضرت علی (ع) نے اپنے ساتھیوں کو ایک جنگی پروگرام مرتب کر کے

انہیں سمجھایا جس کے دفعات میں محبت ، مہربانی ، اور صلح و صفائی تھی ، اس پروگرام میں جن باتوں کو پیش کیا گیا تھا ان میں انسانی ہمدردی کا عنصر زیادہ تھا اور اپنے بد ترین دشمنوں سے بھی نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم تھا۔

۶۔ آخر کار عمار یاسر کو جو حدیث رسول(ص) کے مطابق میزان حق و عدالت تھے حضرت علی(ع) نے انہیں لشکر عائشہ کی طرف بھیجا کہ وہ انہیں حق کی دعوت دیں اس طرح دوبارہ آپ نے ان پر حجت تمام کی۔

ان تمام مطالب کو گذشتہ فصلوں میں معتبر تاریخی مدارک سے ثابت کیا گیا ہے۔

حضرت علی (ع) نے آخری بار اس طرح اتمام حجت فرمایا کہ جب لشکر عائشہ نے حضرت علی کے ساتھیوں پر تیر بارانی کی تو آپ نے اپنی فوج کو صبر کی وصیت فرمائی اور انہیں جنگ سے روکتے ہوئے فرمایا:

اللہم اشہد اعذروا الی القوم اے اللہ ، اے انصاف کرنے والے خدا تو گواہ رہنا۔

اے میرے ساتھیو صبر اور بردباری کا مظاہرہ کرو اور چھوڑ دو کہ دشمن پر اس سے زیادہ حجت تمام ہو جائے اور ان کیلئے کوئی عذر اور بہانے کی گنجائش نہ رہ جائے۔

ہاں ، حضرت علی (ع) نے اس حد تک صلح و صفائی کی کوشش کی اور دشمن پر حجت تمام کی لیکن جتنی آپ کی صلح و صفائی کی کوشش بڑھتی گئی آپ کے دشمن جنگ و خونریزی پر اتنا ہی اصرار کرتے رہے ، اب حضرت علی کا آخری اتمام حجت بھی ملاحظہ فرمائیے ، اسے معتبر مورخین نے لکھا ہے۔

حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں بیان کیا کہ:

زبیر نے عائشہ کے لشکر والوں سے جو تیر اندازی پر مامور تھے حکم دیا (ارموہم برشق) تم سب ایک ساتھ ان لوگوں پر تیر بارانی کرو حاکم اگے لکھتے ہیں کہ یہ جملہ در اصل اعلان جنگ تھا جو لشکر عائشہ کے سردار کی طرف سے صادر ہوا تھا۔

ابن اعثم اور زیادہ تر مورخین نے لکھا ہے کہ:

جس طرح رسول خدا (ص) نے جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک لیکر دشمنوں کی جانب پھینکتے ہوئے فرمایا تھا شاہت الوجوه ، ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں۔

عائشہ نے بھی اس عمل رسول (ص) سے سوء استفادہ کیا اور اسے مسلمانوں کے خلاف جنگ جمل میں برتا ، ایک مٹھی خاک اٹھائی اور چلا کر کہا شاہت الوجوه ، اور وہ خاک حضرت علی (ع) کے لشکر کی طرف پھینک دی۔

اس موقع پر حضرت علی کے ایک فوجی نے عائشہ کی سرزنش کرتے ہوئے کہا ، " و ما رمیت اذ رمیت و لکن ا لشیطان رمی "

اے عائشہ تم نے یہ مٹی حضرت علی (ع) کے لشکر کی جانب نہیں پھینکی بلکہ یہ شیطان کا ہاتھ تھا ، جس سے یہ نا پسندیدہ حرکت ہوئی (۱)

یہ تمام اقدامات اصل میں جنگ شروع کرنے کا فرمان تھا اس کے فوراً بعد عائشہ کے فوجیوں کی طرف سے باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔

ابو مخنف اور دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ:

لشکر عائشہ کی طرف سے تیر اندازی شروع ہو گئی اور اتنی شدت سے علی کی طرف بے در بے تیرا بے تھے کہ حضرت علی (ع) کے فوجی صدائے فریاد بلند کرنے لگے۔

اے امیر المومنین ، دشمن نے ہمارے امان کو پارہ پارہ کر دیا ہمارے صبر کا دامن چاک کر دیا۔

اپ بھی فرمان دفاع صادر فرمائیے

اس وقت ایک شخص کا جنازہ جو تیروں سے چھلنی تھا حضرت علی (ع) کے خیمے کے پاس لایا گیا ، اور کہا گیا کہ اے امیر المومنین یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے اپ کا وفادار ساتھی تھا ، اسے دشمن نے قتل کیا ہے ، امام نے اسمان کی طرف رخ کر کے دعا کی ، اے انصاف و خدا تو گواہ رہنا اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے فرمایا ، صبر کرو ، تاکہ دشمن پر کچھ اور حجت تمام کی جائے۔

۱۔ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۱ ، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۸۵

ایک دوسرا جنازہ بھی لاکر کہا:

اے امیر المومنین ، یہ بھی فلاں شخص ہے جو دشمن کی تیروں سے اپنے خون میں نہا گیا ہے۔

حضرت علی (ع) نے پھر اسمان کی طرف رخ کیا کہا اے خداوند قہار تو ناظر اور میرے حق کا گواہ ہے ، اور اس بار بھی جنگ کی اجازت نہیں دی ، اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

تمہیں دشمن کی زیادتیوں کے مقابلے میں اور بھی زیادہ صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیئے ، جانے بھی دو تمہاری حقانیت اور حسن نیت جتنی زیادہ ثابت ہو گی ان لوگوں پر اتنی ہی حجت تمام ہو گی۔

اسی درمیان رسول (ص) کے صحابی عبداللہ ابن بدیل خزاعی اپنے بھائی عبدالرحمن کی خون الودہ لاش لائے اور حضرت علی (ع) کے سامنے زمین پر رکھ کر کہا:

یا علی یہ میرا بھائی ہے جسے دشمنوں نے بزدلانہ طریقے سے قتل کیا۔

حضرت علی (ع) نے مختلف طریقوں سے دشمن پر اتمام حجت فرمایا تھا، اب یہاں اپنے کو مجبور پا رہے تھے اپ کیلئے جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا ، اپ نے کلمہ ، "انا لله و انا الیہ راجعون " زیان پر جاری فرمایا اور رسول خدا (ص) کی زہ پہنی جس کا نام ذات الفضول تھا ، سر پر عمامہ رکھا اور رسول خدا (ص) کے خچر پر سوار ہوئے جس کا نام دلدل تھا ، پھر اپنی مشہور تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا کمر میں حمائل کی اور عقاب نام کے پرچم کو اپنے فرزند محمد حنفیہ کے حوالے کیا ، امام حسن و حسین سے فرمایا:

میرے بیٹو چونکہ تم لوگوں سے رسول خدا (ص) بہت زیادہ محبت فرماتے تھے اور تم انہیں سے منسوب ہو یہی وجہ ہے کہ میں نے علم تمہارے حوالے نہیں کیا ، اور یہ علم تمہارے بھائی محمد کے حوالے کیا۔

امام اس صورت سے آمادہ جنگ ہوئے اور پھر اپ نے اپنے سپاہیوں کی سمت رخ کر کے یہ ایت تلاوت فرمائی

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائیگا

(حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گذرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گذر چکا ہے) ان پر سختیاں گذریں ، مصیبتیں آئیں ، بلا مارے گئے ، یہاں تک کہ اس وقت کا رسول اور اسکے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئیگی ، اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد اور کامیابی بہت جلد واقع ہو گی . سورہ بقرہ ایت ۲۱۴

۱۰۳

امیر المومنین نے یہ ایت تلاوت فرما کر جنگ کا عزم کر لیا اپ جنگ کیلئے بڑھتے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے

اے خدا ہم سب کو صبر و تحمل اور استقامت عطا کر ، اپنی تائید اور کامرانی سے سرفراز فرما ، اور اگر حساس موقعہ پیش آئیں یا خطرناک حالات سامنے آئیں تو ہماری مدد و نصرت فرما۔

حضرت علی (ع) کی زبیر سے ملاقات

دونوں طرف کی فوجیں امنے سامنے آمادہ جنگ تھیں اسی وقت حضرت علی (ع) نے اپنے لشکر سے عائشہ کے لشکر کی طرف حرکت کی اور زبیر کو اپنے پاس بلا کر کہا:

اے زبیر تم نے کس مقصد سے اور کیا سونچ کر اتنے بڑے لشکر کو اس سرزمین پر کھینچ بلایا ہے ؟

چونکہ میں نے تمہیں خلافت کے لائق نہیں سمجھا اس لئے اس فوج کے ساتھ آیا ہوں کہ تمہیں خلافت سے علحدہ کر دو۔

اے زبیر جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ صرف بہانہ ہے کیونکہ میں عثمان سے کمتر نہیں ہوں ، کہ خلافت کے لائق نہ رہو۔

اے زبیر تم تو خاندان عبدالمطلب کے اچھے لوگوں میں سے اور ہمارے خاندان کی فرد سمجھے جاتے تھے ، لیکن جب سے تمہارا بیٹا عبداللہ بر سر کار ہوا تو ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دی۔

اے زبیر مجھے تعجب ہے کہ تم خود قاتل عثمان ہو لیکن اس کا بدلہ مجھ سے چاہتے ہو۔

خداوند عالم ہم دونوں میں سے جس نے بھی عثمان سے زیادہ عداوت کا مظاہرہ کیا اسے دردناک عذاب میں ڈالے ، اور سخت آفت سے دو چار کرے۔

یہاں تک کہا کہ اے زبیر تمہیں یاد ہوگا کہ ایک دن میں اور تم ایک ساتھ تھے رسو ل خدا(ص) بھی ہمارے ساتھ چل رہے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا ، اے علی ، ایک دن ایسا ہوگا کہ یہ تمہاری پھوپھی کا بیٹا نا حق تم سے جنگ کریگا۔

زبیر کو فوراً حدیث رسول یاد آگئی اور انہوں نے کہا:

اے علی ، خدا کی قسم میں آج کے بعد تم سے برگز جنگ نہ کروں گا ، یہ کہا اور اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف

۱۰۴

واپس جا کر کہا:

اے عبداللہ میں جس راہ جارہا ہوں اس سے بہت زیادہ فکر مند ہوں ، نتیجہ محل سے خوفزدہ ہوں ، میں صاف صاف کہتا ہوں کہ حضرت علی (ع) سے جنگ کرنا میرے نظریہ کے موافق نہیں ہے۔

عبداللہ نے کہا : اے بابا ، آپ نے پہلے دن اس راہ میں مضبوط ایمان اور عقیدے کے ساتھ قدم بڑھایا تھا ، آپ کے چہرے پر کسی قسم کا اضطراب نہیں محسوس کیا گیا ، لیکن آج آپ نے اپنا ارادہ بدل دیا ، آپ کو آپ کے دل میں تشویش بھر گئی ، لازمی طور سے یہ کھلے ہوئے پرچم اور اٹھی ہوئی حضرت علی (ع) کی تلواروں نے رعب و وحشت میں مبتلا کر دیا ہے اور دل میں اضطراب بھر دیا ہے۔

ہاں اے بابا ، حقیقت یہ ہے کہ آپ موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر علحدہ ہو رہے ہیں ، ورنہ ہمارے مقصد کی تقدیس میں کوئی شک نہیں۔

عبداللہ نے اسی طرح کی مہمل باتیں باپ سے کہیں یہاں تک کہ باپ نے غصہ میں چلا کر کہا: تیرا جیسا بیٹا ہونا میرے لئے افسوس ناک ہے جو باپ کو ہلاکت اور بد بختی میں جھونک رہا ہے ، اے بیٹا ، تم مجھے حضرت علی (ع) سے جنگ پر ابھار رہے ہو ، حالانکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ان سے برگز جنگ نہ کروں گا میں اس قسم کا کیا کروں ؟

عبداللہ نے کہا: بابا یہ بہت اسان ہے ، اپ اپنی قسم توڑ دیجئے اور قسم توڑنے کے کفارے میں اپنے غلام سرجس کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیجئے۔

زبیر نے اپنے فرزند کی ہدایت کے مطابق غلام کو اپنا کفارہ قسم میں آزاد کر کے دوبارہ صف لشکر میں اکر امادہ جنگ ہو گئے۔

ابن اعثم کوفی نے بھی حضرت علی (ع) اور زبیر کی ملاقات کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ:

حضرت علی (ع) نے ان سے کہا:

زبیر ، تم نے میری مخالفت کا علم کس لئے بلند کیا ہے ؟ خون عثمان کا انتقام لینے کیلئے

تم اور تمہارے دوست طلحہ نے عثمان کو قتل کیا ، ان کا خون تم دونوں کی گردن پر ہے اگر واقعی سچ کہہ رہے ہو تو اپنے کو عثمان کے بیٹوں کے حوالے کر دو تاکہ وہ باپ کے انتقام میں تم لوگوں کو قتل کرے یا ان سے باپ کا خون بہا لے لے۔

۱۰۵

واقعہ کی تفصیل

طبری نے اس واقعہ کو دوسری جگہ زیادہ تفصیل سے لکھا ہے ، وہاں اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی (ع) دونوں لشکر کے درمیان اس طرح قریب ہوئے کہ گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھیں ، اس وقت حضرت علی (ع) نے ان دونوں سے کہا:

اے طلحہ و زبیر تم لوگوں نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے زبر دست طاقت فراہم کر لی ہے ، ہر طرح کی جنگی تیاری اور اسلحہ فراہم کر لیا ہے ، حالانکہ خدائے عادل کے سامنے تم لوگوں کے پاس کوئی عذر اور حجت نہیں ہے ، لازمی طور سے اسی کی بارگاہ میں لا جواب ہو خدا سے ڈرو ، اس کے غضب کا خوف کرو ، تم نے خدا کی راہ میں اسلام اور کلمہ توحید کی بلندی کیلئے مقدس جہاد کئے ہیں ان تمام بہترین خدمات کے مقابلے میں یہ فتنہ و فساد اور داخلی اختلاف تم لوگوں نے پیدا کر دیا ہے ، اب مسلمانوں کو موت کے منہ میں مت جھونکو ، ان

تمام اجر اور ثواب کو اس گناہ کے بدلے میں عذاب جہنم سے مت بدلو ، اس بوڑھیا کے مانند نہ ہو جائو کہ جس نے بڑی محنت سے مضبوط رسی بٹی پھر انہیں اتنی ہی کوشش سے دوبارہ پارہ پارہ کر دیا (ولا تكونا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا۔)

اس کے بعد فرمایا: اے طلحہ و زبیر کیا تم بھائی بھائی نہیں تھے کہ ایک دوسرے پر ذرا بھی زیادتی کو جائز نہیں سمجھتے تھے ، آج کیا ہوا ہے کہ مجھ پر ایسی شورش پیدا کی ہے اور میرا خون مباح ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

طلحہ نے حضرت علی (ع) کی ان نصیحتوں کو سن کر کہا : اے علی ، تمہارا جرم و گناہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکایا اور ان کا نا حق خون بہایا۔

حضرت علی (ع) نے ان کے جواب میں یہ ایت تلاوت فرمائی ، یومئذ یوفیہم اللہ دینہم الحق ، قیامت کے دن ہر شخص کو حق کے خلاف اقدامات کی سزا دی جائیگی۔

حضرت علی (ع) کا مقصد یہ تھا کہ جس شخص نے بھی عثمان کا خون بہایا ہے اسے سزا دی جائیگی وہ اپنے کئے کا بدلہ پائیگا، اسے نہیں جس پر نا حق الزام لگایا جا رہا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی (ع) نے مزید فرمایا:

اے طلحہ میں بنیادی طور سے خون عثمان میں شریک نہیں تھا تم مجھ سے اس خون کا مطالبہ کیسے کر رہے ہو

۱۰۶

خدا لعنت کرے اس شخص پر کہ جس کی گردن پر خون عثمان ہے۔

اس کے بعد زبیر سے فرمایا:

اے زبیر تمہیں یا د ہے کہ ایک دن رسول (ص) خدامیرے پاس سے گذرے انہوں نے جب دیکھا کہ تم مجھ سے انتہائی محبت کا برتاؤ کر رہے ہو اور میں مسکرا رہا ہوں تو تم نے کہا کہ یا رسول (ص) اللہ فرزند ابو طالب اپنی خود نمائی سے باز نہیں آئے۔

رسول خدا تمہاری بات سے غضبناک ہوئے اور سر زنش کرتے ہوئے فرمایا:

اے زبیر ، جس طرح اچ تم حضرت علی (ع) پر ناحق اعتراض کر رہے ہو ، خدا کی قسم وہ دن بھی ائیگا کہ نا حق ان سے جنگ کروگے۔

اس موقعہ پر حدیث رسول (ص) یاد آئی اور ندامت سے سر جھکا کر کہا کہ اگر یہ حدیث مجھے یاد ہوتی تو برگز تم سے جنگ کا اقدام نہ کرتا ، اب جبکہ میں جنگ کے ارادے سے گھر سے باہر نکل چکا ہوں ، میں اپنے اس ارادے سے باز آتا ہوں ، خدا کی قسم اب میں تم سے جنگ نہیں کرونگا۔

طبری کا بیان ہے کہ:

اس گفتگو کے بعد حضرت علی (ع) اپنے لشکر میں واپس آگئے ، آپ نے اپنے سپاہیوں سے فرمایا ، زبیر نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ہم سے جنگ نہ کریں گے

زبیر بھی عائشہ کے پاس گئے اور کہا ، اے عائشہ ، میں نے جس دن سے بوش سنبھالا ہے کبھی ایسا اقدام نہیں کیا کہ جس کے نتیجے کے بارے میں میں نے غور نہ کر لیا ہو ، سوائے اس جنگ کے جس کا نتیجہ میرے اوپر مبہم تھا ، میں اس کے انجام سے بہت خوفزدہ ہوں۔

عائشہ نے کہا : اے زبیر اپنی پوری بات کہو اور جو کچھ ارادہ کیا ہے صاف صاف بیان کرو

میں چاہتا ہوں کہ اس لشکر سے علحدہ ہو جائوں اور اپنے گھر واپس جاؤں

زبیر کا بیٹا وہاں موجود تھا ، اس نے اپنے باپ کی سخت ملامت کرتے ہوئے کہا

:

بابا اب جبکہ دونوں لشکر کو ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑا کر دیا ہے ، اور کسی وقت بھی جنگ شروع ہونے کا

۱۰۷

احتمال ہے ایسے حساس اور خطرناک موقعہ پر انہیں اپنے حال پر چھوڑ رہے ہو فرار کو ثبات پر ترجیح دے رہے ہو ؟

اے بابا حتمی طور سے علی کی تلوار اور فوج دشمن کے بہادر شہسواروں کے ہاتھ میں پرچم دیکھ کر ایسا خوف و براس تمہارے دل میں پیدا ہو گیا ہے اور اب تم نے لشکر سے کنارہ کشی کا ارادہ کر لیا ہے۔

زبیر نے جواب دیا ، اے عبد اللہ ، خدا کی قسم ، کہ خوف اور وحشت کی بات نہیں ہے لیکن میں نے قسم کھا لی ہے کہ علی سے جنگ نہیں کروں گا۔

عبد اللہ نے جواب میں پیشکش کی

اے بابا ، اس کی تدبیر اسان ہے کہ آپ قسم توڑ دیجئے اور اس کا کفارہ ادا کر کے جنگ شروع کر دیجئے

زبیر نے بیٹے کی بات مان لی اور قسم توڑ کر کفارے میں اپنے غلام مکحول کو آزاد کر دیا اور دوبارہ صف لشکر میں شامل ہو گئے

عبدالرحمن ابن سلیمان تمیمی نے اس واقعے کو نظم کیا ہے

لم ارکا لیوم انا الا خوان
اعجب من مکفر الایمان
بالعتق فی معصیة الرحمن
یعتق مکحولا یصون دینہ
کفارة لله عن یمینہ
والنکت قد لا ح علی جبینہ

میں نے ساری عمر میں ایسا دن کبھی نہیں دیکھا اس شخص نے مجھے حیرت میں ڈالا ہے ، اس شخص نے اپنی قسم توڑی اور اپنا غلام کفارے کے طور پر آزاد کیا ، تاکہ قسم توڑنے کا گناہ اس کے دامن سے پاک ہو جائے ، لیکن اپنے اس عمل سے کہیں زیادہ بد تر گناہ کا مرتکب ہوا۔

ایک دوسرے شاعر نے جو زبیر کا فوجی تھا اس سلسلے میں کچھ اشعار کہے

ہیں

زبیر نے اپنے غلام مکحول کو کفارہ قسم کے طور پر آزاد کیا تاکہ وہ دینی لحاظ سے عہد شکن نہ کہا جائے لیکن اس کا کیا فائدہ ؟ کیونکہ اس کفارے کو ادا کرنے کے بعد اس پر عہد شکن کا داغ اور بھی زیادہ نمایاں ہو گیا۔

زبیر کی سر گذشت

مسعودی کا بیان ہے:

جس وقت دونوں لشکر امنے سامنے ہوئے ، حضرت علی (ع) نے جنگی ہتھیار زمین پر رکھے ، پھر رسول خدا (ص) کے مخصوص چچر استر پر سوار ہو کر عائشہ کے لشکر کی طرف چلے ، وہاں آپ نے زبیر کو بلایا زبیر جنگی ہتھیار بدن پر سجائے حضرت علی (ع) کے سامنے آئے جب یہ خبر عائشہ کے کان میں پڑی تو اپنی بہن کے شوہر اور سپہ سالار لشکر زبیر کے بارے میں خوفزدہ ہو کر بے اختیار صدائے فریاد بلند کی (واحر باہ باسماء) ہائے میری بہن اسماء بیوہ ہو گئی۔

لوگوں نے کہا : اے عائشہ غم نہ کرو ، کیونکہ علی کے بدن پر ہتھیار نہیں ، وہ زبیر سے جنگ کرنے یہاں نہیں آئے ہیں ، عائشہ نے سنکر ذرا سکون کی سانس لی۔

جس وقت زبیر حضرت علی (ع) کے سامنے پہنچے تو باہم بغلگیر ہو گئے ، دونوں نے ایک دوسرے کے اغوش میں بھینچ لیا اور والہانہ بوسے لینے لگے۔

پھر حضرت علی (ع) نے فرمایا: اے زبیر تم پر افسوس ہے ، آخر کس غرض سے اس خطرناک لشکر کے ساتھ اس سر زمین پر آئے ہو ؟ اور آخر کیا وجہ ہوئی کہ میرے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے ؟

زبیر نے کہا: خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے میں نے اس جنگ اور لشکر کشی کی تیاری کی ہے

حضرت علی (ع) نے فرمایا: خدا اسکو قتل کرے جس کا حصہ قتل عثمان میں زیادہ ہے ، اے زبیر کیا تمہیں یاد ہے ایک دن رسول خدا (ص) نے تم سے کہا تھا اے زبیر ایک دن تم نا حق علی سے جنگ کرو گے۔

زبیر نے کہا: استغفر اللہ اے خدا میں اپنے اس عمل پر شرمندہ ہوں ، اب اپنے کئے پر توبہ کرتا ہوں ، خدایا میری تقصیر معاف فرما ، پھر حضرت علی کی طرف رخ کر کے کہا:

خدا وند عالم میرے دلی راز سے آگاہ ہے ، اور میری صداقت بیانی پر گواہ ، کہ اگر یہ حدیث رسول (ص) یاد ہوتی تو کبھی اس منحوس بغاوت پر آمادہ نہ ہوتا ، نہ

اپنے گھر سے جنگ کے لئے نکلتا۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا : اے زبیر دیر نہیں ہوئی ہے ، اب بھی تم جنگ سے دستبردار ہوسکتے ہو اور ابھی سے اپنے گھر واپس جا سکتے ہو۔

۱۰۹

زبیر نے کہا: لیکن اب میں یہ کیسے کر سکتا ہوں کیسے اس بڑے ننگ و عار پر آمادہ ہو جاؤں ، اب تو دونوں لشکر امنے سامنے جنگ پر تیار ہیں ، اب تو فرار کا راستہ بھی بند دیکھ رہا ہوں۔

حضرت علی (ع) فرمایا: اے زبیر اگر آج تم نے ننگ و عار کو قبول کر لیا تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ کل بھی تمہیں ننگ و عار کا سامنا کرنا پڑے گا ، کل قیامت میں عار بھی ہے اور آتش جہنم بھی۔

اس موقع پر حضرت علی (ع) کی باتوں سے زبیر بہت زیادہ متاثر ہوئے ، حضرت علی (ع) سے جنگ پر سخت نادم و پشیمان ہو کر ارادہ جنگ سے باز آئے ، انہوں نے اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی کہے

میں اپنے لئے عار و ننگ کو قبول کر رہا ہوں تاکہ ذلیل کرنے والی آتش جہنم سے نجات پا سکوں

میرا کمزور جسم آتش جہنم کی تاب کیسے لاسکے گا ؟ علی نے ایسی بات یاد دلا دی جسے میں خود جانتا تھا لیکن بھول گیا تھا

ہاں علی سے جنگ دین و دنیا دونوں کو تباہ کرنے والی ہے ، اور ننگ و عار سمجھے جانے والی اسی وجہ سے میں نے علی سے کہا:

اے ابو الحسن اب اس سے زیادہ ملامت نہ کرو

اپ نے اتنا ہی جو کچھ بیان کیا ہے یہی میری آگاہی کیلئے کافی ہے۔

اخترت عاراً علی نار موجة
ما ان يقوم لها خلق من الطين
نادى على بامر لست اجهله
عار لعمرک فی الدنيا و فی الدین
فقلت حسبک من عدل ابا حسن
بعض الذی قلت منذ الیوم یکفینی

ترجمہ: _ میں اپنے لئے عاروننگ کو قبول کر رہا ہوں تا کہ ذلیل کرنے والی آتش جہنم سے نجات پاسکوں

میرا گزورجسم آتش جہنم کی تاب کیسے لا سکے گا ؟ علی نے ایسی بات یاد دلادی جسے میں خود جا نتا تھا لیکن بھول گیا تھا۔

بال علی سے جنگ دین و دنیا دونوں کو تباہ کرنے والی ہے ، اورنگ و عارسمجھے جانے والی اسی وجہ سے میں نے علی سے کہا:

اے ابوالحسن ! اب اس سے زیادہ ملامت نہ کرو۔

آپ نے اتنا ہی جو کچھ بیان کیا ہے یہی میری آگاہی کیلئے کافی ہے۔

مسعودی نے اگے لکھا ہے:

جب عبد اللہ بن زبیر کو باپ کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا:

اے بابا اس حساس موقع پر مجھے کیسے چھوڑ رہے ہیں ، اور خود فرار کر رہے ہیں

زبیر نے کہا : اے بیٹا علی نے ایسی بات یاد دلادی جسے میں بھول چکا تھا ، اس وجہ سے اب میں جنگ اگے نہیں بڑھا سکوں گا۔

۱۱۰

عبد اللہ نے کہا : اے بابا ، نہیں ، جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ صرف بہانہ ہے ، بلکہ آپ تیز تلواروں سے ڈر گئے ہیں۔

فوج دشمن کے بلند نیزے ، ان کے بہادر اور جنگجو جوان ان سب کو دیکھ کر آپ خوف اور وحشت میں مبتلا ہو گئے ہیں ، اسی وجہ سے آپ جنگ سے منہ پھرا رہے ہیں

زبیر نے کہا ، خدا تیرے جیسے بیٹے کو ذلیل و خوار کرے تو باپ کی بد بختی و بلاکت کا باعث بن رہا ہے ، باپ کی ذلت کیلئے کو شاہ ہے (۱)

اس جواب کو ابن اعثم نے نقل کیا ہے ، لیکن مسعودی کے بیان کے مطابق زبیر نے عبد اللہ کو جواب دیا _ عبد اللہ نہیں ، ایسا نہیں جیسا تو سمجھ رہا ہے ،

برگز ایسا نہیں کہ جنگ کا خوف مجھے باز رکھے ، بلکہ اچ مجھے وہ بات یاد آگئی جسے عرصے سے بھولا ہوا تھا ، اس واقعے نے مجھے حضرت علی (ع) سے جنگ نہ کرنے کی یاد دہانی کرا دی ، اسی لئے میں نے جنگ نہ کرنے کا عار جہنم کی آگ کے مقابلے میں قبول کیا ، اور اپنے کو جنگ سے علحدہ کر لیا۔

لیکن میرے بیٹے اب جبکہ تم مجھے بزدل اور ڈر پوک کہہ رہے ہو تو اس دھبے کو بھی دامن سے دھو ڈالو گا ، یہ کہہ کر نیزہ ہاتھ میں سنبھالا اور حضرت علی (ع) کے میمنہ لشکر پر شدید حملہ کیا ، جس وقت حضرت علی (ع) نے زبیر کو غضبناک حالت میں چوکڑی بھرتے دیکھا تو اپنے لشکر کو حکم دیا ، انہیں مہلت دو ، کوئی تکلیف نہ پہو نچائو کیونکہ انہیں بھڑکایا گیا ہے ، وہ اپنا فطری توازن کھو چکے ہیں ۔ زبیر نے دوسری بار لشکر علی کے میسرہ پر حملہ کیا ، اسکے بعد قلب لشکر پر سخت حملہ کرنے کیلئے بڑھے ۔ اسکے بعد زور سے چلائے کیا جو ڈر پوک ہو گا وہ ایسی شجاعت کا مظاہرہ کر سکتا ہے اور اس طرح بے باکانہ طریقے سے سپاہ دشمن پر حملہ کر سکتا ہے ؟ پھر وہ لشکر سے علحدہ ہو کر صحرا کی طرف چلے گئے جس صحرا کا نام وادی السباع تھا ۔ احنف بن قیس تمیمی، اس جنگ جمل سے جانبداری کا اعلان کر کے بصرہ کو چھوڑ کر اسی وادی میں اقامت گزیر رہا ، ایک شخص نے اس سے کہا ، اے احنف یہی زبیر ہے ، احنف نے کہا ، مجھے زبیر سے کیا

۱۔ تاریخ اعثم ، مسعودی ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۷۰

۱۱۱

سروکار؟ اس نے مسلمانوں کے دو گروہ میں جنگ و خونریزی کی حالت پیدا کر دی ہے ، اور اب اپنے کو سلامتی کی غرض سے وہاں سے علحدہ کر کے گھر جارہا ہے ، اسے چھوڑ بھی دو کہ چلا جائے۔

زبیر وہیں گھوڑے سے اترے اور نماز پڑھنے لگے ، اسی وقت ایک شخص جس کا نام عمر و بن جرموز تھا (۱) ،

اس نے پیچھے سے تلوار چلائی اور انہیں قتل کر کے لشکر عائشہ کے سپہ سالار کی زندگی کا خاتمہ کر دیا ، زبیر کے بعد لشکر عائشہ کی حکمرانی طلحہ کے ہاتھ میں آگئی۔ (۲)

طلحہ کی سر گذشت

ابن عساکر کا بیان ہے:

جنگ شروع ہونے سے قبل حضرت علی (ع) نے طلحہ کو اپنے پاس بلا کر پوچھا اے طلحہ تجھے خدا کی قسم ہے کیا تو نے رسول خدا (ص) کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ من کنت مولاه فهذا علی مولاه، جس کا میں مولا ہوں اسکے یہ علی مولا ہیں ، خدا یا جو اسے دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے تو بھی دشمن رکھ

طلحہ نے کہا : ہاں میں نے بھی سنا ہے اور مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

حضرت علی نے فرمایا: تعجب ہے ، اسکے باوجود تو مجھ سے جنگ کر رہا ہے

؟

اس بارے میں طبری یوں لکھتا ہے:

۱_ مسعودی اور ابو مخنف لکھتے ہیں کہ جب عمر و بن جرموز نے زبیر کو قتل کیا تو انعام کی لالچ میں تلوار لٹے حضرت علی کے پاس آیا ، امام نے واقعہ سے مطلع ہو کر فرمایا ، بخدا صفیہ کا بیٹا ڈر پوک نہیں تھا ، لیکن آج اسکی ایک غفلت و لغزش نے اسے بلاک کر دیا ، پھر زبیر کی تلوار ہاتھ میں لیکر حرکت دی اور فرمایا ، ہائے اس تلوار نے رسول کے دل سے کیسے کیسے غم دور کئے حریم رسالت کا کیا کیا دفاع کیا ابن جرموز نے کہا ، میں نے آپ کے سخت دشمن کو قتل کیا ہے انعام دیجئے ، آپ نے فرمایا ، اے ابن جرموز میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ قاتل زبیر جہنمی ہے ، مایوس ہو کر ابن جرموز یہ اشعار پڑھتا چلا گیا میں زبیر کا سر تن سے جدا کر کے علی کی خدمت میں آیا تاکہ انکی خوشنودی حاصل کروں لیکن توقع کے خلاف علی نے مجھے جہنمی بنا دیا ، ہائے ، کسقدر خطرناک انعام مجھے دیا ، حالانکہ قتل زبیر میرے نزدیک بکری کے رباح کی طرح تھا ،

۲_ زبیر کے حالات کیلئے طبری ، اغانی ، ابو مخنف بحوالہ شرح نہج البلاغہ ، تاریخ اعثم ، اصاہ ، مروج الذهب ، تاریخ بن کثیر ، عقد الفرید ، مستدرک ، کنز العمال ، النبلاء ذہبی اور یعقوبی سے استفادہ کیا گیا ہے

۱۱۲

جنگ شروع ہونے سے قبل حضرت علی (ع) نے طلحہ سے ملاقات کی اور اس

سے کہا:

تو وہ شخص بے جس نے اپنی زوجہ کو گھر میں بیٹھا رکھا ہے اور زوجہ رسول

(ص) کو میدان جنگ میں گھسیٹ لایا ہے ، میری بیعت بھی توڑ دی ہے۔

طلحہ نے حضرت علی (ع) کے ان تمام اعتراضات کے جواب میں صرف ایک بات پر اکتفا کی۔

یا علی میں نے آپ کی بیعت اپنے اختیار سے نہیں کی تھی بلکہ طاقت اور تلوار نے مجھے بیعت پر مجبور کیا تھا۔

ابن عساکر اور ذہبی لکھتے ہیں کہ:

ابو رجا کا بیان ہے: میں نے طلحہ کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر سپاہیوں کے درمیان چلا رہا تھا۔

اے لوگو خاموش رہو اے لوگو میری بات سنو ، طلحہ جتنا بھی چلا رہا تھا ، اتنا ہی باؤ ہو اور ہنگامہ بڑھتا جا رہا تھا ، کوئی اسکی بات سننے پر آمادہ نہ تھا ، طلحہ نے لوگوں کی بے اعتنائی پر غصے میں کہا ، تف بے ان بھیڑیا صفت لوگوں پر جو آتش جہنم کے پروانے ہیں۔

تاریخ بن اعثم میں ہے کہ:

طلحہ نے اپنے لشکر والوں سے چلا کر کہا ، یا عباد اللہ اصبرو، اے بند گان خدا صبر کرو، صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو کیونکہ صبر و طفر دونوں قدیم زمانے سے ایک دوسرے کے دوست ہیں ، استقامت اور کامرانی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھی رہی ، فتح اسی کو حاصل ہوتی ہے جس کے پاس صبر و استقامت ہو ، جو لوگ سختیوں اور مصیبتوں میں صبر کرتے ہیں وہی بہترین اجر سے سرفراز ہوتے ہیں۔

ابو مخنف لکھتا ہے کہ: جندب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے جنگ جمل میں طلحہ اور اسکے ساتھیوں کو حضرت علی (ع) سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا ، ان کے جسم پر بہت زیادہ زخم تھے ، وہ لوگ بھاگنے پر آمادہ تھے ایک ایک کر کے طلحہ کے سپاہی فرار کرنے لگے ، پیچھے ہٹنے لگے ، طلحہ کو سب سے زیادہ زخم ائے تھے ، تلوار ہاتھ میں لئے چلا رہا تھا۔

اے بند گان خدا ، استقامت دکھائو ، صبر و شکیب کا مظاہرہ کرو کامیابی صبر سے وابستہ ہے ، اجر و ثواب استقامت میں ہے۔

طلحہ کیسے قتل ہوئے ؟

یعقوبی ، ابن عساکر، ابن عبد ربہ ، ابن عبد اللہ استیعاب میں اور ابن اثیر کامل میں اور ابن حجر عسقلانی اس طرح لکھتے ہیں کہ ، جب حضرت علی اور طلحہ کا لشکر مشغول کار زار تھے لشکر عائشہ کا ایک سردار مروان بولا۔

میں اگر اچ موقع سے فائدہ اٹھا کر ، قاتل عثمان سے انتقام نہ لوں تو کب یہ موقع حاصل کر سکوں گا ؟

یہ کہہ کر اس نے ایک تیر اپنے سپہ سالار طلحہ کی طرف چلایا جو ٹھیک طلحہ کے زانو پر لگا اور پیر کی رگ میں پیوست ہو گیا ، اور فوارے کی طرح خون بہنے لگا ، اور اس طرح مروان کے ہاتھوں طلحہ کی ہنگاموں سے بھر پور زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

طبقات بن سعد میں ہے:

طلحہ خود بھی یہ خاص بات (نکتہ) سمجھ گئے تھے کہ وہ کاری اور قاتل زخم خود انہیں کے ساتھیوں کی طرف سے آیا تھا ، زندگی کے آخری لمحوں میں کہنے لگے

خدا کی قسم جو تیر میرے پائوں میں پیوست ہوا وہ لشکر علی کی طرف سے نہیں آیا تھا۔

مسعودی قتل طلحہ کے سلسلے میں لکھتا ہے:

مروان نے اثنائے جنگ میں طلحہ کو اپنے سے غافل دیکھا تو اسے انتقام عثمان کا خیال آیا ، وہ بولا کہ خدا کی قسم میرے لئے کوئی فرق نہیں کہ میں لشکر علی کی طرف تیر اندازی کروں یا طلحہ کے سپاہیوں کی طرف۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے ساتھی طلحہ کی طرف تیر چلایا جس سے طلحہ کے بازو کی رگ کٹ گئی ، اس سے خون کا فوارہ بہنے لگا ، اسی زخم کی وجہ سے طلحہ کی جان گئی۔

ابن سعد نے بھی اس واقعہ کی یوں تشریح کی ہے۔

مروان کی انکھ نے جنگجو سواروں کے درمیان دیکھا کہ طلحہ کی زرہ میں

شگاف ہے ، اس سے اسی کو نشانہ بنا کر تیر چلادیا ، اس تیرنے اپنا کام کیا اور وہ قتل ہو گئے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے:

مروان نے طلحہ کو درمیان لشکر انتہائی حساس حالت میں دیکھ کر کہا خدا کی قسم ، یہ شخص عثمان کا بد ترین دشمن اور قاتل تھا ، میں تو عثمان کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں ، کیا اچھا ہو کہ اصلی قاتل کو قتل کر دوں اور جن لوگوں

۱۱۴

پر نا حق الزام لگایا جا رہا ہے انہیں نظر انداز کر دوں ، یہ کہہ کر تیر کمان میں جوڑ کر طلحہ کی طرف چلایا اور اسے قتل کر دیا۔

مستدرک حاکم ، تاریخ بن عساگر اور اسد الغابہ میں ہے

جس وقت مروان نے طلحہ کو قتل کیا ، اس نے عثمان کے فرزند ابان کی طرف رخ کر کے کہا:

اے ابان تمہارے باپ کے ایک قاتل کو کیفر دار تک پہنچا کر تمہارا دل ٹھنڈا کر دیا۔

ابن اعثم نے قتل طلحہ کی داستان ذرا تفصیل سے بیان کی ہے ، جنگ کے درمیان مروان نے اپنے غلام سے کہا ، مجھے بڑی حیرت ہے کہ یہ طلحہ ایک دن بد ترین دشمن عثمان تھا ، لوگوں کو ان کے قتل پر ابھارتا تھا ، ان کا خون بہانے میں کوشاں تھا ، یہاں تک کہ انہیں قتل کر ڈالا اور آج انکی طرفداری اور انتقام کیلئے کھڑا ہے ، ان کے دوستوں اور فرزندوں کے ساتھ ہے۔

پھر کہا : میں اس متلون اور منافق کو قتل کرنا چاہتا ہوں تاکہ مسلمان اس کی شرارت سے نجات پائیں ، ان بیچارے لوگوں کے سر سے اس کا منحوس سایہ کم ہو۔

اے غلام ، تو میرے سامنے آکر مجھے اپنی اڑ میں لے لے اگر تو نے اچھی طرح یہ کام نبھایا تو تیرا بہت شکر گزار ہوں گا ، اور اس کے بدلے تجھے آزاد کر دوں گا۔

مروان کے غلام کو اپنی ازادی سب سے زیادہ پیاری تھی ، اس نے اپنے کو مروان اور طلحہ کی اوٹ میں کر لیا ، اسی وقت مروان نے ایک زبر میں بچھائے ہوئے تیر کو کمان میں جوڑ کر طلحہ کا نشانہ بنایا اور انکی ران زخمی کر دی۔

مورخین کا بیان ہے کہ: جب طلحہ نے اس زخم سے اپنی کمزوری بڑھتی دیکھی تو اپنے غلام سے کہا ، کم سے کم مجھے ایک درخت کے سائے میں لیکر چل تاکہ سورج کی تیز گرمی سے نجات ملے ، غلام نے کہا ، اے امیر ، اس بیا بان میں دور دور تک کہیں سایہ نہیں ، میں اپ کو کہاں اٹھا کر لیجائوں ، اس وقت طلحہ نے بچھی بچھی حالت میں حسرت سے کہا ، سبحان اللہ ، قبیلہ قریش میں مجھ سے زیادہ بیچارہ کوئی نہ ہو گا ، بائے میرا خون رائگاں گیا ، اور میرا قاتل لا معلوم ہے ، اے خدا ، یہ منحوس اور سوزش سے بھر پور تیر کدھر سے آیا تھا ؟ اس نے تو میری دنیا اندھیر اور زندگی تباہ کر دی ، یہ تیر دشمن کی طرف سے نہیں آیا تھا ، کیا کروں کہ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا

۱۱۵

مدائنی کا بیان ہے :جب مروان کا تیرطلحہ کے پیر میں لگا تو اس نے اپنے کو میدان سے علحدہ کر لیا ، اور ایک مناسب اور محفوظ جگہ پر اپنے کو ڈال دیا کہ وہاں آرام کر سکے ، وہاں وہ کسی علی کے سپاہی کو دیکھتا تو اس سے امان طلب کرتا ، بڑی عاجزی سے کہتا ، میں طلحہ ہوں ، میں تمہاری امان میں ہوں ، کیا تم میں کوئی جو اں مرد ہے جو مجھے امان دے ، مجھے قتل سے نجات بخشے۔

حسن بصری کو جب طلحہ کے امان طلب کرنے کی بات یاد آتی تو کہتے انہیں امان کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ پہلے ہی دن سے ایک عمومی امان میں تھے حضرت علی نے اپنے سپاہیوں سے قبل جنگ ہی عام اعلان کر دیا تھا کہ زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

مورخین کا بیان ہے:

کہ طلحہ اپنے ساتھی مروان کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ان کا جسد میدان بصرہ کے مقام سبخہ میں دفن ہوا۔

ابن عبدربہ ، ابن عبدالبر اور ذہبی کا بیان ہے ، لشکر عائشہ میں سب سے

پہلے طلحہ قتل ہوئے ، طلحہ ہی زبیر کی کنارہ گیری کے بعد لشکر کے سپہ سالار تھے۔

جی ہاں ، لشکر عائشہ کے دوسرے سپہ سالار اسطرح قتل ہوئے ، لیکن اس سپہ سالار کے قتل کے بعد بھی فوج عائشہ میں ذرا براس نہ تھا کیونکہ اس فوج کا پرچم وہ اونٹ تھا جس پر عائشہ کا بودج رکھا ہوا تھا ، لشکر کے اگے اگے چل رہا تھا ، قتل طلحہ کے بعد لشکر کی توجہ زیادہ مرکوز ہو گئی ، اور جنگ میں شدت بھی آگئی (۱)۔

اخری جنگ شروع ہوئی

جنگ جمل چند چھوٹی بڑی جھڑپوں سے تشکیل پائی ہے

۱_ لشکر عائشہ بصرہ میں وارد ہوا تو اس کے اور گورنر بصرہ کے درمیان جنگ ہوئی ، اس جنگ میں گورنر

۱_ طبری ج ۵ ص ۲۰۴ ، یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۸ ، تاریخ بن اعثم ، تہذیب ، تاریخ بن عساکر ، استیعاب ، اصابہ ج ۲ ص ۲۲۲ ، عقد الفرید ج ۴ ص ۳۲۱ ، مدائنی بحوالہ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۲۱

۱۱۶

بصرہ کو فتح نصیب ہوئی آخر کار صلح کے بعد ختم ہوئی۔

۲_ لشکر عائشہ نے معاہدہ صلح روند ڈالا ، ایک انتہائی تاریک رات میں مسجد ، بیت المال اور دار الامارہ پر حملہ کر کے ایک دوسری جنگ شروع کی اس موقع پر لشکر عائشہ کو فتح ملی ، اس طرح حضرت علی (ع) کے گورنر کو بصرہ سے نکال بصرہ پر قبضہ کر لیا گیا۔

۳_ حکیم بن جبہ نے جو بصرہ کے مشہور بزرگ تھے ، جب لشکر عائشہ کی زیادتی اور معاہدہ شکنی سنی تو اپنے قبیلے والوں کے ساتھ ان سے جنگ پر تیار ہو گئے ، اس طرح تیسری جنگ شروع ہوئی ، اس میں بھی بظاہر لشکر عائشہ کو فتح ملی ، حکیم بن جبہ کے قتل ہونے پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔

۴_ ایک دوسری جنگ اور ہوئی جسے اخری اور سب سے بڑی جنگ جمل کہنا چاہیئے ، یہ جنگ اس وقت شروع ہوئی جب حضرت علی (ع) بصرہ میں وارد ہوئے ، اس جنگ میں لشکر عائشہ کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اس جنگ میں عام دستور کے مطابق پرچم نہیں تھا ، ان کا پرچم وہی عائشہ کا اونٹ تھا (۱) جو لشکر کے اگے اگے چل رہا تھا ، اسکی حرکت سے عائشہ کی فوج میں روح اور توانائی دوڑ جاتی تھی ، جب تک وہ اونٹ کھڑا رہا ، فوج عائشہ میں ذرا بھی کمزور ی اورضعف نہیں دیکھا گیا ، بغیر کسی خوف و براس یا اضطراب کے لشکر علی سے جنگ کرتا رہا ، عائشہ اس اونٹ پر سوار تھیں اور فوج کو احکامات صادر کر رہی تھیں ، حملہ کرنے کا حکم دے رہی تھیں۔

حضرت علی (ع) نے جب یہ صورتحال دیکھی تو آپ نے بھی عمامہ مشکی (۲) کو سر پر رکھا اور اپنے لشکر کو تیار ہونے کا حکم دیا ، پرچم کو اپنے فرزند محمد حنفیہ کے حوالے کیا۔

محمد حنفیہ کا بیان ہے کہ :میرے بابا علی نے جنگ جمل میں علم میرے حوالے کیا ، آپ نے مجھے حملہ کرنے کا حکم دیا ، میں نے قدم اگے بڑھایا لیکن اپنے سامنے لوہے ، نیزوں اور تلواروں کی دیوار دیکھی تو قدم رک گئے ، میرے بابا نے دوبارہ مجھ سے فرمایا ، تیری ماں تجھ پر روئے ، اگے بڑھ ، میں نے پلٹ کر خدمت میں

۱_ تاریخ بن اعثم ص ۱۷۶ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۲ ص ۸۱ ، اس فرق کے ساتھ کہ ابن ابی الحدید عائشہ کے اونٹ کو پرچم بتاتے ہیں لیکن ابن اعثم خود عائشہ کو پرچم اور ان کے اونٹ کو علمدار لشکر قرار دیتے ہیں
 ۲_ یہ وہی عمامہ ہے جسے رسول خدا نے حضرت علی کو عطا فرمایا تھا ، اسکا نام سحاب تھا ، اس کے بارے میں زیادہ توضیح مولف کی کتاب عبد اللہ بن سبا میں دیکھی جا سکتی ہے

۱۱۷

عرض کی ، کیسے اگے بڑھوں ، کیونکہ لوگوں نے میرے سامنے نیزوں اور تلواروں کی دیوار کھڑی کر رکھی ہے۔

محمد حنفیہ کا بیان ہے کہ: ابھی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ کسی نے اس تیزی سے جھپٹ کر میرے ہاتھ سے پرچم لے لیا کہ اسے پہچان بھی نہ سکا ادھر ادھر دیکھا تو یکبارگی متوجہ ہوا کہ پرچم میرے بابا علی کے ہاتھ میں ہے ، فوج کے اگے اگے سپاہ دشمن پر حملہ کر رہے ہیں اور یہ رجز پڑھ رہے ہیں۔

اے عائشہ میری نیکیاں اور پچھلے سلوک نے تجھے مغرور بنا دیا ہے ، یہاں تک کہ تو مجھ سے بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔

عائشہ مغرور مت ہو ، یہ لوگ جو تیرے اردگرد ہیں یہ تیرے دشمن ہیں جو دوستی کے لباس میں ہیں۔

عائشہ تیرے لئے موت اور سر افگندگی اس سے بہتر ہے کہ تو مسلمانوں اور اپنے بیٹوں کے درمیان جنگ اور خونریزی بھڑکا رہی ہے (۱)

۱_ انت الذی قد غرک منی الحسنات
یا عیش ان القوم قوم اعدا
والخفص خیر من قتال الابنا

۱۱۷

کہانی کعب بن سور کی عائشہ کے اولین لجام بردار

(اونٹ کی لجام کعب کے ہاتھ میں)

جیسا کہ میں نے بیان کیا ، عائشہ کی فوج کا پرچم ان کا اونٹ تھا جو بھی اس کی لجام تھام لیتا وہ لشکر کا علمدار سمجھا جاتا ، وہ اپنے اس عہدے پر فخر و ناز کرتا ، اسے عظیم مرتبہ سمجھتا۔

یہ منصب سب سے پہلے قاضی بصرہ کعب بن سور کو ملا (۱)، جنگ شروع ہوئی اور بتدریج گرم تر ہوتی گئی ، اس موقع پر کعب بن سور نے قرآن گردن میں حائل کئے ، ہاتھ میں عصا اور دوسرے ہاتھ میں اونٹ کی لجام تھامے ایک عجیب اور مضحکہ خیز حالت میں لشکر کے آگے آگے چلنے لگے ، اتفاقاً کسی نامعلوم شخص کا تیر انہیں لگا اسی تیر سے وہ لڑکے گئے ، اس طرح عائشہ کے پہلے لجام بردار یا یوں کہا جائے کہ اولین علم بردار اپنے خون میں نہا کر جان جان افریں کے سپرد کر بیٹھے۔

۱۱۸

کعب بن سور کون ہے ؟

کعب بن سور (۱) خلیفہ دوم عمر کے زمانے میں قاضی بصرہ ہوئے ، وہ اس منصب پر جنگ جمل کے دن تک باقی رہے ، یہ ان لوگوں میں تھے جنہیں جنگ

جمل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ، نہ اسے صحیح سمجھتے تھے

جیسا کہ طبری کا بیان ہے کہ: خود کعب کہتے تھے ، خدا کی قسم ، میرا عقیدہ اس جنگ کے بارے میں وہی ہے جو اس بڑھیا کا تھا جو اپنے بیٹے سے نصیحت کر رہی تھی ، بیٹے نہ لوگوں سے علحدہ رہو نہ اختلافات اور جنگوں میں ان کا ساتھ دو۔ ابن سعد یوں نقل کرتے ہیں کہ جب طلحہ و زبیر و عائشہ بصرہ میں داخل ہوئے تو کعب بن سور نے جنگ اور فتنہ سے علحدگی اختیار کرنے کیلئے اپنے کو گھر کے اندر محصور کر لیا ، یہاں تک کہ کھانا پانی بھی روشنندان سے پہنچایا جاتا تھا ، اس طرح کعب بن سور نے عام لوگوں سے ملنا جلنا قطعی ختم کر دیا ، یہاں تک کہ لوگوں نے عائشہ سے کہا کہ کعب بن سور کو حیرتناک معاشرتی اہمیت حاصل ہے ، اگر وہ آپ کے ہم رکاب ہو کر جنگ میں شرکت کریں تو کئی ہزار افراد پر مشتمل قبیلہ ازد کی مدد بھی حاصل ہو جائے گی ، عائشہ انکی حمایت حاصل کرنے کیلئے ان کے گھر گئیں تاکہ اس بارے میں بات کریں ، لیکن کعب نے خاطر خواہ جواب نہیں دیا ، عائشہ نے اصرار کیا اور حد سے زیادہ منت سماجت کی ، یہاں تک کہ کہہ دیا کہ اے کعب کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں؟ کیا تمہاری گردن پر میرا حق مادری نہیں ہے؟ الست امك ولى عليك حق عائشہ کی جھنجھوڑنے والی باتوں سے کعب بہت زیادہ متاثر ہوئے اور عائشہ کی موافقت و حمایت پر آمادہ ہو گئے۔

۱_ کعب بن سور قبیلہ ازد کی فرد تھے زمانہ رسول میں اسلام قبول کیا لیکن انحضرت کی صحبت نہیں پائی ، استیعاب میں ہے ، ایک دن کعب عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت نے ا کر کہا ، اے عمر میرا شوہر دنیا کا سب سے بڑا عابد و زاہد ہے وہ رات بھر عبادت کرتا ہے ، اور دن بھر روزے رکھتا ہے ، عمر نے یہ سنکر اسکے شوہر کی تعریف کی اور اسکے لئے مغفرت طلب کی ، عورت کو شرم آئی کہ اس سے واضح اپنی بات کہے اور اندرونی بات بیان کرے ، کعب نے عمر سے کہا ، اے خلیفہ وہ عورت آپ کے پاس اسلئے نہیں آئی تھی کہ آپ کی خوشنودی حاصل کرے اسکا مقصد تھا کہ وہ نماز روزے کرتا ہے ، اور حق زوجیت ادا نہیں کرتا ، عمر نے کعب کی بات سنی تو چونک پڑے حکم دیا عورت کو حاضر کیا جائے ، تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس عورت کا مقصد یہی تھا ، انہوں نے کعب کی معاملہ فہمی دیکھ کر اس عورت کا فیصلہ انہیں کے حوالے کر دیا ، کعب نے کہایہ مرد اپنے اوقات چار حصوں میں بانٹ دے ، ایک حصہ اپنے بیوی بچوں سے مخصوص کرے ، بقیہ اوقات عبادت اور دوسرے کاموں میں صرف کرے ، اس فیصلے سے عمر کو بڑی حیرت ہوئی اسی لئے شہر بصرہ کا انہیں جج بنا دیا ، یہاں تک کہ وہ جنگ جمل کے دن قتل ہوئے

ابن سعد نے اس شخص کا نام نہیں بتایا ہے جس نے عائشہ کو کعب سے

ملاقات پر ابھارا ، لیکن عظیم شیعہ عالم شیخ مفید نے اس پیشکش کی نسبت طلحہ و زبیر کی طرف دی ہے۔

ان کا بیان ہے کہ: منجملہ ان قبائل کے جنہوں نے طلحہ و زبیر کی بیعت نہیں کی ، ایک قبیلہ ازد بھی تھا ، کیونکہ کعب بن سور جو قاضی بصرہ اور قبیلہ ازد کا رئیس بھی تھا ، اس نے طلحہ و زبیر کی بیعت نہیں کی قبیلہ ازد والوں نے کعب کی پیروی کرتے ہوئے انکی بیعت نہیں کی طلحہ و زبیر نے کسی کو کعب کے پاس بھیجکر حمایت کرنے کی درخواست کی لیکن کعب نے انکار کرتے ہوئے کہا:

اج ہمارا برتاؤ یہ ہو گا کہ دونوں لشکر سے علحدہ رہونگا ، نہ تمہاری حمایت میں اقدام کروں گا نہ مخالفت میں اقدام کروںگا ، طلحہ و زبیر نے کعب کی بات نہیں مانی ۔ انہوں نے باہم رائے قائم کی کہ ہمیں کعب کو کو غیر جانبدار نہیں رہنے دینا چاہئے ، انہیں اپنی حمایت پر آمادہ کرنا چاہئے ، تاکہ اسکی طاقت سے استفادہ کیا جاسکے ، اگر وہ علحدہ رہا تو قبیلہ ازد کے تمام افراد علحدہ رہیں گے ، اسی وجہ سے طلحہ و زبیر کعب کے گھر گئے اور ملاقات کی اجازت مانگی کعب نے انہیں اجازت نہیں دی ، طلحہ و زبیر واپس ہو کر عائشہ کے پاس گئے اور ان سے اس خطرناک مسئلے کے بارے میں سمجھا کر رائے دی کہ خود وہی جاکر اسکی حمایت طلب کریں عائشہ نے پہلے کعب کے یہاں جانا مناسب نہیں سمجھا اور ایک شخص کو بھیج کر ملاقات کے لئے بلایا ، کعب نے عائشہ کی دعوت ٹھکرا دی اور ملاقات سے انکار کیا ، جب طلحہ و زبیر نے یہ صورتحال دیکھی تو عائشہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خود ہی کعب کے گھر پر چلیں۔

انہوں نے کہا کہ: اے عائشہ اگر کعب نے ہماری حمایت نہیں کی تو یہ بات طئے ہے کہ بصرہ کا سب سے بڑا قبیلہ ازد ہماری حمایت نہیں کرے گا ، اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپ خود مرکب پر سوار ہو کر ان کے گھر چلیں ، شاید اپ کی حیثیت کے احترام سے متاثر ہو کر اپ کی پیشکش کو نہ ٹھکرائے۔

طلحہ و زبیر نے باتیں اتنی زیادہ کر ڈالیں اتنا اصرار کیا کہ عائشہ مجبور ہو کر خچر پر سوار ہوئیں اور بہت سے معزین بصرہ گردا گرد کعب کے گھر کی طرف چلیں ، عائشہ نے وہاں پر کعب سے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ اس طرح بات کی کہ گوشہ خانہ کا شخص میدان جنگ میں کھنچ کر آگیا ، بلکہ اپنے لشکرکا پرچم بردار بنا لیا۔

مبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ: جنگِ جمل کے دن کعب نے قرآنِ گردن میں
حمائل کر کے اپنے تین یا چار

۱۲۰

بھائیوں کے ساتھ لشکرِ عائشہ میں شمولیت اختیار کی ، دل و جان سے جنگ
کرتے کرتے قتل ہوئے انکی ماں لاش پر آکر یہ اشعار پڑھنے لگیں

یا عینِ جودی بدمع سرب
علی فتیة من خیار العرب
و مالہم غیر حین النفو
س ای امیر قریش غلب (۱)

اے انکھ ، بہت زیادہ انسو ئوں کی بارش کر ان جوانوں پر جو عرب کے بہت
اچھے شہسوار تھے

ایسے جوان جنہیں یہ تمیز نہیں تھی کہ اس جنگ میں قریش کے دوامیروں
میں سے کون فتحیاب ہو گا۔

علی کامیاب ہوں گے ، یا طلحہ اور اسکے ساتھی ؟

ان جوانوں کی ماں نے اپنے اشعار میں یہ سمجھا نا چاہا ہے کہ کعب اور
اسکے بھائی دل سے تو غیر جانبدار تھے لیکن عائشہ کے اصرار نے انہیں میدان
جنگ میں گھسیٹا اور موت کے منہ میں ڈھکیل دیا

اونٹ کی لجامِ قریش کے ہاتھ میں

جب کعب بن سور قتل ہوئے تو سب سے پہلے قریش نے بڑھکر لجامِ تھامی
اور وہ اونٹ کے لجامِ بردار بن گئے ، انہیں میں ابو جہل کا (نواسہ) عبدالرحمن بن
عتاب بھی تھا ، اس نے لجامِ تھام لی اور اونٹ کو کھینچتا پھر رہا تھا ، اور جنگ
کرتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

میں ہوں عتاب کا فرزند ، میری تلوار کا نام ولول ہے۔

اس اونٹ کی راہ میں قتل ہونا میرے لئے باعثِ فخر اور مائتہ شرافت ہے

۱۔ اس بات کی تمام باتوں کے حوالے ، طبری ج ۵ ص ۲۱۹ ، استیعاب ص ۲۲۱ ، اسد
الغابہ ج ۳ ص ۲۴۲ _ اصابہ ج ۳ ص ۲۹۷ ، نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱ ، طبقات بن سعد ج ۷
ص ۹۴ ، تاریخ جمل شیخ مفید ص ۱۵۶ ، کامل بن اثیر ج ۳ ص ۲۴۲

عائشہ کے دوسرے لجام بردار عبد الرحمن نے اسطرح اپنے رجز سے لشکر والوں کو جانبازی پر ابھارا ، خود بھی شدید جنگ کی ، اس اونٹ اور اسکے سوار کی جان و دل سے مدافعت کی ، اسی درمیان حضرت علی (ع) کے لشکر نے اس پر حملہ کر کے ہاتھ بدن سے جدا کر دیا ، اور اس طرح وہ قتل ہو گیا۔

عبد الرحمن کے بعد قریش کے ستر آدمیوں نے اونٹ کی لجام ہاتھ میں تھامی اور سب نے جان دی ، جو بھی لجام تھامتا فوراً ہی تیر و تلوار سے موت کے گھاٹ اتر جاتا یا اسکے ہاتھ کٹ جاتے

اونٹ کی لجام بنی ناجیہ کے ہاتھ میں

قریش کے بعد خاندان ناجیہ اگے بڑھا اور سبقت کر کے لجام تھام لی ، عائشہ کا طریقہ یہ تھا کہ جو بھی لجام تھا متا اسے پہچاننے کے لئے سوالات کرتی ، یہ کون ہے ؟ کہاں کا رہنے والا ہے ، کس قبیلے سے ہے۔

جب خاندان ناجیہ نے لجام تھامی تو عائشہ نے پوچھا ، یہ کون لوگ ہیں کس قبیلے سے ہیں جنہوں نے لجام تھام لی ہے ، کہا گیا بنی ناجیہ ہیں عائشہ نے انہیں تشویق دلاتے ہوئے کہا : صبر و استقامت دکھائو جم کر لڑو کیونکہ میں تمہارے قبیلے میں غیرت و شجاعت دیکھ رہی ہوں ، تم تو قریش سے ہو عائشہ نے یہ جملہ اس حساس موقع پر اسلئے کہا کہ بنی ناجیہ کا قریش کے قبیلے سے ہونے کے بارے میں اختلاف ہے ، بعض ماہرین انساب انہیں قبیلہ ء قریش سے نہیں مانتے (۱) دوسرے یہ کہ بنی ناجیہ کی قبیلہ قریش سے بیگانگی اس قبیلے کے لئے باعث ننگ تھی جس کی وجہ سے معاشرے میں وہ بد نام تھے ، یہی وجہ تھی کہ

۱۔ بنی ناجیہ کے قرشی ہونے پر علماء انساب میں اختلاف ہے ، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بنی ناجیہ کی ماں کا نام ناجیہ تھا ، ماں کے نام سے یہ خاندان مشہور ہوا ، ناجیہ بھی لوی بن غالب کے بھائی سامہ کی بیوی تھی ، آخر کار ناجیہ کا باپ سامہ اختلاف کی وجہ سے مکہ سے چلا گیا ، بحرین میں رہتا تھا وہیں سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مر گیا ، کچھ دوسرے ماہرین کہتے ہیں کہ بنی ناجیہ قریش سے نہیں ہیں کیونکہ ناجیہ اگر چہ سامہ بن لوی قرشی کی بیوی تھی لیکن سامہ اسکا لڑکا نہیں تھا ، اس نے دوسرے مرد بحرینی سے شادی کی تھی جسکا نام حارث تھا ، وہ بچپن میں یتیم ہو گیا ، ناجیہ اسے لیکر مکہ آگئی اور کعب سے کہا یہ اپ کے

بھائی کا بیٹا ہے ، کعب نے قبول کر لیا اتفاقاً ایک بحرینی نے اگر سارا واقعہ بیان کیا تو حارث نے چچا کی مخالفت کی وجہ سے بحرین واپس گیا ، اسی لئے وہ قریشی نہیں ہے اغانی--: ۱۰/۲۰۳_۲۰۵ ، شرح نہج البلاغہ : ۳/۱۲۰_۱۲۱

۱۲۲

موقع شناس عائشہ نے اس حساس موقع پر انہیں قبیلہ قریش سے ہونے کا اقرار کر کے تشویق دلائی ، اور جانبداری و فدا کاری کیلئے ابھارا ، اس قبیلے کے معززین نے لجام تھام کر اپنی جان دی۔

لجام قبیلہ ازد کے ہاتھوں

خاندان ضبہ کے افراد نے ایک ایک کر کے لجام تھا می اور قتل ہو تے گئے ان کے بعد قبیلہ ازد والے اگے بڑھے اور لجام شتر ہاتھ میں لی ، عائشہ نے معمول کے مطابق پوچھا ، تم لوگ کس قبیلے سے ہو ، انہوں نے کہا ہم ازد سے ہیں ، عائشہ نے کہا:

عائشہ نے کہاں : _ ہاں ازدی ازاد مرد ہیں جو شدائد میں صبر کرتے ہیں ، اس جملے کا بھی اضافہ کیا کہ جب تک بنی ضبہ تھے میں اپنے لشکر میں فتحمندی کے آثار محسوس کر رہی تھی لیکن اب ان کے بعد میں فتح سے نا امید ہو چکی ہو۔

عائشہ نے ان جملوں سے قبیلہ ازد کو بھڑکا یا تاکہ وہ دل و جان سے جنگ کریں۔

قبیلہ ازد میں سب سے پہلے لجام عمر و بن اشرف ازدی نے تھامی ، وہ ایسا بہادر تھا کہ جو بھی اسکے قریب آتا ایک ہی ضرب میں قتل ہو جاتا ، وہ لوگوں کو بیجان میں لانے کیلئے رجز پڑھ رہا تھا۔

اے اماں جان ، اے بہترین مادر کیا آپ نہیں دیکھ رہی ہیں کہ آپ کے سامنے کیسے کیسے بہادر اپنی شجاعت کا مظاہرہ کر رہے ہیں کیسے کیسے مردانہ عظیم آپ کے احترام میں نیزہ و تلوار چلا رہے ہیں ، آپ کی راہ جسموں کی تلاش ہو رہی ہے ، ہاتھ جدا ہو رہے ہیں ، مغز اور کھوپڑیاں اڑ رہی ہیں

(یا امنا یا خیر ام نعلم اما ترین کم شجاعاً یکلم و تختلی ہا متہ و المعصم)

اتفاقاً اسی درمیان جبکہ ابن اشرف رجز خوانی میں مصروف تھا اسکے چچیرے بھائی حارث بن زہرہ ازدی نے حضرت علی (ع) کے لشکر سے نکل کر اس پر حملہ کیا ، یہ دونوں بھائی اپس میں گتھ گتھ گئے دونوں میں اتنی تلواریں چلیں کہ زمین پر گر گئے ، ان دونوں کی طاقت آزمائی کی اتنی گرد اڑی کہ مطلع غبار الودہ ہو گیا ، یہاں تک کہ دونوں ہی مر گئے ،

۱۲۳

اسطرح عائشہ کی لجام پکڑے ہوئے عمرو بن اشرف کے ساتھ قبیلہ ازد کے تیرہ افراد نے ایک کے بعد ایک اپنی جان دیدی (۱۱)

ایک عجیب داستان

مشہور مورخ مدائنی اس طرح لکھتا ہے:

راوی کا بیان ہے کہ: میں نے بصرہ میں ایسے شخص کو دیکھا جس کے کان کٹے ہوئے تھے ، میں نے اس سے کان ضائع ہونے کی وجہ پوچھی ، اس نے جواب میں کہا کہ میں جنگ جمل ختم ہونے کے بعد مقتولوں کے درمیان قریب سے تماشہ دیکھ رہا تھا۔

اس ہنگام میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جسکی سانس چل رہی تھی ، وہ اپنے بدن کو حرکت دیتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

ہماری ماں عائشہ نے ہمیں موت کے منہ میں ڈھکیل دیا ، جبکہ ہم انکے فرمان سے منہ نہیں پھرا رہے تھے ، اور جاں بازی کے ساتھ ان کے سامنے بڑھ بڑھ کے جنگ کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم موت سے سیراب ہوئے۔

ہم قبیلہ ضبہ والوں نے اپنی ماں کے سامنے اس طرح رزم ارائی کی کہ ان کے ساتھیوں کو اور ان کو دوسروں کے حمایت کی ضرورت نہیں رہی۔

ہم پر افسوس ہے کہ بنی تیم کے مٹھی بھر افراد جو غلاموں اور کنیزوں کی طرح تھے ہم نے ایسے ذلیلوں کی اطاعت کی۔

لقد ر او دتنا حومة الموت امنا
 فلم ننصرف الاونحن رواء
 لقد كان عن نصر ابن ضبة امه
 و شيعتها مندوحة و غناء
 اطعنا بنى تیم ابن مرة شقو_ة

وہ شخص نزع کے عالم میں اسی طرح اشعار پڑھتا رہا ، میں نے حیرت سے پوچھا، اے شخص کیا یہ وقت شعر گنگنانے کا ہے؟ زبان پر کلمہ توحید اور شہادتین جاری کرو لالہ الا اللہ کہو۔

_۱ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱ ، طبری ج ۵ ص ۲۱۱ ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۹۸

۱۲۴

اس نے مجھے جواب دیا ، اے فاحشہ کے جنے تو کیا بك رہا ہے ، تو چاہتا ہے کہ موت کے وقت میں اظہار بیچارگی کروں ؟

میں اس سے علحدہ ہونا چاہتا تھا کہ اس نے کہا:

مجھے کلمہ شہادتین پڑھائو ، میں اسے شہادتین پڑھانے کیلئے قریب ہوا تو جھپٹ کر اس نے میرا کان دانتوں سے دبا لیا ، اور جڑ سے اکھاڑ ڈالا۔

میں درد سے چلانے لگا ، برا بھلا کہنے لگا لعن طعن کرنے لگا تو بولا ، اس لعن طعن سے فائدہ کیا ہے ؟

اگر تم اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھے کہ کس نے تمہاری یہ گت بنائی ہے تو جواب دینا کہ عمیر بن اہلب ضبی نے ، اسی عمیر نے جو عائشہ جیسی عورت کے فریب کا شکار ہوا جو حکومت پر قبضہ کر کے امیر المومنین بنا چاہتی تھی (۱)

طبری نے یہ داستان اس طرح لکھی ہے کہ: ایک دوستدار علی کا بیان ہے کہ میں نے میدان جنگ میں ایک زخمی شخص کو دیکھا جو اپنے خون میں نہایا ہوا تڑپ رہا تھا ، وہ اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا لیکن اسی حال میں اشعار بھی گنگنا رہا تھا ، میرے اوپر اسکی نظر پڑی تو بولا ، اٹو ذرا مجھے کلمہ شہادتین پڑھا دو میں اسکے پاس پہنچا ، پوچھا کس شہر اور قوم سے تمہارا تعلق ہے؟ میں نے کہا ، کوفے کا باشندہ ہوں۔

بولا ذرا اپنا سر میرے قریب لائو تاکہ تمہاری بات اچھی طرح سنوں ، میں نے قریب کیا تو جھپٹ کر دانت سے میرے کان پکڑ لئے اور اسے جڑ سے اکھاڑ ڈالا (۲)

رجز خوانیاں

ابن ابی الحدید معتزلی نے مدائنی اور واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: معرکہ ارائیوں کی تاریخ میں جنگ جمل سے زیادہ کوئی ایسی جنگ نہیں ہے جسمیں اس سے زیادہ رجز خوانیاں ہوئی ہوں ، زیادہ تر رجز بنی ضبہ اور بنی ازد نے پڑھے ، یہ دونوں قبیلے مہار شتر تھامے ہوئے حمایت میں رجز پڑھ کر دوسروں کو جنگ پر ابھار رہے تھے ، اس کے چند

۱_ مروج الذهب در حاشیہ کامل ج ۵ ص ۱۹۹ ، کامل بن اثیر ج ۳ ص ۱۰۰
۲_ طبری ج ۵ ص ۲۱۳

۱۲۵

نمونے ملاحظہ ہوں۔

ابن ابی الحدید بحوالہ واقدی و مدائنی نقل کرتا ہے کہ لشکر بصرہ عائشہ کے اونٹ کے گرد حلقہ کئے ہوا تھا سبھی باہم ایک آواز اور ایک اہنگ کے ساتھ نعرے لگا رہے تھے۔

اے عائشہ اے مادر مہربان اپنے دل میں ذرا بھی خوف و براس پیدا نہ کیجئے ، کیونکہ ہم اپنی تمام توانائیوں اور فدا کاریوں کے ساتھ آپ کے اونٹ کا حلقہ کئے ہوئے ہیں ، ہم اسے ہر قسم کے خطرے سے بچائیں گے۔

اماں جان جب تک دنیا قائم ہے کوئی بھی ہمیں اس اونٹ کے اطراف سے نہیں بٹا سکتا ، نہ ہمیں منتشر کر کے آپ کو اکیلا کر سکتا ہے۔

اماں جان کون سی طاقت تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے حالانکہ جنگجو اور بہادر آپ کا حلقہ کئے ہوئے ہیں۔

قبیلہ بمدان کے شجاع مرد بہترین تلوار چلانے والے آپ کی حمایت کر رہے ہیں اور قبیلہ ازد کے بہترین تلوار چلانے والے آپ کی حمایت کر رہے ہیں ، جنہیں زمانے کی سختیوں اور مصائب نے کبھی براساں نہیں کیا ابن ابی الحدید نے اس رجز کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ لشکر بصرہ سے ایک بوڑھا ، خوش وضع اور خوبصورت نکلا جسکے بدن پر جبہ بھی تھا اس نے بڑے جو شیلے انداز میں قبیلہ ازد سے خطاب کیا۔

اے قبیلہ ازد کے لوگو! اپنی مادر مہربان عائشہ کی مدد کرو کیونکہ یہی حمایت تمہاری نماز روزہ ہے ، ان کی تمام حیثیت کا احترام تمہارے اوپر واجب ہے ، ان کے حریم کا دفاع کرنے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر دینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کی ٹولی تمہارے اوپر فتح پالیں کیونکہ اگر دشمن نے تم پر فتح پا لی تو تمہیں قیدی بنا لے گا اور تمہارے اوپر ہر طرح کا ظلم و ستم ڈھائے گا ، اسوقت تمہارے بوڑھے مرد و عورت پر بھی رحم نہ کرے گا ، اے جواں مردو! اے شہ سوارو ، اے قبیلہ ازد والو ، چوکننا رہو کہیں اس جنگ میں تم لوگوں کو شکست و

۱۲۶

بزیمت کا منہ نہ دیکھنا پڑے (۱)

يا امنا يكفيك منا دنوه
 لن يوخذ الدهر الخطام عنوه
 و حولك اليوم رجال شنوه
 وحى همدان رجال الهبوه
 والما لكيون القليلوا الكبوة
 والازد حى ليس فيهم نبوه
 يا معشر الازد عليكم امكم
 فانها صلاتكم و صومكم
 والحرمة العظمى التى تعمكم
 فاحضروها جدكم و حزمكم
 لا يغلبن سم العدو سمكم
 ان العدو ان علا كم زمكم (۱)

مدائنی اور واقدی نے اس رجز کے ذیل میں اس نکتے کی بھی نشاندہی کی ہے کہ اس رجز کا مضمون طلحہ و زبیر کے اس تاریخی تقریر کی تائید کرتا ہے جسمیں انہوں نے کہا تھا۔

اے بصرہ والو _ چوکننا رہو کہ اگر علی (ع) تمہارے اوپر فتحمنند ہوئے تو تمہیں ملیا میٹ اور پامال کر ڈالیں گے ، تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے ، اپنا تحفظ کرو ، اگر علی (ع) تم پر کامیاب ہو گئے تو تمہارے مردوں کا احترام ختم کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اسیر کر لیں گے ، تمہارے بچوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیں گے ، تم پر لازم ہے کہ مردانہ وار قیام کرو ، تاکہ اپنے ناموس کا تحفظ کر سکو ، موت کو رسوائی پر ترجیح دو اور علی (ع) سے اسطرح جنگ کرو کہ انہیں اپنے وطن سے نکال باہر کر سکو ، ابو مخنف کا بیان ہے کہ جتنے بھی رجز خوان یا شاعر اس بارے میں نغمہ سرا ہوئے ہیں ، ان میں کوئی بھی

اس بوڑھے سے بازی نہیں لے جا سکا ، جس کی بہترین شاعری نے لوگوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ، جس وقت بصرہ والوں نے اسکا رجز سنا تو تڑپ کر اپنی صفوں سے شدید تر حملہ کیا اور دوسروں سے زیادہ عائشہ کے اونٹ کے گرد اکر صبر و استقامت دکھایا۔

طبری کا بیان:

جنگِ جمل میں عمر و بن یثربی نے اپنے قبیلہ ازد والوں کو اسطرح ابھارا کہ ان میں سے ایک کے بعد ایک لجام شتر تھامتے اور شدید تر جنگ کر کے اپنی مادر گرامی عائشہ کا جان و دل سے دفاع کرتے رہے ، وہ اس

۱۱۔ دونوں رجز کا متن شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۵۲-۲۵۶

۱۲۷

اس وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

بم قبیلہ ضبہ والے ہیں ، تلوار اور موت سے نہیں ڈرتے۔

دشمنوں کے سروں کو درخت کی طرح کاٹ ڈالیں گے ان کا خون سیلاب کی طرح بہا دیں گے ، اے مادر گرامی عائشہ اپ ذرا بھی خوف نہ کیجئے کیونکہ آپ کے توانا اور شجاع بیٹے آپ کے گرد تلوار لئے کھڑے ہیں ، اے ہماری ماں ۔ اے زوجہ رسول آپ ہی سر چشمہ رحمت و برکت ہیں ، آپ ہی عالمین کے پاک رہبر کی زوجہ ہیں (۱۱)

۴۔ بنی ضبہ کا ایک جیالا عوف بن قطن لشکر عائشہ سے نکلا اور چلانے لگا۔

اے لوگو عثمان کا خون علی اور ان کے فرزندوں کی گردن پر ہے۔

یہ کہہ کر اس نے اونٹ کی لجام تھام لی اور جنگ کرنے لگا جنگ کرتے ہوئے وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا اے ماں اے ہماری ماں ۔ میں وطن سے دور ہوں نہ تو قبر کا طلبگار ہوں نہ کفن کا یہیں سے عوف بن قطن حشر کے میدان میں اٹھے گا ہماری زندگی یہیں ختم ہونا چاہیئے اور اسی بیابان سے صحرائے محشر میں اٹھوں گا۔

اگر اج علی (ع) ہمارے خونین پنجے سے چھٹکارا پا جائیں تو ہم بڑے ہی گھائے میں رہیں گے اور اگر ان کے جگر گوشوں حسن و حسین کو زندگی کا خاتمہ نہ کر

سکیں تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم مارے غم و اندوہ کے جان دیدیں (۲) عوف بن قطن نے یہ رجز پڑھتے ہوئے حضرت علی (ع) کے لشکر پر حملہ کیا ، سخت جنگ کرتے ہوئے قتل ہو گیا۔

۱۔

نحن بنو ضنبة لا نفر
حتى نرى جما جما تخر
يخرمنا العلق المحمر
كل بنيك بطل شجاع
يا امنا يا عيش لن تراعى
يا امنا يا زوجة النبي
يا زوجة المبارك المهدي

۲۔

يا ام يا ام خلاعنى الوطن
لا ابتغى القبولا ابغى الكفن
من ها هنا محشر عوف ابن قطن
ان فاتنا اليوم على فالغبن
او فاتنا ابناه حسين و حسن
اذا ام بطول هم و حزن

۱۲۸

۵۔ ابو مخنف کا بیان ہے : بصرہ کا مشہور و رئیس اور دولتمند شخص عبد اللہ بن خلف خزاعی حکومت عمر و عثمان کے ایام میں بیت المال کا محاسب تھا ، جنگ جمل کے موقع پر عائشہ کے لشکر والوں کا میز بان تھا وہ صف سے نکلا اور حضرت علی (ع) کے سپاہیوں کے سامنے اکر رسم کے مطابق اپنا مبارز طلب کیا ، اس نے ہانک لگائی کہ سوائے علی کے کوئی دوسرا میرے مقابلے میں نہ ائے ، ہاں ، علی ہی مجھ سے جنگ کیلئے ائیں تاکہ جنگ تمام کی جائے اور خونریزی ختم ہو پھر وہ حضرت علی (ع) کو للکارتے ہوئے بولا۔

اے ابو تراب میں ایک بالشت بڑھکر تمہارے سامنے آیا ہوں تم بھی جرات پیدا کرو اور میرا مقابلہ کرنے کیلئے ایک انگل اگے بڑھو ، اے علی ، تمہاری عداوت میرے سینے میں بوجھ بنی ہوئی ہے ، تمہاری دشمنی سے میرا سینہ دہک رہا ہے ، قدم اگے بڑھائو ، ذرا سامنے آؤ کہ تمہارا خون بہا کر اپنے دل کی آگ ٹھنڈی کروں (۱) عبد اللہ یہ رجز پڑھ کر حضرت علی (ع) کو مقابلے کیلئے پکارنے لگا امیر المومنین حضرت علی (ع) نے لشکر سے نکل کر میدان میں قدم رکھا اور

ایک ہی تلوار کی ضرب سے اسکا بھیجہ نکال کر زمین پر بہا دیا اور قتل کر ڈالا (۲)

عبداللہ اور مالک اشتر کی جنگ

طبری نے خود عبداللہ بن زبیر کا بیان نقل کیا ہے کہ:

جنگ جمل میں مجھے تلوار اور نیزے کے سینتیس زخم لگے تھے۔ اگرچہ اس دن میرے لشکر کی کثرت تعداد کے اعتبار سے یہ حالت تھی سیاہ پہاڑ نظر آتا تھا جو کسی بھی طاقت سے شکست کھانے والا نہیں تھا اس حالت میں ہمیں ایسی شکست ہوئی جسکی مثال نظر نہیں آتی ابن زبیر مزید کہتے ہیں کہ اس جنگ میں جو بھی اونٹ کی لجام ہاتھ میں لیتا تھا وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا۔ حالانکہ سینتیس زخم میرے بدن پر تھے میں نے اسی حالت میں اونٹ کی مہار تھام لی۔ عائشہ نے پوچھا اونٹ کی مہار کس نے تھام لی ہے؟

۱۔ ابا تراب ادن منی فترا
و ان صدری علیک غمرا
فاننی الیک شبرا
شرح نہج البلاغہ ج ۱، ص ۲۶۲، ۲۶۱ تاریخ ابن اعشم

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱، ۲۶۱، و فتوح ابن اعشم

۱۲۹

میں نے کہا۔ میں عبداللہ بن زبیر ہوں۔

چونکہ عائشہ دیکھ رہی تھیں کہ جس نے بھی مہار شتر ہاتھ میں لی جان سے ہاتھ دھویا۔ بے اختیار صدائے فریاد بلند کی۔ واٹکل اسماء..... بائے میری بہن اسماء اپنے فرزند کے سوگ میں بیٹھ گئی۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ اسی درمیان میری نظر مالک اشتر پر پڑی میں اسے پہچان کر اس سے گتھ گیا۔ یہاں تک کہ دو نوں ہی زمین پر گر گئے۔ میں چلنے لگا۔ لوگو۔ مالک کو قتل کر دو اسے قتل کر دو چاہے مجھے بھی قتل ہونا پڑے دونوں طرف کے لشکر سے ڈھیر سارے افراد جمع ہو گئے۔ ہر ایک اپنے اپنے سپاہی کی دفاع میں کوشش کر رہا تھا۔ ہم دو نوں ایک دوسرے کی دھینگا مشتی میں اس قدر تھک گئے تھے کہ ایک دوسرے سے علحدہ ہونے کے بعد میری اتنی طاقت نہیں رہ گئی کہ اونٹ کی مہار تھام سکوں واقدی نے بھی مالک اشتر اور ابن زبیر

کی جنگ کا حال یوں نقل کیا ہے عبداللہ جنگ کی غرض سے میدان میں ئے
 حضرت علي(ع) کے لشکر کے مقابل کھڑے ہو کر اپنا مقابل طلب کیا ان سے
 مقابلہ کے لیے مالک اشتر کھڑے ہوئے_ جب یہ دونوں جیالے ایک دوسرے کے آمنے
 سامنے ہوئے تو عائشہ نے پوچھا _ عبداللہ سے مقابلہ کے لئے کون آیا ہے ؟ لوگوں
 نے کہا _ اشتر

عائشہ نے اشتر کا نام سن کر بے اختیار نعرہ لگایا واٹکل اسماء
 بالاخر دونوں بہادروں میں جنگ ہونے لگی_ تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرانے
 لگی_ ایک دوسرے کے بدن زخموں سے چور ہونے لگے یہاں تک کہ تلواریں بیکار ہو
 گئیں_ مالک اشتر بوڑھے تھے اسی کے ساتھ بھوکے بھی تھے _ کیونکہ وہ
 جنگ کے موقع پر تین دن برابر کھانا نہیں کھائے تھے _ اس حالت میں بھی
 عبداللہ کو زمین پر گرا دیا_ اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اسی ہنگام دونوں طرف
 کے لشکر سے لوگ وہاں جمع ہو گئے _ عبداللہ کے ساتھی اسکی نجات کے لئے
 کوشاں تھے۔

مالک اشتر کے ساتھی بھی انکے چھٹکارے کی کوشش کر رہے تھے۔

دالہ بن زبیر زور سے چلائے _ لوگوں _ مالک اشتر کو قتل کر دو جاہے
 اسمیں مجھے بھی قتل ہونا پڑے۔

لیکن اس وقت دونوں طرف کے لشکر سے اتنے لوگ جمع ہو گئے تھے کہ
 میدان کی حالت اشفتہ تھی_ لوگ ان دونوں کی تشخیص کرنے سے قاصر
 تھے_ اس وجہ سے ان دونوں کی جنگ طول پکڑتی گئی۔

آخر کسی نہ کسی طرح عبداللہ بن زبیر نے اپنے کو مالک اشتر کے چنگل سے
 نکالا اور میدان سے فرار کر گئے۔

۱۳۰

صاحب عقد الفرید نے اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن زبیر کا بیان نقل کیا ہے کہ
 مالک اشتر نے مجھے دبوچ کر گڑھے میں ڈال دیا اور کہا اے عبداللہ اگر تیری رشتہ
 داری رسول خدا(ص) سے نہ ہوتی تو تیرے بدن کے جوڑ جوڑ علحدہ کر دیتا (۱)

طبری نے علقمہ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ایک دن مالک اشتر سے
 پوچھا_ تم قتل عثمان کے مخالف تھے تم نے کیسے جنگ جمل میں شرکت کی

جس میں ہزاروں افراد قتل کیے گئے مالک نے میرا جواب دیا _ جب لشکر عائشہ نے علی کی بیعت کی اور پھر اپنی ہی بیعت توڑ دی تو ایسی بیعت شکنی اور علی کی مخالفت نے مجھے اس جنگ میں شریک ہونے پر آمادہ کیا _ لیکن ان میں سب سے زیادہ گنہگار اور خطا کار عبداللہ بن زبیر تھا _ کیونکہ اس نے عائشہ کو علی سے جنگ پر ابھارا وہی تھا جس نے اپنے باپ کو علی سے جنگ کرنے کیلئے بھڑکایا عائشہ اور زبیر دونوں ہی جنگ سے دست بردار ہو گئے تھے ان دونوں کو اسی ابن زبیر نے دو بارہ میدان جنگ میں گھسیٹا _ میں خدا سے دعا کرتا تھا کہ اسے قیدی بنالو اور اسکے کرتوتوں کی سزا دے _ خدا نے بھی میری دعا سن لی اور موقع غنیمت دیکھ کر گھوڑے پر سوار ہوا _ اور بھر پور قوت کے ساتھ اس پر تلوار کی ضرب لگا کر اسے گرا دیا اور ذلت کی خاک چٹائی _

ایک دن علقمہ نے مالک سے پوچھا _ کیا عبداللہ بن زبیر نے کہا تھا کہ اقلونی و مالک _ مالک کو قتل کر دو چاہے مجھے بھی قتل ہونا پڑے _ مالک نے جواب دیا _ نہیں _ یہ جملہ اس نے نہیں کہا تھا _ کیونکہ میں عبداللہ کو قتل نہ کرتا _ صرف ایک تلوار چلا کے ہاتھ روک لیا تھا _ میرے دل میں خیال آیا اور میرے جذبات اس کے بارے میں بھڑک اٹھے _ اس کے بعد میں نے اس کے قتل کا ارادہ بدل دیا _

اس کے بعد مالک نے کہا: اصل میں یہ جملہ مذکورہ عبدالرحمان بن عتاب نے کہا تھا _ اس دن وہ چلا کر بولا _ مجھے اور مالک دونوں کو قتل کر دو اس کا مقصد یہ تھا کہ مالک کو قتل کر دو چاہے اس کے ساتھ مجھے بھی قتل ہونا پڑے _ لیکن میدان جنگ کی حالت اس قدر درہم برہم تھی کہ عبداللہ کے ساتھیوں کو میری پہچان نہ ہوسکی _ ورنہ مجھے تو قتل ہی کر دیتے _

_ عبداللہ کے باپ زبیر کی ماں صفیہ جناب رسول خدا (ص) کی پھوپھی تھی اسی رشتہ داری کی وجہ سے مالک اشتر نے ابن زبیر کو قتل نہیں کیا

۱۳۱

طبری کا بیان ہے کہ: جنگ جمل میں عبداللہ بن زبیر کو بہت زیادہ زخم لگے تھے _ اس نے اپنے کو مقتولوں کے درمیان ڈال دیا تھا جنگ ختم ہونے کے بعد اس کا علاج معالجہ کیا گیا اور زخم ٹھیک ہو گئے _

جنگ جمل میں عبداللہ اگر چہ قتل تو نہیں ہوا لیکن بے شمار زخموں کی وجہ سے دشمن سے مقابلہ اور جنگی طاقت ختم ہو گئی تھی اس طرح طلحہ وزیر کے

بعد لشکر عائشہ کاتیسرا سپہ سالار بھی بیکار ہو گیا۔

لیکن کسی کے بھی بیکار ہو جانے سے لشکر عائشہ میں کسی قسم کی
افرا تفری نہیں پھیلی اور جنگ ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس جنگ میں تمام لوگوں
کی نظریں عائشہ کے اونٹ پر تھیں۔ اسکے ارد گرد خون بہتے رہے۔ اسکے قریب
شہ سواروں کے سر گرتے رہے۔ اسی اونٹ کے آگے آگے بصرہ کے جبالے اور سر
فروش خزاں رسیدہ پتوں کی طرح گرتے رہے جب تک اونٹ کھڑا تھا۔ چل پھر
رہا تھا۔ جنگ و خونریزی جاری تھی لیکن اکیلے اونٹ کے گرتے ہی 'جی ہاں صرف
اسی کے گرنے سے جنگ و خونریزی ختم ہو گئی۔ (۱۱)

جنگ اپنے شباب پر پہنچ گئی

طبری کا بیان ہے : حضرت علی (ع) کے مہمنہ لشکر نے عائشہ کے میسرئہ
لشکر پر حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ ہو نے لگی عائشہ کی فوج کے زیادہ
قبیلہ ازد اور ضبہ کے افراد تھے وہ پیچھے ہٹ کر عائشہ کی پناہ پکڑنے لگے اس
طرح وہ بودج کے ارد گرد جمع ہو گئے (۲)

ابو مخنف کا بیان ہے :

حضرت علی نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ فوج دشمن کے میسرئہ پر حملہ
کریں۔ مالک نے میسرئہ پر حملہ کیا تو صفیں دریم بریم ہو گئیں اور فوجوں نے
بھاگ کر عائشہ کے پاس دم لیا میسرئہ کی شکست سے قبیلہ ضبہ، ازد ، عدی
، ناجیہ ، بابلہ وغیرہ کے تمام افراد نے ایک بار اونٹ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی
اب وہ اونٹ کی حفاظت کی طرف اپنی

۱۔ طبری ۵۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۴؛ ۲ شرح نہج البلاغہ ۸۷۱ شرح خطبہ کنتم
حیندالمراتہ کے ذیل میں کامل بن اثیر ۳۔ ۹۹ عقد الفرید ۴۔ ۳۲۶ لجنہ التالیف۔ تاریخ
بن اعثم۔ مروج الذهب۔
۲۔ طبری ج ۵ ص ۲۰۷

ساری توجہ مرکوز کرنے لگے فطری طور سے لشکر علی کے حملہ بھی اسی
طرف مرکوز ہو گئے۔ اور یہاں جنگ کا دائرہ تنگ ہو گیا اور گھمسان کی جنگ اور
خونریزی ہونے لگی۔ اس کا نتیجہ آخر یہ ہوا کہ عائشہ کے لشکر کو شکست ہو
گئی (۱۱)

مدائنی اور واقدی جیسے مشہور مورخوں نے بتایا ہے کہ

لشکر عائشہ کی صفیں لشکر علی کے لیے درپے حملوں سے درہم برہم ہو گئیں بہادروں نے ہر طرف سے لشکر عائشہ کی طرف اپنی توجہ مرکوز کی اونٹ اور بو دج کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اونٹ کے گرد زیادہ ترینی ضبہ اور بنی ازد کے لوگ تھے۔ وہی سب سے زیادہ جانفشانی کر رہے تھے حضرت علی (ع) کے سپاہیوں نے بھی اپنے حملہ اسی طرف موڑ دئے۔

ایک چھوٹے سے دائرہ میں جس کا محور عائشہ کا اونٹ تھا اسی کا محاصرہ کر لیا گیا۔ حضرت علی (ع) کے سپاہیوں نے اپنے حملوں کا نشانہ عائشہ ہی کے اونٹ کو بنا لیا۔ عائشہ کے ساتھی بھی شدت کے ساتھ اس کا دفاع کرنے لگے حضرت علی (ع) کے لشکر کے حملے اور لشکر عائشہ کے دفاع کی وجہ سے آگ اور خون سے بھر پور جنگ شروع ہو گئی۔ سر گرنے لگے۔ بدن سروں سے جدا ہونے لگے ہاتھ کٹ کٹ کر ہوا میں لہرانے لگے۔ پیٹ پھٹنے لگے۔ لیکن اس بھیانک صورتحال کے باوجود یہ دونوں قبیلہ چونٹیوں کی طرح اونٹ کے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے۔ اس قدر استقامت کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ گھمسان کی جنگ ان میں ذرا بھی خوف و ہراس پیدا نہیں کر سکی۔ استقامت میں ذرہ برابر بھی تزلزل پیدا نہ کر سکی۔ وہ ا بنی دیوار کی طرح اپنی تمام قوتوں اور توانائیوں کے ساتھ اونٹ کا دفاع کر رہے تھے کہ اچانک حضرت علی (ع) کی آواز بلند ہوئی۔ آپ نے اپنے لشکر سے خطاب فرمایا ویکم اعقروا الجمل فانہ شیطان۔

تم پر افسوس ہے۔ اونٹ کو پئے کر دو کیونکہ یہ شیطان ہے۔

تم پر افسوس ہے۔ ان کا پر چم گرا دو اونٹ کو پئے کر دو کیونکہ یہ شیطان کی طرح بدبخت لوگوں کو اپنے گرد جمع کئے ہوا ہے۔ جب تک یہ کھڑا ہوا ہے فتنہ و خونریزی جاری رہے گی۔ ان میں کا ایک بھی شخص زندہ نہیں رہے گا۔ اے لوگو اونٹ کو پئے کر دو اور اس تمام خونریزی کا خاتمہ کر دو۔

حضرت علی (ع) کے اس فرمان کے ساتھ ہی تلواریں بلند ہوئی اور مرکزی نقطہ پر شدید حملے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ

منحوس اونٹ ڈھیر ہو گیا۔

تاریخ نگاروں کا بیان ہے کہ: جنگ کا دائرہ تنگ تر ہو گیا تھا۔ جنگ اکیلے شتر عایشہ کے اطراف میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔ لوگ اس طرح اسکے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے جیسے چکی کہ پائے گھومتے ہیں اونٹ کے اطراف عجیب ادھام کامنظر تھا۔ جنگ پورے شباب پر ہونے لگی تھی لوگوں کا شور غوغا اور چیخ پکار اسکے ساتھ اونٹ کی بلبلاہٹ زیادہ ہنگامہ پیدا کر رہی تھی اسی میں سختات مجاشعی نعرہ لگا رہا تھا۔ اے لوگو اپنی ماں کی حمایت کرو۔ اے لوگو عائشہ کا دفاع کرو اپنی مادر کی نگہبانی کر تے رہو۔ یہ دیکھو تمہاری ماں اب بودج سے گرنے ہی والی ہیں۔

اونٹ کے گرد اس قدر وحشت برس رہی تھی کہ لوگ اپس میں گتہ گتے تھے۔ ایک دوسرے کو بغیر پہچانے قتل کر رہے تھے حضرت علی (ع) کے ساتھی دشمن کے لشکر پر حملہ کر رہے تھے جدھر حملہ کرتے دشمن کو پراکندہ کر دیتے لیکن پھر بھاگنے والے اونٹ کے گرد جمع ہوجاتے یہاں تک کہ حضرت علی نے نعرہ لگایا۔

اے لوگو اونٹ پر تیر برسائو۔ اس ملعون اونٹ کو مار کر گرا دو۔ حکم ملتے ہی تیر اندازوں نے اونٹ پر تیر بارانی شروع کر دی لیکن اونٹ کو اس قدر ا بنی زربوں اور مضبوط تختوں سے چھپایا گیا تھا کہ تیر اونٹ کے بدن تک نہیں پہنچ رہا تھا اسکی سجاوٹ جیسے محکم قلعہ کی طرح تھی ذرہ برابر بھی اسے گزند نہیں پہنچ رہی تھی۔ تیروں کی بارش تختوں پر جا کر جم جاتی تھی۔ اونٹ پر اتنے تیر لگے تھے کہ ساہی کی طرح نظر ا رہا تھا۔

ر دو لشکر کا شعار

جب عائشہ کے ساتھیوں نے خطرہ کا احساس کیا اور شکست نظر آنے لگی اور لشکر علی کی فتح حتمی طریقہ سے نظر آنے لگی تو شعر اور رجز کے بجائے شعار لشکر کانعرہ لگانے لگے یا لثارات عثمان (خون عثمان کا انتقام لینے والو اٹھ کھڑے ہو) سارے لشکر عائشہ کا علامتی نعرہ یہی تھا۔ ان کے حلق سے یہی آواز نکل رہی تھی۔ سبھی مل کر چلا رہے تھے۔ یا لثارات عثمان۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں حضرت علی (ع) کے ساتھیوں نے بھی یا محمد (ص) کانعرہ لگانا شروع کیا۔ ان کا شعار یہی تھا۔

لیکن حضرت علی (ع) نے حکم دیا کہ تم لوگ حضرت رسول خدا (ص) کے شعار سے استفادہ کرنے کے بجائے یامنصور امت (۱) کو اپنا جنگی نعرہ قرار دو (۲)

جنگ کا خاتمہ

لشکر عائشہ کے ایک سپاہی کا بیان ہے:

جنگ جمل میں ہماری پارٹی کو ایسی سخت شکست کا منہ دیکھنا پڑا جو اس سے پہلے دیکھی نہ گئی، اس موقع پر عائشہ بودج میں سوار تھیں اور ان کا اونٹ متواتر تیروں کی بارش سے خار پشت (سابی) کی طرح ہو گیا تھا (۳)

اس بارے میں ابو مخنف کا بیان ہے:

صرف اونٹ پر ہی تیروں کی بارش نہیں کی گئی۔ بلکہ عائشہ کا بودج بھی تیروں کا نشانہ بنایا گیا۔ تیروں کی بارش سے کجاوہ بھی کسی خار پشت (سابی) کی طرح نظر آ رہا تھا۔

ابو مخنف کہتا ہے:

جب حضرت علی (ع) نے دیکھا کہ عائشہ کا اونٹ ہی جنگ کا محور بنا ہوا ہے اور اسی کے ارد گرد خون اچھل رہے ہیں اور ہاتھ کٹ رہے ہیں تو آپ نے عمّا ر یاسر اور مالک اشتر کو حکم دیا کہ جاکر اس منحوس اونٹ کو پٹے کر دو کیونکہ ان لوگوں نے اسی کو اپنے لئے قبلہ قرار دے لیا ہے۔ اور خانہ کعبہ کی طرح اس کا طواف کر رہے ہیں۔ جب تک یہ اونٹ کھڑا ہے جنگ ختم نہیں ہوگی۔ جب تک یہ اونٹ زندہ ہے لوگ اس پر واری فدا ہو کر اپنا خون نثار کرتے رہیں گے (۴)

طبری کا بیان ہے: حضرت علی (ع) نے درمیان لشکر بلند آواز سے فرمایا:

اے لوگو اپنا حملہ اونٹ پر مرکوز کر دو اسے پٹے کر دو حضرت کے فرمان کے مطابق آپ کے ایک جری سپاہی نے

۱۔ یہ شعار وہ ہے جب مسلمانوں نے حکم رسول کے مطابق بعض جنگوں میں استفادہ کیا تھا یہ دونوں فقرے دو لفظوں سے تشکیل پاتے ہیں ایک ہے یا منصور (یعنی اے لوگو جو خدا کی مدد و نصرت تلے ہو) جملہ دوم ہے اصمت یعنی قتل کرو ان دونوں فقروں کا مجموعہ یہ معنی دیتا ہے کہ اے لوگو جو خدا کی مدد و نصرت سے سرفراز ہو۔ اے لوگو جو حق پر ہو ان لوگو کو قتل کر دو جو ظالم ہیں اور حق سے

دور ہیں
۲_ شرح نہج البلاغہ ابی الحدید ۱ _ ۸۷
۳_ طبری ج ۵ ص ۲۱۸
۴_ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱

۱۳۵

صفوں کو توڑ کر اپنے کو عائشہ کے اونٹ کے پاس پہنچا دیا _ اور اس پر تابڑ توڑ تلواریں مارنے لگا _ اونٹ نے اس طرح سے نعرہ لگایا کہ ایسی چیخ کبھی نہ سنی گئی تھی _

اس موقع کو ابو مخنف نے بھی بیان کیا ہے کہ: جب حضرت علی (ع) نے دیکھا کہ تمام قتل اور خونریزی اونٹ کے ہی ارد گرد ہو رہی ہے _ اور جب تک اونٹ زندہ ہے جنگ جاری رہے گی _ تو آپ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اونٹ پر حملہ کر دو _ خود آپ نے بھی تلوار ہاتھ میں لیکر اس اونٹ پر زبر دست حملہ کیا _ اس وقت اونٹ کی مہار قبیلہ ضبہ کے ہاتھ میں تھی _ ان کے اور لشکر علی کے درمیان گھمسان کی جنگ ہونے لگی _ جنگ کا بنی ضبہ کی ہی طرف تھا _ اسی کے زیادہ تر لوگ مارے جانے لگے حضرت علی (ع) نے قبیلہ بمدان اور قبیلہ نخع کے ساتھ سخت حملہ کیا _ دشمن کے افراد کو پراکندہ اور منتشر کر دیا _ اسی موقع پر حضرت علی (ع) نے قبیلہ نخع کے ایک شخص جس کا نام بجیر تھا فرمایا _ اے بجیر

یہ اونٹ تمہاری زد پر ہے اس کا کام تمام کر دو _ بجیر نے تیزی سے اس اونٹ کی ران پر تلوار چلا دی _ اونٹ نے زبر دست نعرہ مارا _ اور زمین پر ڈھیر ہو گیا _ جب اونٹ زمین پر گرا تو عائشہ کے تمام فوجی جو چونٹیوں کی طرح اس کا حصار کئے ہوئے تھے 'تتر بتر ہو گئے _ سب نے فرار کاراستہ اختیار کیا _ حضرت علی (ع) نے بھی نعرہ لگایا _

اے لوگو بودج کی طنابیں اور رسیاں کاٹ دو اور بودج کو اونٹ سے الگ کر دو _ آپ کے سپاہیوں نے بودج بٹا دیا ، لوگو بنے عائشہ کے بودج کو اغوش میں لیکر حضرت کے حکم کے مطابق اونٹ کو قتل کیا اور پھر اسے اگ میں جلادیا اور خاک ہوا میٹاڑادی _ چونکہ امام کا یہ حکم تعجب انگیز تھا _ اس لئے آپ نے اس کا حوالہ ایت قرآنی سے دیتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو یہ اونٹ منحوس حیوان اور اگ برسانے والا تھا یہ بنی اسرائیل کے گوسالہ شہادت رکھتا تھا وہ بنی اسرائیل میں اور یہ مسلمانوں کے درمیان تھا _

جس نے دونوں کو بدبختی میں پھنسایا _ حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ اس گوسالہ کو اگ میں جلا دواور اسکی خاک دریا میں ڈال دو _ پھر اپ نے اس ایت کی تلاوت کی جو موسیٰ کی زبانی تھی _

ونظر الی الہک (۱)

_ ۱ سورئہ طہ ایت ۹۰

۱۳۶

ذرا دیکھو اپنے اس معبود کو جس پر تم واری فدا کرتے تھے میں کیسے اگ میں جلا رہا ہوں اور خاکستر کو سمندر میں ڈال رہا ہوں _

جی ہاں _ فساد کے مواد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے _ اور فتنہ واشوب کو اگ میں جلا دینا چاہیے (۱)

عائشہ سے کچھ باتیں

عائشہ کی فوج کوشکست ہوئی اور پورے طور سے شکست کے بعد یہ خونریز جنگ جمل اختتام کو پہنچی اور آتش جنگ خاموش ہوگئی (ٹھنڈی پڑ گئی) اس وقت حضرت علی (ع) نے محمد بن ابی بکر کو مامور فرمایا کہ اپنی بہن عائشہ کے لئے جاکر ایک خیمہ نصب کرو اور ان کی دلجوئی کرو اور ان سے پوچھو کہ جنگ میں کوئی تیر یا زخم لگا ہے کہ نہیں ؟

محمد ابن ابی بکر حکم پاتے ہی اپنی بہن کے پاس آئے اور سر کو بودج میں ڈالا

عائشہ نے پوچھا تم کون ہو _ ؟

میں ہوں محمد _ تمہارا قریبی رشتہ دار لیکن تمہارا خاندانی سخت ترین دشمن

عائشہ نے کہا _ تم خثعمیہ عورت کے فرزند ہو ؟

محمد نے کہا ہاں

عائشہ نے کہا _ میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں _ خدا کاشکر ہے کہ اس جنگ میں تمہاری جان سلامت رہی _

مسعودی کہتا ہے:

عائشہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو محمد نے جواب دیا کہ میں محمد ہوں۔ وہ محمد جو تمہارا قریب ترین رشتہ دار ہے لیکن تمہارا بدترین دشمن اس کے بعد کہا اے عائشہ امیرالمومنین حضرت علی تمہارا حال پوچھ رہے ہیں اور دلجوئی کے طور پر پوچھا ہے کہ اس جنگ میں تمہیں کوئی زخم تو نہیں لگا ہے؟

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۸۹

۱۳۷

عائشہ نے کہا کہ اس جنگ میں صرف ایک تیر مجھے لگا اور وہ بھی کاری اور موثر نہیں۔

حضرت علی نے عائشہ سے گفتگو کی

محمد ابن ابی بکر کے بعد حضرت علی عائشہ کے خیمہ کی طرف چلے اور ہودج کے سامنے پہنچ کر اس عصا سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا ہودج کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

اے حمیرا کیا رسول خدا (ص) نے اس فتنہ انگیزی اور مسلمانوں کا خون بہانے کا حکم دیا تھا؟

کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے شوہر رسول خدا (ص) نے حکم نہیں دیا تھا کہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا؟

اے عائشہ جو لوگ تمہیں یہاں تک لائے ہیں انہوں نے رسول خدا (ص) کے ساتھ بڑی ناانصافی کی ہے کہ اپنی عورتوں کو تو گھر میں بٹھا رکھا ہے لیکن تیرے جیسی زوجہ رسول کو جو اسلام کی خاتون اول ہے میدان جنگ میں گھسیٹ لائے ہیں۔

اس موقع پر طبری کا بیان ہے:

محمد ابن ابی بکر نے اپنی بہن عائشہ کو لشکر سے علحدہ ایک خیمہ لگایا۔ حضرت علی (ع) اس خیمہ کی پشت پر اٹے اور عائشہ سے کچھ باتیں کی۔ منجملہ ان کے یہ بھی فرمایا اے عائشہ تم نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا کہ

مجھ سے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ اور انہیں بیجان میں لا کر میری دشمنی ان کے دلوں میں ڈال دی کہ وہ خونریزی اور ہنگامہ پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت علی (ع) کی باتوں پر عائشہ با لکل خاموش رہیں اور کوئی جواب نہیں دیا صرف اتنا کہا کہ یا علی اب جبکہ تم نے میرے اوپر قابو پالیا ہے۔ اب تو تم صاحب اختیار ہو معاف کر دینا بہتر ہے۔

عمار نے عائشہ سے بات کی

طبری اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ جنگ ختم ہونے کے بعد عمار نے عائشہ سے ملاقات کی۔

عمار نے کہا اے عائشہ تم حکم خدا سے کتنی دور ہو گئی ہو رسول خدا (ص) سے تم نے عہد کیا تھا کہ گھر میں بیٹھو گی اور تم نے مخالفت میں میدان جنگ کا راستہ اختیار کیا کہاں گوشہء خانہ اور کہاں میدان جنگ ؟

عائشہ نے کہا۔ کیا تم ابو یقظان ہو، تم تو مجھ سے بہت سختی اور صفائی سے باتیں کر رہے ہو

عمار نے کہا ہاں

۱۳۸

عائشہ نے کہا۔ خدا کی قسم جب سے تم پہچانے گئے ہو تم نے کبھی حق کے سوا کوئی بات نہیں کی عمار نے کہا۔ اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے تمہاری زبان پر میرے بارے میں کلمہ حق جاری کیا۔

۱۳۸

فتح کے بعد معافی

عام معافی

حضرت علی (ع) کی فوج کامیاب ہو گئی اور دشمن کی فوج پر پورا قابو حاصل کر لیا۔ دشمن کی فوج کی بریمت و فرار کا راستہ اختیار کیا۔ اس موقع پر حضرت علی (ع) نے وہی حکم دیا جو جنگ سے پہلے اپنے سپاہیوں کو پہنچایا تھا۔ دوسری بار بھی وہی متن پڑھ کر سنایا آپ کے نمائندہ نے میدان جنگ میں بلند

اواز سے لوگوں کو اس اعلانیہ کا متن پڑھ کر سنایا۔

اے لوگو دشمن کے کسی زخمی کو قتل نہ کرو بھاگنے والوں کا پیچھانہ کرو ،
شرمندہ لوگوں کی سرزنش نہ کرو۔ دشمن کا کوئی فرد اگر جنگی ہتھیار پھینک
دے تو وہ امان میں ہے اسے برگز تکلیف نہ پہنچاؤ جو شخص اپنے گھر میں داخل
ہوکر دروازہ بند کر لے اس کا خون اور جان محفوظ ہے اسے اذیت مت دو۔

اس موقع پر حضرت علی (ع) نے حکم دیا جو اگر چہ جملہ بہت مختصر ہے لیکن
بہت جامع اور جذباتی ہے ، اپنے سب کو سناتے ہوئے اعلان فرمایا کہ تمام دشمن
کے سپاہی چاہے وہ سیاہ ہوں یا سفید چھوٹے ہوں یا بڑے عورت ہوں یا مرد سبھی
کو امان دی جاتی ہے۔ کسی کو ان سے تعرض کا حق نہیں (ثم امن الاحمر
ولاسود)

حضرت علی (ع) نے اس مختصر جملہ میں سب کو آزاد فرمایا اور تمام دشمن
کے افراد کو عام معافی دیدی اور اپ کی کرامت کا تقاضا بھی یہی تھا صاحب
کنز العمال کہتے ہیں کہ جنگ ختم ہو نے کے بعد بھی وہی جنگ سے پہلے والا
فرمان دوبارہ پڑھ کر سنایا گیا لیکن اس بار چند جملہ کا اضافہ کیا گیا۔

اے لوگو دشمن کے ناموس و اموال تم پر حلال نہیں ہیں تمہیں چاہئے ہ صرف
جنگی ہتھیار ہی لو اور میدان جنگ میں جو مال لے آئے ہیں انہیں کو حاصل
کرو بقیہ سارا مال مقتولوں کے پسماندگان کے لئے چھوڑ دو جو شخص میدان
جنگ سے بھاگ گیا ہے اسکو قیدی نہ بنائو انکی دولت کو مال غنیمت سمجھ کر
مت لوٹو۔ ان کے مال کو حکم قرانی کے مطابق وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔
اس کے بعد حضرت علی (ع) نے اپنے سپاہیوں کے سامنے اعلان فرمایا کہ اس
جنگ

۱۳۹

میں جو عورتیں اپنے شوہر سے محروم ہوئی ہیں تم ان سے شادی نہ کرو جب
تک وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح چار ماہ دس دن کا عدہ وفات پورا نہ کر لیں
اس کے بعد تم انہیں عقد میں لے سکتے ہو۔

حضرت علی (ع) کا منشاء اس ارشاد سے یہ تھا اس جنگ کے بعد دشمنوں
کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ہاں۔ یہ لوگ حضرت علی

(ع) کی نظر میں کافروں اور مشرکوں سے الگ تھے ان پر کفار کا حکم لاگو نہیں ہوا تھا۔

اعتراض اور علی (ع) کا جواب

حضرت علی (ع) نے دشمن کی فوج کے بارے میں جو روش اپنائی تھی اس پر خود آپ ہی کے لشکر میں اعتراض ہونے لگا۔ وہ لوگ حضرت علی (ع) کی بارگاہ میں آ کر اس طرح اعتراض کرنے لگے۔

یا علی آپ نے کل ان لوگوں کا خون ہمارے لئے حلال قرار دیا تھا۔ اور آپ ہی آج ان لوگوں کا مال ہمارے لئے حرام قرار دے رہے ہیں؟

حضرت علی (ع) نے جواب دیا:

اہل قبلہ اور جو لوگ زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں ان کے بارے میں اسلام کا حکم وہی ہے جسے میں نے نافذ کیا ہے۔

لیکن اکثر معترضین امام کے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے انہوں نے اپنی مخالفت جاری رکھی، حضرت علی (ع) نے انہیں مطمئن کرنے کے لئے فرمایا۔

اے لوگو اب جب کہ تم لوگ اصرار کے ساتھ کہہ رہے ہو کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی کفار و مشرکین کا سا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ تو اب او سب سے پہلے ام المومنین عائشہ کے بارے میں قرعہ ڈالا جائے کیونکہ وہی اس لشکر کی قیادت کر رہی تھیں۔ جس کے نام بھی قرعہ پڑ جائے وہ انہیں کفار کی عورتوں کی طرح اپنی کنیز بنالے۔

یہ سن کر تمام معترضین کو حضرت علی (ع) کے اس برتاؤ کا راز سمجھ میں آیا اور وہ اپنے اعتراض پر نادم و شرمندہ ہوئے۔ اس طرح حضرت علی (ع) نے ان لوگوں کو ایک وجدانی دلیل سے خاموش کیا لیکن اس مطلب کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے آپ نے ایک دوسری دلیل بھی پیش کی اور فرمایا:

۱۴۰

چونکہ عائشہ کے فوجی بظاہر خدا پرست ہیں۔ وجدانیت خدا کی گواہی دیتے ہیں۔ ان کے اسی عقیدہ کے مطابق کہ وہ زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں میں ان پر احسان کر رہا ہوں اور ایک توحید پرست مسلمان کی طرح برتاؤ کر کے ان کے فر

زندوں کو ان کے مقتول باپ کا وارث بنا رہا ہوں۔

صاحب کنز العمال نے یہ داستان اس طرح لکھی ہے کہ:

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی (ع) نے اپنے لشکر میں خطبہ دیا اسی درمیان عمار یاسر نے کھڑے ہو کر کہا:

اے امیر المومنین لوگ دشمن کے مال و دولت کے بارے میں آپ پر اعتراض کر رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے جس سے بھی جنگ کی جس قوم و ملت پر فتح مند ہوئے تو ہم نے ان کا مال غنیمت کی طرح حاصل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو قیدی بنایا (۱)

اس سے پہلے کہ حضرت علی (ع) عمار یاسر کا جواب دیں آپ کے لشکر سے ایک شخص عباد ابن قیس نام کا جو بکر ابن وائل کے خاندان سے تھا اور بہت تیز طرار اور خوش بیان تھا۔ اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر حضرت علی (ع) سے بولا۔

اے امیر المومنین خدا کی قسم آپ نے بصرہ والوں کے مال غنیمت کی تقسیم میں آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ انصاف و مساوات کی رعایت نہیں کی

حضرت علی (ع) نے فرمایا۔ تجھ پر افسوس ہے۔ میں نے تمہارے بارے میں مساوات و عدالت کی کیسے رعایت نہیں کی؟

اس شخص نے کہا: جب آپ نے بصرہ والوں کے کسی مال و دولت کو جسے وہ میدان جنگ میں لائے تھے اس کے علاوہ سارے مال کو ہم لوگوں پر حرام قرار دیا ان کی عورتوں کی اسیری کو بھی حرام کر دیا اور ان کے بیٹوں کو غلام بنانے سے بھی

۔ اجابلی عہد کا طریقہ یہی تھا۔ ابو بکر نے بھی یہی روش اپنائی تھی جن لوگوں نے انکی بیعت سے سرتابی کی تھی انکے ساتھ بھی اجابلی عہد کا سا سلوک کیا تھا۔ ملاحظہ ہو کتاب عبداللہ بن سبا۔ اس طرح جن لوگوں نے ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان سے جنگ کی اور ان سے کفار مشرکین کا سا برتاو کیا۔ ان کا مال لشکر والوں میں تقسیم کیا۔ اسی وجہ سے جنگ جمل میں لشکر والوں کو اشتباہ ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت علی کے اسلامی و انسانی برتاو پر اعتراض کیا۔

حضرت علی (ع) نے ان تمام اعتراض کرنے والوں کو مطمئن کر نے کے لئے اس مرد بکری سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

اے بنی بکر کے بھائی کیا تم اسلامی قانون نہیں جانتے ہو۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ باپ کے جرم کی وجہ سے ان کے بے گناہ چھوٹے بچوں سے مواخذہ کرنا اسلامی نقطہ نگاہ سے جائز نہیں ہے، صرف اس بہانے سے کہ ان کے باپ نے ہم سے جنگ کی ہے ہمیں ان کے بچوں کو قیدی بنانا اور عورتوں کو کنیز بنانا جائز نہیں ہے لیکن یہ جو دشمن کی عورتوں اور مال کا معاملہ ہے، یہ لوگ صرف وہی دولت جو جنگ کے موقع اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ اور مسلمان بھی ہیں ہم سے بر سر جنگ ہیں۔

ان کی عورتوں کا نکاح اسلامی حکم کے لحاظ سے ہوا تھا ان کے بیٹے فطرت اسلام پر پیدا ہوئے تھے ان خصوصیات کے پیش نظر جن کی میں نے وضاحت کی ہے ان کی عورتوں بچوں اور دولت کے بارے میں اسلام کا حکم وہی ہے جسے میں نے بیان کیا ہے۔

تمہیں صرف اتنی اجازت ہے کہ یہ لوگ جتنا مال میدان جنگ میں لائے تھے اور تم نے اپنی چھاوئی سے انہیں لوٹا ہے انہیں کو غنیمت کے طور پر لے لو اور اسی پر اکتفاء کرو، اس مال کے علاوہ بقیہ جتنی دولت ہے وہ ان کے بیٹوں کی وراثت ہے اگر کوئی شخص ہم سے جنگ اور مخالفت کے لئے نکلے تو اکیلے اسی کو ہم سزا دینگے اور اس کا گناہ دوسرے کے ذمہ برگز نہیں لادیں گے، یہاں تک کہ ان کے بچوں کو بھی باپ کے کر توت کی سزا نہیں دی جائے گی۔

اے بنی بکر کے بھائی میں رسول خدا (ص) کی جگہ پر بوسیہ بصرہ والے میرے خلاف بغاوت پر آمادہ ہیں انہوں نے اپنے بھائیوں کا خون بہایا میں نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا ہے جو رسول خدا (ص) نے فتح مکہ کے موقع پر لوگوں کے ساتھ سلوک کیا تھا آپ نے مکہ والوں کا صرف وہی مال لیا جو ساتھ لیکر آئے تھے بقیہ انہیں کے حوالہ کر دیا۔

حضرت علی (ع) نے مزید فرمایا: اے بکری بھائی کیا تو نہیں جانتا کہ دارالہرب یعنی کافروں کا شہر اور دارالہجرت یعنی مسلمانوں کا شہر ان دونوں کے درمیان اسلامی قانون میں فرق ہے کیونکہ دارالہرب کا ہر مال جو کفار سے حاصل ہو پورے طور سے مسلمانوں کا ہے لیکن جنگ کے موقع پر دارالہجرت کا مال صرف وہی

کے موقع پر ساتھ لائے ہیں کیونکہ زبان سے وہ کلمہ توحید پڑھتے ہیں۔

اللہ تم لوگوں پر رحم کرے۔ خاموش رہو اور عائشہ کے لشکر والوں کی اسیری پر اصرار نہ کرو ورنہ پھر میرے ایک سوال کا جواب دیدو کہ تم میں کون ایسا ہے کہ جنگی اسیریوں کی تقسیم کے وقت عائشہ کو کنیزی کے طور پر اپنے حصہ میں لے کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو عائشہ کو کنیز بنا کر اپنے گھر لے جائے۔

حضرت علی (ع) کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ آپ کے لشکر میں شور مچ گیا چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں یا علی ہم میں سے کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا رسول خدا (ص) کی نسبت ایسی گستاخی ہم سے نہیں ہو سکتی کہ ان کی زوجہ کو اپنی کنیز بنائیں اس کے بعد انہوں نے کہا۔ یا علی آپ اپنے عمل میں حق کے راستہ پر ہیں۔ ہم نے اعتراض کر کے سخت غلطی کی ہم نے دھوکا کھایا۔ یا علی آپ کا عمل علم و دانش کی روش میں تھا ہمارا اعتراض جہالت و نادانی تھی۔ اب ہم اپنے گناہ سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے اعتراض پر نادم و پشیمان ہیں۔ خداوند عالم آپ کے وسیلہ سے ہمیں ہدایت و رہبری عطا کرے۔

عمار یاسر دوسری بار کھڑے ہوئے اور لشکر سے خطاب فرمایا:

اے لوگو علی کی پیروی کرو۔ ان کے احکام بجالاؤ خدا کی قسم وہ سیرت رسول (ص) پر عمل کرتے ہیں اور انکی سنت سے ہرگز انحراف نہیں کرتے علی وہی راہ اپناتے ہیں جس راہ پر رسول خدا (ص) نے مسلمانوں کو چلایا تھا انکی مثال ویسی ہی ہے جیسی موسیٰ کے سامنے ہارون کی تھی۔ ہارون حضرت موسیٰ کے جانشین تھے، بس فرق یہ ہے کہ رسول (ص) کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا اور یہ فضیلت و بزرگی حضرت علی (ع) سے مخصوص ہے۔

عمار یاسر کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ حضرت علی (ع) نے دوبارہ لوگوں سے خطاب فرمایا:

جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اسے مانو اور میرے حکم کو نافذ کرو کیونکہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو گے تو انشا ارہ مستقیم اور سعادت ابدی پا جاؤ گے

،اگر چہ اس راستہ میں سختیاں ہیں اور ناکامیاں و تلخیاں ہیں۔

اب رہ گئیں عائشہ تو انکا عقیدہ اور باطنی نظریہ میرے بارے میں دشمنی سے بھرپور ہے اسلئے وہ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں ایسی اذیت وہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں سمجھیں گی لیکن اسکے باوجود وہ میری نظر میں سابق کی طرح محترم ہیں۔ ان کے کرتوتوں کو میں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ خدا ہی ہر شخص کو اس کے گناہوں کی سزا دے گا

۱۴۳

یا اسے معاف کر دیگا۔

ابھی امام کی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ لوگوں کی اوازیں اٹھنے لگیں ہاں صحیح ہے جو لوگ اعتراض کر رہے تھے وہ اب نادم و پشیمان ہیں۔ ان لوگوں نے ایک سخت کشمکش کے بعد امام کے ارشادات کی تصدیق و تائید کی اور ان کے حکم پر سر جھکا دیا۔ واضح طور پر اعلان کیا کہ ہم غلطی پر تھے یا واضح طور سے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے حضرت علی (ع) کی خدمت میں عرض کیا۔

اے امیرالمومنین خدا کی قسم آپ نے فوج دشمن کا مال تقسیم کرنے کے سلسلے میں حکم خدا کے مطابق عمل کیا لیکن ہم نے جہالت و نادانی کی روش اپنائی اور آپ کی عدالت پر اعتراض کیا، ابن لساف حضرت علی (ع) کے فوج کا ایک بہت تیز طرار اور جیالا شخص تھا۔ اس نے اس سارے واقعے کو نو شعروں میں نظم کیا ہے۔

ان رایا را یتموہ سفاھا
لحظا الایرادوالاصدار
لیس زوج النبی تقسیم فیئا
ذاکر یغ القلوب والابصار
فاقبلوا الیوم ما یقول علی
لاتناجوا بالاثم فی الاسرار
لیس ماضمت البیوت بفی
انما الفی ماتضم الاوار
من کراع فی عسکروسلاح
ومتاع یبیع ایدی التجار
لیس فی الحق قسم ذات نطاق
لاولا اخذکم ذات خمار
ذاک فیئکم خذوہ وقولوا
قد رضینا لاخیر فی ا لا کثار

انہا امکم وان عظم الخط
ب وجائت بزلۃ و عثار
فلہا حرمتہ النبى وحقا
علینامن سترہا و وقار

اے لوگو تم نے جو بصرہ والوں کے بارے میں برائے ظاہر کیے ہیں وہ جہالت و نادانی کی بات تھی ، وہ غلط نظریہ تھا ، کیونکہ رسول کی زوجہ مال غنیمت کے طور پر حاصل نہیں کی جاسکتی نہ وہ کنیزی میں لی جاسکتی ہیں ، کیونکہ یہ عمل وجدان کے اعتبار سے کوتاہ نظری اور فکری انحراف ہے اس لئے آج جو کچھ حضرت علی (ع) ارشاد فرماریے ہیں اس کو مان لو اور اپنی بیجا باتیں اور لچر اعتراضات اور سرگوشیاں ختم کر دو حضرت علی کے فرمان کے مطابق عمل کرو جو مال و دولت

۱۴۴

مقتولوں کے گھر میں ہے اسے مت لوٹو اور اسپر تصرف مت کرو بس وہ جنگی ہتھیار، کپڑے ، اور گھوڑے جو میدان جنگ میں لائے تھے انہیں کو مال غنیمت کے طور پر لے لو اور وہ تمہارے اوپر حلال ہے مختصر یہ کہ جو کچھ دشمنوں کی دولت تمہارے لئے حضرت علی جائف سمجھیں وہ تمہارا حق ہے تمہیں اس پر مطمئن ہو جانا چاہئے۔

اے لوگو عائشہ تمہاری ماں ہیں اگر چہ ان کا جرم بہت بڑا اور لغزش زبر دست ہے وہ رسول خدا (ص) کی خاطر سے محترم ہیں ہم پر ان کا احترام لازم ہے ہمیں ان کی ابرو اور حیثیت کو محفوظ رکھنا چاہئے (۱_)

حضرت علی (ع) نے طلحہ وزیر سے کیوں جنگ کی ؟

جیسے ہی ابن یساف نے اشعار پڑھے حضرت علی کے لشکر سے ایک دوسرا شخص بولا اے امیرالمومنین ، آپ نے طلحہ وزیر سے کیوں جنگ کی ؟ اس کی وجہ کیا تھی ؟

حضرت علی (ع) نے جواب دیا کہ میں نے طلحہ وزیر سے اس لئے جنگ کی کہ انہوں نے میری بیعت توڑ دی تھی اور انہوں نے بے گناہ اور پاک نفس لوگوں کو قتل کیا ، انہوں نے حکیم بن جبلیہ کا ناحق خون بہایا ، بیت المال کو لوٹا ، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بے گناہ لوگوں کا ظلم و تعدی سے خون بہایا جائے اور امام و پیشوا

ان کا دفاع نہ کرے ؟

جو سلوک میں نے طلحہ و زبیر کے ساتھ کیا ہے یہ مجھ ہی سے مخصوص نہیں ہے کیونکہ اگر انہوں نے ابو بکر و عمر کی بھی بیعت شکنی کی ہوتی اور لوگوں کا ناحق خون بہایا ہوتا تو وہ بھی دفاع کرتے اور ان سے جنگ کرتے۔

اے لوگو یہ تمہارے درمیان اصحاب رسول خدا ہیں جو میری باتوں کی گواہی دیں گے کہ جو شخص بھی ابوبکر و عمر کی بیعت سے سرتابی کرتا وہ لوگ انہیں تلوار سے سرزنش کرتے اور اپنی بیعت میں واپس لاتے اور دوبارہ حکومت کی پیروی پر مجبور کرتے، جیسا کہ خلیفہ اول کی بیعت کے وقت انصار نے ان کی بیعت سے انکار کیا تو انہوں نے سختی کی اور انصار کو مجبور کیا کہ وہ ان کی بیعت کریں۔ حالانکہ انصار کی بیعت راضی خوشی سے نہیں تھی لیکن اس کے باوجود بیعت کا احترام کیا گیا اور اس پر آخر تک باقی رہا گیا لیکن میں کیا کروں؟ کہ طلحہ و زبیر نے رضا مندی اور پوری آزادی کے

۱۔ تاریخ یعقوبی، کنز العمال، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، میں ان تفصیلات کو دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۴۵

ساتھ میری بیعت کی لیکن دیر نہیں گزری کہ انہوں نے اپنا عہد و پیمانہ توڑ دیا ان

کے دل میں بصرہ و یمن کی گورنری کی لالچ بھری ارزو تھی لیکن چونکہ میں نے ان کے اندر حرص و لالچ دیکھی اس لئے حکومت بصرہ و یمن نہیں دی۔ دوسرے یہ کہ انہیں مال و دولت حاصل کرنے کی بوس تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کے مال و دولت پر اپنی آنکھیں جمادی تھیں وہ مسلمانوں کو اپنا غلام عورتوں کو کنیز بنا چاہتے تھے ان کی دولت کو مال غنیمت سمجھ کے لوٹنا چاہتے تھے یہ تمام باتیں میرے مشاہدہ میں آئیں تو میں اس پر مجبور ہو گیا کہ ان سے جنگ کر کے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کے جان و مال کی طرف بڑھنے نہ دوں، مسلمانوں کو ان کے شر و فساد سے مطمئن کروں۔

اس کے بعد حضرت علی (ع) نے بصرہ والوں کی طرف رخ کیا اور ان کی کرتوتوں پر سرزنش فرماتے ہوئے کہا:

بصرہ والوں تم ایک بے منہ کے جانور کے سپاہی ہو۔ اس نے شور مچایا تو

سخت طریقہ سے حملہ اور ہو گئے ، جس وقت وہ جانور قتل ہو گیا زمین پر لوٹنے لگاتو اسے چھوڑ کر فرار ہو گئے بصرہ والو تم بڑے بد اخلاق اور عہد شکن ہو۔ تمہارا برتاؤ نفاق سے بھرپور ہے یہ تمہاری سیرت میں داخل ہے اور اس پر ہمیشہ باقی رہو گے۔ تم ایسے لوگ ہو کہ جو شخص بھی تمہارے درمیان زندگی بسر کرے وہ گناہوں اور غلطیوں میں مبتلا ہو جائے۔ جو تمہارا ماحول چھوڑ کر الگ ہو جائے اس پر رحمت خدا کی بارش ہو۔

عائشہ ، مدینہ واپس ہوئیں

جنگ ختم ہو گئی عام معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ اور جنگ کے درمیان جو دشمن کامال غنیمت ہاتھ آیا تھا حضرت علی (ع) کے لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔ گو مگو کی کیفیت ختم ہو گئی۔ پانی کا سیلان بھر گیا ، بھانت بھانت کی اوازیں خاموش ہو گئیں۔ حالات معمول پر آگئے ، اس وقت حضرت علی (ع) نے اپنے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس کو اپنے پاس بلوا کر فرمایا۔ اے عبداللہ۔ تم عائشہ کے پاس جا کر انہیں اپنے شہر واپس جانے کے لئے راضی کرو۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ: میں عائشہ کے پاس گیا اور ملاقات کی اجازت طلب کی تاکہ حضرت علی (ع) کا پیغام پہنچاؤں۔

۱۴۶

انہوں نے مجھے اجازت نہیں دی ، میں بغیر اجازت ہی خیمہ کے اندر داخل ہو گیا پاس میں رکھے گاؤ تکیہ کو اٹھا کر دبایا اور انہیں کے سامنے بیٹھ گیا عائشہ نے کہا اے ابن عباس خدا کی قسم میں نے تم سے زیادہ حکم رسول کو نظر انداز کرنے والا نہیں دیکھا۔ تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں چلے آئے اور میری اجازت کے بغیر میرے فرش پر بیٹھ گئے ؟

ایک دوسری روایت ہے کہ عائشہ نے ابن عباس سے کہا۔ تم نے دو غلطیاں کر کے حکم رسول کی مخالفت کی۔ کیونکہ سب سے پہلے تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہوئے دوسرے میری اجازت کے بغیر میرے فرش پر بیٹھے۔

ابن عباس نے کہا: تم نے احکام ہم ہی سے سیکھے اور اب ہم ہی کو یاد دلاری ہو ، یہ دیکھو حضرت علی (ع) تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ اپنے شہر واپس

جاو۔

عائشہ نے کہا _ خدا عمر پر رحمت نازل کرے کہ وہ امیرالمومنین تھے

ابن عباس نے کہا: ہاں _ اب حضرت علی امیرالمومنین ہیں

عائشہ نے کہا : نہیں، نہیں ، میں انہیں برگز امیرالمومنین نہیں جان سکتی
ان کے حکم سے واپس جانے پر تیار نہیں ہوں۔

ابن عباس نے کہا _ اے عائشہ وہ زمانہ بیت گیا _ تمہاری تقرری اور
برخاستگی کاتیا پانچہ ہو گیا _ اج تمہاری رائے اور بات کاکوئی اثر نہیں ہے _
تمہاری موافقت و مخالفت برابر ہے۔

ابن عباس کابیان ہے کہ: میری بات یہیں تک پہنچی تھی کہ عائشہ پر گریہ
طاری ہو گیا، اس قدر شدید گریہ کہ دھاڑ مار کر رونے لگیں، ان کی بچکیاں سن رہا
تھا (۱۱)

پھر انہوں نے کہا : اے عبداللہ ٹھیک ہے، میں اپنے شہر واپس جاؤنگی، میں
نہیں چاہتی کہ اس شہر میں ربوں جہاں تم دونوں ہو _ (ان ابغض البلدان الی بلد
انتم فیہ)

_ ۱ عقد الفرید ج ۴ ص ۳۲۸ ، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۲ ، تاریخ اعثم کوفی ص ۱۸۱ ،
تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۲ ، مروج الذهب ج ۵ ص ۱۹۷

۱۴۷

ابن عباس نے کہا: اے عائشہ خدا کی قسم ہم بنی ہاشم کی نیکی کابدلہ یہ
نہیں تھا کہ ہمارے خلاف بغاوت کرو _ ہماری مخالفت کاراستہ اپناؤ _ ہم ہی تھے
کہ تمہیں ام المومنین بنایا، ہم نے تمہارے باپ کو صدیق امت بنایا۔

عائشہ نے کہا : عبداللہ تم رسول خدا (ص) اکو ہم سے اپنی طرف گھسیٹ رہے
ہو ان کے نام سے میرے اوپر فخر جتا رہے ہو۔

ابن عباس نے کہا: ہاں ہم ایسے خاندان کی فرد ہیں کہ اگر تم بھی اس
خاندان سے ہوتی تو میری طرح فخر ومباہات کرتی۔

ابن عباس کابیان ہے کہ: عائشہ سے گفتگو کے بعد واپس حضرت علی (ع) کی

خدمت میں حاضر ہوا ، ساری باتیں دہرائیں _ آپ نے میری پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا :

ان خانوادے پر صلوات جو گویائی اور حاضر جوابی میں ہماری طرح ہیں (بابی ذریعہ بعضہا من بعض)

اعثم کوفی نے فتوح البلدان میں نقل کیا ہے کہ :

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی (ع) رسول خدا(ص) کے مخصوص خچر دلدل پرسوار ہوکر بصرہ میں اس گھر کی طرف چلے جہاں عائشہ عارضی طور سے ٹھہری ہوئی تھیں ، اجازت لینے کے بعد گھر میں داخل ہوئے امیرالمومنین نے دیکھا کہ عائشہ کچھ بصرہ کی عورتوں کے ساتھ گریہ وزاری کر رہی ہیں ، اس وقت حارث ثقفی کی بیٹی صفیہ اور دوسری عورتوں نے حضرت علی (ع) کو دیکھ کر کہا:

یا علی آپ نے ہمارے رشتہ داروں اور دوستوں کو قتل کیا ہماری جمیعت کو درہم برہم کیا ، خدا تمہارے بھی بچوں کو یتیم کرے جیسے تم نے عبداللہ خلف کو یتیم کر کے باپ کی موت پر اس کی انکھیں اشکبار کی ہیں۔

حضرت علی (ع) نے صفیہ کو پہچان کر فرمایا:

اے صفیہ میں تمہیں اس دشمنی اور عنا دیر تجھے ملامت نہیں کرونگا کیونکہ میں نے ہی جنگ بدر میں تیرے دادا کو اور جنگ احد میں تیرے چچا کو قتل کیا ہے _ اور اب تیرے شوہر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور اگر میں رشتہ داروں اور عزیزوں کا قاتل ہوتا تو اس وقت اس گھر جو لوگ چھپے ہوئے ہیں انہیں بھی قتل کر ڈالتا

اسکے بعد امیرالمومنین نے عائشہ سے فرمایا:

۱۴۸

اے عائشہ اپنی کٹیوں کو یہاں سے بھگاتی کیوں نہیں ہو ؟

عائشہ سن لو کہ اگر میں لوگوں کی سلامتی نہیں چاہتا تو ابھی اس گھر میں چھپے ہوئے لوگوں کو گھر سے نکالتا اور ایک ایک کی گردن ماردیتا۔

اعثم کوفی کا بیان ہے کہ :

یہ سنتے ہی عائشہ اور تمام عورتوں نے چپ سادھ لی ان سب کی بولتی بند ہو گئی۔

اس کے بعد امیر المومنین نے عائشہ کو مخاطب کر کے سر زنش کی۔

اے عائشہ _ خدا نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنے گھر میں نچلی بیٹھی رہو غیروں سے پرہیز کرو ، لیکن تم نے حکم خدا کی مخالفت کی۔ اپنا ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگ لیا ، لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا اور ظالمانہ طریقہ سے عظیم جنگ کھڑی کر دی _ حالانکہ تم اور تمہارے خاندان نے ہمارے ذریعہ سے عزت و شرف حاصل کیا ہمارے ہی خاندان کے وسیلہ سے تم ام المومنین بن گئی ہو۔

عائشہ اب تمہیں چلنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے _ تم اسی گھر میں جا کر رہو جہاں تمہیں رسول خدا (ص) نے بٹھایا تھا _ وہاں تم زندگی کی آخری سانسوں تک رہو۔

حضرت علی (ع) اتنا فرما کر وہاں سے چلے آئے۔

اعثم کوفی کا بیان ہے کہ: اسی کے دوسرے دن حضرت علی (ع) نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰ کو عائشہ کے پاس بھیجا ، امام حسن نے عائشہ سے کہا میرے بابا امیر المومنین فرماتے ہیں کہ:

اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا ، اس خدا کی قسم جس نے انسانوں کو پیدا کیا کہ اگر تم نے اسی وقت مدینہ کے لئے کوچ نہیں کیا تو اس بارے میں جسے تم خود جانتی ہو انجام دے دوں گا جیسے ہی یہ پیغام عائشہ نے سنا فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور کوچ کی تیاری کرنے لگیں۔

ایک عورت نے جب اس عجلت کو دیکھا تو سوال کیا کہ اے ام المومنین عبداللہ ابن عباس آپ کے پاس آئے اور آپ سے مدینہ جانے کو کہا لیکن آپ نے انکی بات نہ مانی، بلکہ تم نے تو ان کا کلمہ نہ کلمہ جواب دیا۔

ابن عباس تمہارے پاس سے خفا ہو کر چلے گئے ان کے بعد حضرت علی (ع) آئے اور تمہارے اندر ذرا بھی بے چینی نہیں

دیکھی گئی لیکن جیسے ہی یہ جوان تمہارے سامنے آیا اور باپ کا پیغام پہنچایا

تمہارے انداز میں عجیب اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی اور اسکی بات کو تم نے فوراً قبول کر لیا ؟

عائشہ نے جواب دیا _ ہاں _ میرا اضطراب اسلئے تھا کہ یہ جوان رسول خدا (ص) کی یادگار اور ان کا فرزند بے رسول کے اوصاف کا نمونہ ہے ، اسے دیکھتے ہی مجھے رسول خدا (ص) کا سراپا یاد آگیا ، جسے بھی رسول خدا کا سراپا دیکھنا ہو وہ اس جوان کو دیکھ لے _ دوسری طرف یہ بھی کہ یہ جوان اپنے باپ کا وہ پیغام لایا تھا جسے سن کر میں خوف زدہ ہو گئی اور کوچ کرنے پر مجبور ہو گئی _

اس عورت نے آخری بات سن کر کریدنے کے لئے پوچھا

اے عائشہ _ میں آپ کو قسم دیتی ہوں خدائے تعالیٰ کی کہ بتائیے وہ حضرت علی (ع) کا پیغام کیا تھا جو آپ میں اتنا اثر دیکھا گیا اور آپ اتنا بے چین ہو گئیں ؟

عائشہ نے جواب دیا _ تیرا ناس ہو جائے _ ارے ایک جنگ میں رسول خدا (ص) کو بہت زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا تھا _ آپ نے سب کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا _ ہم ازواج نے چاہا کہ ہم لوگوں کو بھی اس میں سے حصہ دیا جائے _ ہم نے اپنے مطالبہ میں بہت اصرار کیا اور بڑی اودھم مچائی ، حضرت علی (ع) ہماری حرکتوں کو دیکھ کر غصہ میں بھر گئے _ ہمیں سرزنش کرنے لگے ، انہوں نے کہا کہ اب بس بھی کرو _ تم نے رسول خدا (ص) کو بہت زیادہ رنجیدہ خاطر کیا یہ سن کر ہم لوگ علی سے بھی لڑائی بھڑائی پر تن گئے ، انہیں بھی سخت جواب دیا ، حضرت علی (ع) نے جواب میں یہ ایت پڑھی " عسی ان طلقن " (۱)

اگر تمہیں طلاق دیا جائے تو خداوند عا لم تمہاری جگہ تم سے بہتر اور نیک کردار عورتیں انہیں عطا کرے گا

ہم نے یہ ایت سن کر سخت غضبناک انداز میں اور بھی سخت جواب دیئے _ اس وقت رسول خدا کے چہرے پر اثار غضب ظاہر ہوئے آپ نے حضرت علی (ع) کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اے علی میں اپنی تمام ازواج کے طلاق کا اختیار تمہیں دیتا ہوں _

جسے بھی تم طلاق دے دو گے اس سے میری زوجیت کارشتہ ختم ہو جائے گا۔

رسول خدا(ص) نے اس وکالت کو کسی خاص وقت میں معین نہیں کیا تھا ، یہ اختیار ہمیشہ کے لئے علی کے پاس محفوظ ہے جب بھی وہ چاہیں رسول(ص) کی طرف سے ان کے ازواج کو طلاق دیدیں اور انکی رسول سے جدائی کر دیں ، حضرت علی (ع) نے جو پیغام بھجوایا تھا اس کا مطلب یہی تھا ، کیونکہ اگر میں جلدی سے کوچ پر آمادہ نہ ہو جاتی تو وہ مجھے طلاق دے دیتے ۔ میری ام المومنین کی حیثیت ختم ہو جاتی (۱)

کتاب عقدالفرید کے مولف نے لکھا ہے کہ:

اس گفتگو کے بعد جب عائشہ نے مدینہ جانے کا اعلان کر دیا ۔ حضرت علی (ع) نے تمام وسائل سفر عائشہ کے اختیار میں دیدیئے ۔ اور انہیں چالیس یا ستر عورتوں کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا۔

طبری کا بیان ہے کہ حضرت علی (ع) نے عائشہ کے لئے بہترین وسائل سفر مہیا کئے ، اور انہیں بارہ ہزار درہم بھی عطا کئے اور انہیں بہت سے عورتوں مردوں کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا جب یہ بارہ ہزار کی رقم عبداللہ بن جعفر(۲) کو کم معلوم ہوئی تو دوبارہ ایک معتدیہ رقم عائشہ کو عطا فرمائی۔

انہوں نے فرمایا کہ اگر امیرالمومنین نے اجازت نہیں دی تو یہ تمام رقم میں اپنے ذمہ لے لوں گا۔

مسعودی نے بھی عائشہ کی واپسی کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت علی (ع) نے عبد الرحمن بن ابی بکر کو مامور فرمایا کہ اپنی بہن عائشہ کو بنی عبدقیس اور بمدان کی شریف عورتوں کے ہمراہ مدینہ پہنچا دیں۔

اس واقعہ کو یعقوبی اور ابن اعثم نے بھی اپنی تاریخوں میں لکھا ہے فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے عبدالرحمن کا نام نہیں لکھا ہے (۳)

ان کی ماں اسماء بنت عمیس خنعمی تھیں ، ان کے ماں باپ دونوں ہی اوائل میں حبشہ ہجرت کی تھی ، وہیں حبشہ میں عبداللہ پیدا ہوئے ، وہ پہلے مسلمان

مولودیبیں جو حبشہ میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ جعفر کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے

۱_ ترجمہ فتوح بن اعثم ج ۲ ص ۳۳۹_ ۳۴۰
۲_ عبداللہ بن جعفر حضرت علی (ع) کے بھائی جعفر کے صاحبزادے تھے۔ قرشی
وباشمی تھے
۳_ عقد الفرید ج ۴ ص ۳۲۸ ، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۲ ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۲ ،
مروج الذهب ج ۵ ص ۱۹۷ ،

۱۵۱

جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو انکی ماں اسماء نے ابو بکر سے عقد کر لیا۔ اس طرح عبداللہ اور محمد بن ابی بکر مادری بھائی ہیں۔ جس طرح محمد اور عائشہ پدری بھائی نہیں تھے عبداللہ دس سال کے تھے کہ رسول خدا (ص) نے انتقال فرمایا۔ عبداللہ بڑے کریم حلیم اور عرب کے سخی ترین لوگوں میں تھے مشہور ہے کہ ۸۰ھ یا ۸۴ھ یا ۸۵ھ میں نوے سال کی عمر میں انتقال کیا، ابان بن عثمان جو مدینہ میں گورنر تھے ، انہوں نے اپنی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۱)

جنگ جمل کے بدترین نتائج

جنگ جمل کے بدترین اثار و نتائج جو کچھ مترتب ہوئے اور بندریج اس کے عواقب سامنے آئے وہ واقعی حیرت ناک ہیں۔

مورخین نے اس بارے میں لکھا ہے کہ:

جنگ جمل میں دونوں طرف سے اس قدر تیر اندازی ہوئی کہ دونوں کے ترکش خالی ہو گئے ، دونوں فریق میں اس قدر نیزوں کی ردوبدل ہوئی کہ سپاہیوں کے سینے چھلنی ہو گئے۔ دونوں لشکر سے اس قدر افراد زمین پر ڈھیر ہوئے کہ اگر سب لاشوں کو میدان میں جمع کر کے گھوڑے دوڑائے جاتے تو کسی گھوڑے کا پاؤں زمین پر نہ پڑتا خود ایک شخص جو اس جنگ میں شریک تھا بیان کرتا ہے کہ جنگ جمل کے بعد میں جب بھی بصرہ دارالولید دھویوں کے گھاٹ سے گزرتا تھا اور دھویوں کے کپڑا پیٹنے کی آواز سنائی دیتی تھی تو مجھے جنگ جمل یاد آجاتی تھی ، جس جنگ میں نیزوں کی باڑھ یوں گونجتی تھی جیسے دھوی کپڑا پیٹ رہا ہو (۲)

ہم نے گزشتہ صفحات میں اس جنگ کے متعلق مورخین کے بیان نقل کئے ہیں کہ اس دن کس طرح بدنوں سے سر جدا ہو رہے تھے ، ہاتھ کٹ رہے تھے

، پیٹ پھٹ رہے تھے۔

مصیبت کے ماروں کی تعداد اور اس جنگ میں کٹے ہاتھوں اور پھوٹی انکھوں کی تعداد تصور سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ مقتولوں کی تعداد طبری نے چھ ہزار لکھی ہے، لیکن ابن اعثم نے اپنی تاریخ میں عائشہ کے لشکر کے مقتولوں

۱_ اسد الغابہ ج ۳۰ ص ۱۳۳، استیعاب ص ۴۲۲
۲_ طبری ج ۵ ص ۲۱۸، عقد الفرید ج ۴ ص ۳۲

۱۵۲

کی تعداد نو ہزار لکھی ہے، اور حضرت علی (ع) کے لشکر سے سات ہزار قتل ہوئے۔

ابن عبد ربہ عقد الفرید میں لکھتے ہیں کہ جنگ جمل میں لشکر عائشہ کے بیس ہزار افراد قتل ہوئے اور حضرت علی کے لشکر کے پانچ سو افراد قتل ہوئے۔

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ دونوں طرف کے مقتولوں کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ ہے (۱)

جی ہاں۔ جنگ جمل میں حد سے زیادہ اقتصادی نقصان پہنچا۔ جانی اور جسمانی نقصان بھی بہت زیادہ ہوا۔ کتنی ہی مائوں نے اپنے جوانوں کے داغ چھیلے۔ کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں اور ڈھیر سارے بچے یتیم ہوئے۔

یہ تمام طمانچے، نقصانات اور خرابیاں صرف ایک دن میں وارد ہوئیں، ہاں اسی دن جب شورش اور جنگ اسلامی معاشرے پر تھوپا گیا۔ ایک محدود اور معین نقطے پر، لیکن ان نقصانات اور بدترین نتائج کے علاوہ بعد کے ایام میں سالوں بعد اسلامی معاشرے پر اس جنگ کی وجہ سے وارد ہونے والے نقصانات اس سے کہیں زیادہ ہیں جو اسلامی ممالک نے چھیلے، ان کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ہم یہاں کچھ تاریخوں کے تجزیے قارئین کرام کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

بعد کے نتائج

ایک جنگ جمل کا تلخ ثمرہ یہ ہوا کہ جنگ صفین کی آگ بھڑک اٹھی۔ کیونکہ واقعی بات یہ ہے کہ جنگ صفین اصل میں جنگ جمل کا اختتامیہ اور اسی کا بدترین اثر ہے۔ یہ دونوں جنگوں کا باہم مضبوط رشتہ ہے۔ جسکی ابتدا میدان بصرہ میں اور انتہا میدان صفین میں ہوئی، اس رشتہ کا سراغ عائشہ کے ہاتھ میں

نظر اتا ہے ، انہوں نے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر آخر تک اسے حرکت دیتی رہیں۔

کیونکہ عائشہ قبیلہ تیم سے تھیں ان کا عثمان کے خاندان سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ ان کی بغاوت نے معاویہ کی بغاوت کاراستہ بموار اور اسان کیا ، انہیں کی وجہ سے معاویہ کو بہانہ ہاتھ آیا ، کیونکہ جب عثمان کے غیر خاندان کی عورت

۱۔ اطبری ج ۵ ص ۲۵ ، عقد الفرید ج ۴ ص ۲۲۴ ، تاریخ اعثم کوفی جمل

۱۵۳

خون عثمان کا مطالبہ کر سکتی ہے تو معاویہ بدرجہ اولی اس انتقام کا حق رکھتے ہیں ، چنانچہ انہوں نے خون عثمان کو بہانہ بنا کر جنگ صفین کھڑی کر دی

—

۲۔ انتقام عثمان کا مطالبہ عائشہ اس بات کا سبب بنا کہ معاویہ خلافت کو اپنے خاندان بنی امیہ میں موروثی حیثیت سے قرار دیں کیونکہ خلیفہ مقتول انہیں کے خاندان سے تھے۔ انہوں نے خلافت کو اس طرح موروثی قرار دیا کہ کسی دوسرے خاندان میں منتقل ہونا ممکن نہ ہو۔

۳۔ جنگ جمل برپا ہونے اور ختم ہونے کا سلسلہ جاری رہا بلکہ یہ دونوں جنگیں جمل وصفین ایک دوسرے سے اس قدر پیوست تھیں کہ ایک تیسری جنگ پیدا ہوئی جسے جنگ نہروان کہا جاتا ہے ، اس جنگ نے بھی بہت سے مسلمانوں کو خون میں نہلایا۔

کیونکہ ان دونوں جنگوں نے بدباطن لوگوں میں تنگ نظری اور برے نظریات پیدا کر دیئے اور ایسی کوتاہ فکری پیدا کر دی کہ لوگ تشویش و اضطراب کی زد میں آ گئے۔ الزام وجو ابی الزام کی فضا بن گئی۔ عناد کی نظریں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں اکثر مسلمانوں نے تکفیر کے فتوے ایک دوسرے کو دئے اور ایک دوسرے کا خون مباح سمجھ لیا مسلمانوں میں امن و اسائشے نام کو نہیں رہ گئی ، جنگ و خونریزی کے دروازے کھل گئے جس کا سلسلہ بنی عباس کے عہد تک جاری رہا اس درمیان بے شمار مسلمانوں نے اپنی جان سے ہاتھ دھویا اس تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ جمل صرف بصرہ تک ہی محدود نہیں رہی۔ جو میدان بصرہ میں محدود وقت تک برپا رہی بلکہ اس جنگ نے کشش پیدا کی اور اسلامی سر زمین کے زیادہ حصہ میں پھیلتی چلی گئی ، بہت سے مسلمانوں کو متاثر کیا اور

ایک طویل مدت تک مسلمانوں میں اپنی گونج پیدا کرتی رہی جنگ جمل کے نام سے تو نہیں بلکہ اسکے نام مختلف تھے اور اسکے عنوان الگ تھے۔

نظریاتی اختلافات کی پیدائش

کسی بھی قوم اور معاشرے میں جنگ و خونریزی ہونے سے ہر طرح کے اختلافات اور نظریاتی ٹکرائوں کے راستے رد عمل کے طور پر کھل جاتے ہیں نظریاتی تضاد رہن سہن میں اختلافات اور عقیدے میں ٹکرائوں کی فضا بن جاتی ہے، فکری اختلاف عملی اختلاف کا باعث بنتا ہے اسکے برعکس عملی اختلاف نظریاتی اختلاف کو جنم دیتا ہے۔

۱۵۴

جنگ جمل وصفین و نہروان بھی اس قانون طبیعی سے مستثنی نہیں رہے ہر ایک جنگ نے اپنے مخصوص دائرے میں مسلمانوں کے افکار میں اور روح میں بھی اپنے اثرات چھوڑے۔ اس جنگ کے بعد لوگ کئی گروہ و عقیدہ اور طرز تفکر میں بٹ گئے۔

کچھ تو طرف دار حضرت علی (ع) ہوئے انہیں علوی گروہ کہا جانے لگا (۱) کچھ لوگ عثمان کے طرفدار ہو گئے انہیں عثمانی پارٹی کہا جانے لگا کچھ ایسے تھے جنہوں نے ان دونوں کو کافر کہہ دیا، کچھ نے بنیادی طور پر ان دونوں سے اپنے کوالگ رکھا۔ وہ لوگ آخر تک غیر جانبدار رہے، اسی طرح ہر گروہ نے ایک نئی پارٹی بنا لی اور اپنی پارٹی کا نیا نام رکھ لیا اور اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

یہی وجہ تھی کہ داخلی جنگوں کے بعد مسلمانوں کے درمیان نئے نئے مذاہب، فرقے اور عقیدے پیدا ہوتے گئے۔ اس فکری اختلاف نے جو جنگ کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے بعد میں بھی نئی جنگوں کے راستے ہموار کئے جو بڑی شدید اور خونریز ہوئیں اور اگر خونریز جنگ نہیں ہوتی تو سرد جنگ اور گومگو کی کیفیت کی وجہ سے کلامی بحثیں پیدا ہو گئیں، یہ تمام خرابیاں اسی جنگ جمل کے نتیجے میں پیدا ہوئیں (۲)

جی ہاں۔ جنگ جمل سے ان نقصان دہ نتائج کے علاوہ جن کا گزشتہ صفحات میں تذکرہ کیا گیا بہت بڑے بڑے اختلافات اور شدید کشمکشوں نے بھی مسلمانوں کے گروہ میں جنم لیا۔

خوارج کا عقیدہ تھا کہ طلحہ، زبیر اور عائشہ نے حضرت علی سے جنگ کی، انہوں نے اپنے امام کی مخالفت کی، اس وجہ سے یہ سب کے سب مخالفت علی کی وجہ سے کافر ہو گئے ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ رہا کیونکہ اس دن حق علی کی طرف تھا۔ لیکن انہوں نے بھی جنگ صفین میں تحکیم کو منظور کر لیا ابو موسیٰ اشعری اور عمرو عاص کو کا حاکم مان لیا اس لئے وہ بھی اسلام سے خارج ہو گئے۔

خوارج کے کچھ فرقہ جنگ جمل میں علی کو حق پر سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ انہوں نے تمام بصرہ کی دولت مال

۱۔ یہ علوی کہے جانے والے لوگ شیعوں کے علاوہ ہیں، کیونکہ شیعیت کی ابتداء زمانہ رسالت میں ہوئی ہے جن کا نمونہ عمار یاسر، مالک اشتر جیسے لوگ ہوئے۔
 ۲۔ کتاب عثمانیہ ج ۵۵ ص ۲۵۰، ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۵۹

۱۵۵

غنیمت کے طور پر لوٹنے کی اجازت نہیں دی، ان کے بچوں اور عورتوں کو اسیر نہیں کیا اس لئے انہوں نے غلطی کی۔ اس غلطی کی وجہ سے وہ حضرت علی (ع) کو گالی دیتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں (۱)

معتزلہ کے بعض فرقے ان دونوں گروہوں کو کافر کہتے ہیں عائشہ اور حضرت علی (ع) ہر دو لشکر کے افراد کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے (۲)

معتزلہ کے کچھ دوسرے گروہ ان دونوں مخالف دھڑوں کو بغیر معین کئے فاسق اور جہنمی کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں گروہ فاسق اور گنہگار تھے لیکن ان میں سے ایک فاسق اور جہنمی ہوگا جس کا فیصلہ خدا کرے گا، اس گروہ کے عقیدہ کے مطابق ان دونوں میں سے کسی کی بھی شہادت قابل قبول نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ علی و عائشہ کے تمام لشکر والے اگر ایک برے پتے کی گواہی دیں تو قبول نہیں کی جائے گی نہ اس گواہی پر اعتبار کیا جائے (۳)۔

معتزلہ کے تیسرے گروہ کا عقیدہ لشکر عائشہ کے بارے میں یہ ہے کہ ان میں سبھی یہاں تک کہ طلحہ و زبیر بھی گنہگار اور جہنمی ہیں لیکن ان میں وہ لوگ جہنمی نہیں رہیں گے جنہیں اپنے کئے پر احساس پشیمانی ہو اور انہوں نے توبہ کر لی۔ اس گروہ کا خیال یہ ہے کہ عائشہ ان لوگوں میں تھیں جنہوں

نے پشیمانی ظا بر کر کے توبہ کی کیونکہ عائشہ جنگ کے بعد امیر المومنین کے پاس آئیں اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا ان سے معافی مانگی حضرت علی (ع) نے بھی انہیں بخش دیا۔ اور انکی لغزش اور گناہوں سے صرف نظر فرمایا(۴)

جاہظ کہتے ہیں کہ عائشہ اور حضرت علی (ع) کے لشکر کے بارے میں بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دونوں لشکر کے فوجی افسران تو نجات پا جائیں گے لیکن ان کے فوجی جہنم میں داخل کئے جائیں گے (۵)

زیادہ تر اشاعرہ کے لوگوں کا لشکر عائشہ کے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ انہوں نے حضرت علی (ع) کے خلاف خروج کر کے غلطی کی، مرتکب گناہ ہوئے لیکن ان کا یہ گناہ ایسا نہیں کہ انہیں کافر کہا جا سکے نہ ان کا گناہ فسق کا باعث ہے، ان کی اس غلطی کی وجہ سے عداوت یا دشمنی رکھنا منا سب نہیں، بلکہ یہ غلطی اشتباہ کی وجہ سے ہوئی اور یہ معمولی غلطی ہے جو

۱_ الملل ج ۱ ص ۱۷۶ ، التبصیر ص ۲۷ ، الفرق بین الفرق ص ۵۸

۲_ التبصیر ص ۴۲

۳_ التبصیر ص ۴۱

۴_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۹۶_ ج ۲ ص ۴۴۸

۵_ کتاب عثمانیہ جاہظ ص ۲۴۶ ، طبع مصر سال ۱۳۷۴

قابل معافی ہے، کیونکہ یہ لوگ مجتہد تھے اور مجتہد اپنے اجتہاد میں غلطی سے دوچار ہو ہی جاتا ہے۔ (۱)

اس طرح حضرت علی اور عائشہ کے لشکر والوں کے بارے میں بھانت بھانت کے عقائد و نظریات پیدا ہو گئے جو ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔

ان نظریات میں بعض تو سرحد کفر تک پہنچا دیتے ہیں اور بعض انہیں نجات یا فتنہ قرار دیتے ہیں بہشتی کہتے ہیں اور بعض اس غلطی کو ایسا گناہ قرار دیتے ہیں جو بر گز بخشے جانے کے قابل نہیں لیکن اس بارے میں ہمارا عقیدہ بہت موزوں اور متوازن ہے اور یہ حضرت علی کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے۔

اپ نے فرمایا:

عائشہ نے اگرچہ ہر طرح اختلاف و خونریزی پیدا کی لیکن پھر بھی وہ ہماری ماں ہیں اور تمام مسلمانوں کی ماں ہیں اور ان کے اعمال کا حساب خدا کے ذمے

(ولما بعد حرمتها الاولى و الحساب على الله)

عائشہ کی واقعی شخصیت کا تعارف

ہم نے جنگِ جمل کی تاریخ بیان کرنے میں قارئین کرام کے سامنے صرف وہی باتیں بیان کی ہیں جو براہِ راست یا بالواسطہ طور سے احادیثِ عائشہ کی حیثیت سمجھنے میں معاون ہوں۔ اور یہی ہمارا مقصد بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایسے حوادث بیان کئے ہیں جن سے عائشہ کے روحانی و اخلاقی امتیازات اور ان کے عقائد و افکار کا پتہ لگایا جاسکے۔ ہم نے تاریخی کتابوں کے معتبر ماخذ سے شواہد تلاش کر کے قارئین کے سامنے پیش کئے ہیں تاکہ اس کے ذریعے عائشہ کی واقعی شخصیت اور سیاسی و معاشرتی رسوخ کا پتہ چل سکے۔ اسی کے ساتھ یہ کہ ان کی روحانی و نظریاتی و اخلاقی خصوصیات معلوم ہو سکیں کیونکہ یہی باتیں عائشہ کی احادیث و روایات سمجھنے میں معاون ہو سکتی ہیں اور یقین حقیقت کو اسان و ہموار بنا سکتی ہیں

اور اب عائشہ کے بارے میں جو تاریخی مدارک حاصل ہوئے ہیں انہیں چند فصلوں میں بطور خلاصہ پیش

۱_ الملل و النحل ج ۱ ص ۴۴ ، المفصل ج ۴ ص ۱۵۳
 ۲_ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۶۳ ، کنز العمال ج ۸ ص ۲۱۵ ، منتخب کنز ج ۵ ص ۳۱۵۔
 ۳۳۱

کئے جا رہے ہیں ، لیکن ہم اس فصل میں صرف عائشہ کی دلی قوت ہی کو بیان کریں گے جس کی وجہ سے وہ اپنی ہم جنسوں میں ممتاز ہوئیں۔

عائشہ کی دلی قوت

عائشہ اپنی جگر داری اور قوت کے اعتبار سے تمام دنیا کی عورتیں میں بے نظیر تھیں ، یہاں تک کہ تاریخ میں آج تک ان سے زیادہ جگر دار عورت کی نشاندہی نہیں ہو گی ، ہر وہ کامیابی کے ساتھ اپنے نسوانی جذبات و احساسات پر اسقدر مسلط تھیں کہ کسی عورت کے لئے ایسے تسلط کا مظاہرہ بہت بعید ہے

انہوں نے پہلے بلے میں بصرہ پر قبضہ کر کے وہاں کے بیت المال کے محافظوں کو اسیر کر کے نہایت بے رحمی کے ساتھ حکم دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ اور اس عورت کے حکم سے دسیوں مسلمانوں کو ان کی انکھ کے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح قتل کر ڈالا گیا۔

پھر اس کے بعد جنگ شروع ہوئی تو اس اتشیں اور وحشت انگیز میں خود شریک رہیں۔ اور ذرا بھی خوف و براس کو راہ دئے پورے دلی اطمینان کے ساتھ ایک سپہ سالار کی طرح حکم چلا رہی تھیں۔ حالانکہ خزاں کے پتوں کی طرح سر اڑ رہے تھے، یہ سارا تماشہ وہ اپنی انکھوں دیکھ رہی تھیں۔ ذرا ماتھے پر شکن نہ تھی، پہاڑ کی طرح جمی تھیں بودج میں بیٹھ کر لگاتار فوجی احکامات صادر کر رہی تھیں۔ ان کے دل میں ذرا بھی گھبراہٹ، کمزوری اور پریشانی کا اثر نہ تھا۔ جی ہاں۔ یہ امتیاز و خصوصیت عائشہ کے علاوہ دنیا کی کسی عورت میں نظر نہیں اسکتی، نہ تاریخ کسی ایسی عورت کی نشاندہی کر سکتی ہے ہم نے اسے ام المومنین کی قوت قلب کیا ہے۔ قارئین اسے قساوت و بے رحمی کا نام دے سکتے ہیں یا جگر داری کہہ سکتے ہیں۔

ہم نے قارئین کے سامنے تاریخ بیان کی ہے فیصلہ انہیں کو کرنا ہے۔

۱۵۸

عائشہ ، دنیا کی عظیم ترین سیاست دان

گذشتہ فصلوں میں جو باتیں پیش کی گئیں ان سے استفادہ ہوتا ہے کہ عائشہ ایک مجیر العقول شخصیت کی حامل تھیں، وہ ذاتی حیثیت سے سحر انگیز اور چمتکاری توانائی رکھتی تھیں، اس عظیم توانائی کی وجہ سے ان کے لئے یہ بات بہت سہل و آسان تھی کہ حق کو باطل کی صورت میں اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کر دیں۔ یا جن باتوں کی واقعی کوئی اصلیت نہیں ہے اسے اپنی لچھے دار باتوں سے زنگ ہستی عطا کر دیں۔

انہوں نے میدان تیار کرنے اور سیاسی مہارت کی بحر العقول صلاحیت پیدا کی تھی۔ اور انہیں اس کا خاص شوق بھی تھا اپنی اسی توانائی کی وجہ سے انہوں نے بیعت علی کے بعد پیمان شکنی کے لئے ایک بڑی جمعیت کو تیار کر لیا۔ پھر انہیں اس طرح بھڑکایا کہ وہ انتقام خون عثمان پر آمادہ ہو گئے جبکہ عثمان کو انہیں کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ حضرت علی سے جنگ کے لئے بہت

بڑی فوج محاذ پر کھڑی کر دی۔

حیرتناك بات تو یہ ہے کہ عائشہ نے اپنی اسی تحیر خیز سیاست و صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے متضاد و نظریات کو پاك جگہ جمع کر دیا۔ اور ایک دوسرے سے قطعی جدا گانہ ہدف رکھنے والے گروہوں کو ایک نقطے پر سمیٹ لیا۔ پھر سب کو ایک ہی صف میں کھڑا بھی کر دیا۔ اس طرح اختلافات سے بھر پور لشکر تیار کر لیا۔

اس سے بھی زیادہ حیرتناك بات یہ ہے کہ طلحہ و زبیر کو جو عثمان کے سخت ترین مخالف تھے، اور وہی واقعی عثمان کے قاتل بھی تھے، اپنی لچھے دار اور کشادہ بیانی سے عثمان کا طرفدار اور خون کا بدلہ لینے والا بنا دیا۔ انہیں علی سے بیعت کے باوجود بیعت شکنی پر آمادہ کیا اور انہیں ایسے لشکر کا امیر بنا دیا جو حضرت علی کے خلاف بغاوت پر کمر بستہ تھا۔

عائشہ نے صرف اتنا ہی نہیں کہ قاتلان عثمان سے اظہار بیزاری کیا بلکہ حضرت علی پر قتل عثمان کا الزام تھوپ دیا انہیں قاتل عثمان کی حیثیت سے مشہور کیا، حالانکہ واضح اور زندہ گواہی تاریخ کی ہے کہ حضرت علی نے قتل عثمان میں ذرا بھی شریک نہیں ہوئے، یہاں چند تاریخی شواہد نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ طلحہ و زبیر کی بیعت، بیعت شکنی اور یہ کہ حضرت علی نے قتل عثمان میں شرکت نہیں کی، بلکہ خود طلحہ و زبیر کے ہاتھ خون عثمان میں رنگین ہیں، ان حقائق کو حضرت علی نے بار بار بیان کیا۔ اپنی واضح بیانی اور زندہ شواہد کے ذریعے

۱۵۹

اس راز سے پردہ اٹھایا۔

کبھی آپ فرماتے طلحہ و زبیر نے میری بیعت کی پھر ذرا ہی دیر بعد مجھ سے زیارت خانہ کعبہ کی اجازت طلب کی لیکن وہاں سے بصرہ اکر بغاوت کی اگ بھڑکانے لگے، مسلمانوں کو قتل کیا، میری بیعت توڑ دی، میرے دشمنوں کو میرے خلاف ابھارا اور جو کچھ کرنا تھا کیا۔

اور کبھی خود طلحہ و زبیر سے خطاب کر کے فرماتے:

تم نے مجھ سے بیعت کی ۔ پھر میری بیعت توڑ دی ہم سے جو عہد و پیمانہ کیا تھا اسے پس پشت ڈالکر میرے اوپر قتل عثمان کا الزام تھوپ دیا ، تم کہہ رہے ہو کہ قاتل عثمان ولی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کا فیصلہ غیر جانبدار صحابہ کے حوالے کر دیا جائے ایسے لوگوں کے حوالے کیا جائے کہ وہ نہ میرے ہو نہ تمہارے۔

ہاں ۔ وہی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دیں ، ہم ہی سے جو بھی قاتل عثمان ہے اسے وہی بتا دیں ۔ جرم کے مطابق سزا دیں۔

حضرت علی مسلمانوں کے اجتماع میں ایسی باتیں بہت زیادہ کہتے اور اس طرح قتل عثمان سے اظہار بیزاری فرماتے۔

ان سب کو جانے دیجئے ، جس دن لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کی اسی دن قتل عثمان میں حضرت علی کا شریک نہ ہونا اور طلحہ و زبیر کا شریک ہونا ثابت ہو گیا۔

لیکن ان تمام پچھلے واضح شواہد کے ساتھ کہ حضرت علی (ع) خون عثمان سے پاک تھے اور انہوں نے اس سے اظہار بیزاری بھی کیا پھر بھی لوگوں نے آپ کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور ان کی اظہار بیزاری کو نہ مانا ۔ لیکن عائشہ نے جو آپ پر الزام لگایا تھا اپنے تما جھوٹ کے با وجود ان کی لوگوں نے تائید کی یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ عائشہ کو سیاست میں حیرتناک اور خاص مہارت حاصل تھی کہ وہ حقائق کو بالکل الٹ دیں اور چونکہ معاشرے میں ان کی حیثیت پسندیدہ تھی اور شیخین کے زمانے ہی سے انہیں خاص مقام حاصل تھا اس لئے وہ اپنی اس مہارت کا مظاہرہ کر سکیں۔

۲۔ ابن سیرین نے حضرت امیر المومنین نے خون عثمان سے اظہار بیزاری کے سلسلے میں کہنا ہے کہ جب

۱۶۰

تک لوگوں نے علی کی بیعت نہیں کی تھی ان پر قتل عثمان کا الزام نہیں لگایا تھا لیکن جس دن ان کی بیعت کی گئی ان پر الزام لگایا جانے لگا اور انہیں قاتلان عثمان کی فہرست میں شامل کر لیا گیا۔

۱۲_ ابو الاسود دثیلی نے جنگ جمل میں طلحه و زبیر سے کہا تھا:-

تم دونوں اور عائشہ عثمان کے سخت ترین دشمن تھے لوگوں کو سب سے زیادہ قتل عثمان پر ابھارتے تھے تم لوگوں نے انہیں موت کے گھاٹ تک پہنچایا اور اب ان کے انتقام قتل پر اس لئے آمادہ ہو کہ تمہیں واقعی قاتل عثمان ہو۔

اور تم جو کہتے ہو کہ خلافت شوری کے ذریعہ متعین ہونی چاہیئے تو یہ گستاخی تم کیسے اپنی زبان پر لا تے ہو؟ کیا تمہیں نے راضی خوشی اور بغیر کوئی دباؤ کے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی۔

۱۳_ عمار یاسر نے بھی جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے عائشہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا (فمناک الریاح و مناک المطر) یعنی اے عائشہ یہ تمام فتنے تمہیں نے شروع کئے اور ہر حادثہ اور ہر واقعے میں تمہاری انگلیوں کے نشانات نمایاں ہیں۔ یہاں تک کہ قتل عثمان بھی تمہارے اشارے سے اور تمہارے حکم سے انجام پایا۔

۱۴_ جنگ جمل کی ابتداء میں صحابی رسول عبد اللہ ابن حکیم نے طلحه کو ایک خط لکھ کر کہا:

اے طلحه۔ کیا یہ خط تم نے نہیں لکھا تھا؟

طلحه نے پوچھا۔ کیوں۔ یہ خط ہم نے ہی لکھا تھا:

عبد اللہ نے پوچھا۔ ہم کو سخت تعجب ہے کہ کل اپنی خطوط کے مطابق ہمیں تم نے دعوت دی تھی کہ ہم عثمان کے خلاف بغاوت کریں اور انہیں ختم کر دیں۔ یا خلافت سے علحدہ کر دیں لیکن ہم نے تمہاری یہ دعوت قبول نہیں کی۔ تمہارے موافق جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ اس میں تم نے خود ہاتھ ڈالا انہیں قتل کر ڈالا اور آج پھر تم ان کے خون کا انتقام لینے کے لئے ہمارے پاس آئے ہو اور ہم بت خبر اور بے گناہ لوگوں سے ان کے خون کا انتقام لے رہے ہو۔

۱۵_ جب مکہ میں عائشہ کے لشکر نے خروج کیا اور سعید ابن عاص اموی نے مروان سے کہا:

اے مروان۔ کہاں جا رہے ہو؟ اور خون عثمان کا کس سے مطالبہ کر رہے ہو خون عثمان تو یہ تمہاری فوج میں اونٹ کی پشت پر ہے اگر واقعی تمہارا مقصد

خون خواہی ہے تو اپنے اس ساتھی کو قتل کر کے اپنے گھر واپس جائو۔

سعید کا مطلب یہ تھا کہ طلحہ زبیر اور عائشہ عثمان کے قاتل ہیں جو لشکر کے دونوں طرف اونٹ پر بیٹھ کر بصرہ کی

۱۶۱

طرف جا رہے ہیں اور طلحہ و زبیر ہی کی وجہ سے جنگ جمل ہوئی جب دونوں طرف کے لشکر امنے سامنے ہوئے اور مروان کو موقع ہاتھ آیا تو اس نے تیر چلا کر طلحہ کو قتل کر ڈالا۔

یہ مستحکم اور واضح دلائل و شواہد ہیں کہ حضرت علی (ع) با لکل سے خون عثمان سے اور عائشہ ، طلحہ و زبیر اس خون میں شامل تھے ، یہ بات جب ظاہر تھی ۔ لیکن ان کے با وجود عائشہ نے اپنی خاص مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ان ساتھیوں کو خون عثمان سے بری کر دیا اور حضرت علی (ع) کے بے گناہ ساتھیوں پر ان کے قتل کا الزام تھوپ دیا جبکہ ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا پھر خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے ان لوگوں کے خلاف لشکر تیار کیا اور ایک زبر دست تاریخی جنگ پیدا کر دی۔

یہ انتہائی حیرت انگیز حرکت تھی جو کسی دوسرے شخص سے نہیں ہو سکتی تھی ، اسی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ:

عائشہ دنیا کی ایک بہترین سیاست داں خاتون تھیں۔

عائشہ کی تقریری صلاحیت

عائشہ کو تقریر میں بھی حیرتناک مہارت تھی وہ خطابت کے امور سے پوری طرح آشنا تھیں اس حیثیت سے انہیں دنیا کی نامہ ور خطیب بھی کہا جا سکتا ہے ۔ کتب تاریخ میں جو ان کی اتشیں تقریر منقول ہیں ۔ واقعی حیرتناک ہیں یہاں اس کے چند نمونے ثبوت کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ عائشہ کی خطابت کا ایک نمونہ حضرت ام سلمیٰ کے جواب دینے میں بھی پیش کیا جا سکتا ہے جس وقت وہ حضرت علی (ع) سے جنگ کا ارادہ کر چکیں تھیں ام سلمیٰ نے ان کی سرزنش اور ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

اے عائشہ تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ انحراف اور گناہ کا راستہ ہے ، خدا

سے ڈرو جو تمہارے تمام اعمال کا نگران ہے۔

عائشہ نے ام سلمیٰ کا جواب دیا۔

اے ام سلمیٰ مجھے بہت مبارک سفر در پیش ہے اس لئے کہ میں مسلمانوں کے دو گروہوں کے اندر شدید اختلافات کی حکمرانی ہے میں اس کی اصلاح کروں گی۔ ان کی دشمنی اور نفاق کو خلوص و برادری سے بدل دوں گی

۱۶۲

اور اس طرح مجھے خداوند عالم کی خوشنودی حاصل ہو گی۔ (نفصم المطلاع اصلحت بین الفئیتین متاخرتین)

یہاں عائشہ نے اپنی پناہ خطیبانہ صلاحیت سے جنگ کی بات کو مغالطے میں ڈال کر اپنے گناہ اور فساد کو اصلاح اور خوشنودی خدا کا رنگ دیدیا دشمنی اور اختلاف کو اختلاف ختم کرنے اور اتحاد دو برادری پیدا کرنے کا رنگ دیدیا۔

لیکن یہاں ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اگر عائشہ اپنے گھر میں بیٹھی رہتی اور حضرت علی (ع) سے جنگ کے لئے مکہ سے نہ نکلتیں تو مسلمانوں کے دو گروہوں میں نفاق اور دشمنی کہاں سے پیدا ہوتی۔

دو مخالف گروہ جو ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے اور جس کا اظہار خود عائشہ نے کیا تھا کہ ان دونوں میں صلح کراو ں گی وہ کہاں تھا ، عائشہ کی بغاوت اور ان کے بصرہ آنے سے پہلے اختلاف کا کہیں پتہ اور نشان نہیں تھا۔ کاش انہوں نے مسلمانوں کے درمیان اصلاح کے خیال سے مکہ سے بصرہ نہ گئیں ہوتیں اور یہ تمام جنگ و خونریزی و برادرکشی مسلمانوں میں پیدا نہ ہوتی۔

۲۱۔ ایک دوسری عائشہ کی تقریر ان کی مشہور خطابت ہے جو مرید میں ہوئی تھی۔

جس وقت طلحہ و زبیر نے بصرہ والوں کے سامنے تقریریں کیں اور لوگوں نے ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی بلکہ ان دونوں پر اعتراض کرنے لگے لوگوں میں ایسا شور اور ہنگامہ پیدا ہوا کہ طلحہ و زبیر اس کو خاموش کرنے سے عاجز رہ گئے اس موقع پر عائشہ نے اپنی تند اور اتشیں تقریر شروع کی۔ کہ لوگ خاموش ہو گئے اور ساری چیخ پکار ختم ہو گئی۔

عائشہ نے اپنی تقریر میں کہا:

بصرہ والو _ یہ صحیح ہے کہ عثمان گناہگار تھے _ ان سے غلطیاں بھی ہوئیں _ لیکن جب ہم نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے ہماری بات مان لی اور اپنے گناہوں سے توبہ کی _ اپنی غلط حرکتوں سے بعض ائے لیکن تم لوگوں نے ان کی توبہ کو نظر انداز کیا اور ان پر چڑھائی کر کے بے گناہ اور مظلومی کے ساتھ قتل کر دیا _ بے رحمی سے ان کا خون زمین پر بہا دیا اس کے بعد علی کو مسلمانوں کی رضا و صلاح کے بغیر خلافت پر بیٹھا دیا اسی لئے میں مظلوم و بے گناہ عثمان کی طرفداری اور خونخواہی کے لئے کھڑی ہو گئی ہوں _ میں نے اس لئے قیام کیا ہے کہ علی کو خلافت سے معزول کر دوں گا

۱۶۳

کہ وہ مسلمانوں پر حکومت نہ کریں۔

یہ عائشہ کی خطاب کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا جو میدان مرید میں پیش کیا گیا اسے سنتے ہیں شور مچانے والے لوگ خاموش ہو گئے اور اس کا لوگوں کے دل پر مخصوص اثر ہوا حالانکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ عائشہ اپنی باتوں سے لوگوں کو مغالطے میں ڈال رہی ہیں۔ لیکن سبھی پوری توجہ سے سنا رہے تھے اور دل و جان سے ان کی باتوں کو مان رہے تھے اور یہ ان کی قوت و خطاب ہی کا اثر تھا کیونکہ وہ بہت موقعہ شناس تھیں اور تقریر کے رموز سے پوری طرح اشنائی رکھتی تھیں _ لیکن نہیں _ ان کی باتوں میں جھوٹ اور مغالطے کے آثار نمایاں تھے کیونکہ اگر انہوں نے قتل عثمان کا فتویٰ نہیں دیا ہوتا تو کسی کو قتل کرنے کی جرات نہ ہوتی _ انہوں نے اور ان کے خاندان نے عثمان کو قتل کیا پھر ان کی مظلومیت پر گھڑیال کے انسو بہانے لگیں۔

عائشہ نے اس تقریر کے بعد _ تقریر کا دوسرا حصہ شروع کیا اس میں سبھی حضرت علی (ع) کے بارے میں باتیں تھیں _ اور آپ سے اپنے پچھلے عناد کو اشکار کیا اور اپنے دلی راز سے پردہ اٹھا تے ہوئے یہ کہا کہ:

اے لوگو تم نے ابو طالب کے بیٹے کی بیعت مسلمانوں کو خبردیئے غیر کر ڈالی اور لوگوں کی خوشنودی کے بغیر غاصبانہ طریقے سے انہیں کرسی خلافت پر بیٹھا دیا _ (۱)

عائشہ نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ اگے کہا کہ:

اے لوگو! سمجھ لو عثمان مظلوم اور بے گناہ قتل کئے گئے تم لوگوں پر واجب ہے کہ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو اور جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کر ڈالو۔ اس کے بعد معاملہ خلافت کو اسی طرح شوری کے حوالہ کر دو جیسے عمر نے کیا تھا وہی ارکان شوری خلافت کے لئے کسی کو منتخب کر لیں لیکن یہ خیال رہے کہ جو لوگ قتل عثمان میں شریک ہوئے ہیں انہیں مجلس شوری میں شامل نہیں کیا جائے اور خلیفہ معین کرنے میں ان کی رائے نہ مانی جائے چاہے وہ عمر کے ارکان شوری ہی میں موجود ہوں۔ (۲)

۱۔ یہاں بھی عائشہ نے مغالطہ سے کام لیا ہے کیونکہ طلحہ و زبیر نے بصرہ والوں سے پہلے حضرت علی (ع) سے بیعت کی تھی
۲۔ اس سے عائشہ کی مراد صرف حضرت علی (ع) ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں قتل عثمان میں حضرت علی (ع) کے سوا ارکان شوری کی کوئی فرد شریک نہیں تھی۔

۱۶۴

عائشہ نے اپنی تقریر کے پہلے حصہ میں بیعت و خلافت علی کو فسخ کیا پھر خلافت کو ارکان شوری کے حوالے کیا اور اس میں بھی علی کی شرکت کو روکتے ہوئے کہا کہ جو لوگ خون عثمان میں شریک ہوئے ہیں انہیں مسئلہ خلافت میں دخل نہیں دینا چاہئے چاہے وہ عمر کے چہرہ ارکان شوری ہی کی فرد ہو۔

اگر ہم عائشہ کی تقریر کا تحلیل و تجزیہ کریں تو پہلی ہی نظر میں یہ بات ہمیں سمجھ میں آجاتی ہے کہ طلحہ و زبیر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص بھی خلافت کا حق نہیں رکھتا اور صرف انہیں دونوں میں سے کسی ایک وک خلیفہ منتخب ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ عمر کے ارکان شوری میں سے عثمان اور عبد الرحمن زندہ نہیں ہیں، حضرت علی (ع) بھی عائشہ کی نظر میں قتل عثمان سے متہم ہیں اس لئے معاملہ شوری میں انہیں کسی قسم کی مداخلت کا حق نہیں ہے نہ رائے دینے کا حق ہے۔ چوتھی فرد سعد کی ہے عائشہ کے لئے بہت آسان تھا کہ ان پر بھی قتل عثمان کا الزام لگا کر حریم شوری سے نکال باہر کردیتیں۔ اب صرف دو ہی شخص طلحہ و زبیر رہ جاتے ہیں جو عائشہ کی نظر میں قتل عثمان سے بری تھے اور ان کے قتل میں ان دونوں نے کسی قسم کی شرکت نہیں کی تھی اس لئے وہ ہر طرح خلافت اور شوری

کے شرائط رکھتے تھے۔

اس تحلیل و تجزیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عائشہ بہت چالاکی اور لچھہ دار گفتگو سے یہ بات ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ مسئلہ خلافت کے لئے طلحہ و زبیر میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیا جائے اصل میں قتل عثمان اور بغاوت علی کا پرچم بلند کرنے سے ان کا مقصد یہی تھا۔

۳۔ لوگوں کے دل میں عائشہ کے بھرپور اثر ہونے کا ایک ثبوت اور لوگوں کے جذبات سے بخوبی آگاہ ہونے کا ایک ثبوت ان کی وہ تقریر بھی ہے جسے انہوں نے قبیلہ بنی ناجیہ والوں کے سامنے ظاہر کیا۔ وہ لوگ اونٹ کی مار اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے تھے۔ انہوں نے انتہائی بیجان انگیز انداز میں کہا کہ:

اے ناجیہ کے شریف خاندان والو استقامت دکھاو اور صبر کا مظاہرہ کرو کیونکہ میں تم لوگوں کے چہرے پر قریش کی غیرت و استقامت کا مشاہدہ کر رہی ہوں۔

صبراً یا بنی ناجیہ فانی اعراف فیکم شمائل قریش

عائشہ نے اپنی اس تقریر میں قبیلہ ناجیہ کو قریش کے باوقار خاندان سے جو ڈر دیا جو شجاعت و شہامت سے مشہور تھا اس طرح ناجیہ والوں میں فدا کاری کا جذبہ بڑھ گیا کہ وہ اپنی آخری سانسوں تک حضرت علی (ع) کی فوج کے

۱۶۵

سامنے ڈٹے رہے اور ایک کے بعد ایک قتل ہوتے رہے۔

اپنے اس موثر فقرے سے عائشہ نے اپنا مطلب حاصل کیا کیونکہ قبیلہ ناجیہ کے قبیلہ قریش کی شاخ ہونے میں متہم تھا لوگ اسے قریش کی شاخ نہیں سمجھتے تھے۔ رسول خدا (ص) نے سامہ کے بارے میں جو اپنے کو قریش کی فرد سمجھتا فرمایا تھا کہ: میرے چچا سامہ سے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا تھا یعنی بنی ناجیہ سامہ سے نہیں تھے اور ان کا قریش سے انتصاب صحیح نہیں ہے۔ ابو بکر و عمر بھی بنی ناجیہ کو قبیلہ قریش کی فرد نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۱)

عائشہ کی موقعہ شناسی کا ایک نمونہ وہ جملے ہیں جو قبیلہ ازد والوں سے کہے جس وقت ازدیوں نے اونٹ کی مہار تھامی اور پوری طاقت سے جنگ کرنے

لگے تو ان کی طرف رخ کر کے کہا:

اے قبیلہ ازد والو۔ صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو کیونکہ صبر و استقامت ازاد مردوں کی پہچان ہے۔ جب تك بنی ضہ میرے لشکر کے درمیان رہے میں اپنے لشکر میں اثار کامرانی کا مشاہدہ کرتی رہی اور اپنی فتح کی امید وار رہی۔ صبراً فنما بصیر الاحرار

عائشہ کے اس فقرے سے قبیلہ ازد میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ انہوں نے پوری طاقت سے جنگ کی اور ایک کے بعد ایک اونٹ کے سامنے خاک و خون میں لوٹنے لگے تاکہ خاندان ضہ کی جو تعریف عائشہ نے کی ہے اسے یہ بھی حاصل کر سکیں۔

عائشہ کی موقعہ شناسی کا نمونہ وہ بھی ہے جسے انہوں نے حضرت علی (ع) کے سامنے کہا تھا۔ جنگ جمل کے بعد حضرت علی (ع) نے جب عائشہ پر قابو پا کر ان کی ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

اے عائشہ۔ تم نے لوگوں کو میرے خلاف جنگ پر ابھارا۔ بغاوت کی تحریک چلائی یہاں تک کہ خون سے زمین لالہ زار ہو گئی بھائی نے بھائی کو قتل کیا رسول خدا (ص) نے یہی حکم دیا تھا کیا انحضرت (ص) نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا اور اپنے حجرے میں بیٹھی رہنا۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۲۶

۱۶۶

عائشہ جو موقعہ شناسی اور نقطہ سنجی میں ماہر تھیں طویل اور حساس خطابت کا تجربہ تھا۔ ایسے موقعہ پر علی (ع) سے صرف ایک۔ جی ہاں۔ صرف چھوٹے سے ایک جملے پر قناعت کی لیکن وہ جملہ بہت حساس تھا جس نے حضرت علی (ع) جیسے مہربان اور جذباتی شخص کو رام کر دیا اور علی (ع) کو اپنی تمام کینہ و عناد کے باوجود عفو و بخشش پر مجبور کر دیا اس حساس موقع پر کہا:

اے علی (ع) اب جب کہ تم نے ہمارے اوپر قابو پا لیا ہے تو عفو و بخشش سے کام لو ملک فاسح۔ تم نے قابو پا لیا ہے اب عفو کو راہ دو۔ یہ چھوٹا سا فقرہ کتنا بلیغ ہے اس میں ایک طرح کا فرمان بھی ہے لیکن باطن میں انسانی جذبات

کو اپنی طرف محبت کے لئے کھینچتا ہے۔ یہ ایسا فقرہ تھا کہ کوئی بھی کریم شخص عفو و بخشش سے کام لیتا۔

۱۶۶

اپنی حیثیت سے استفادہ

تمام مسلمان _ رسول اکرم (ص) کی ازواج کوام المومنین یعنی مومنو کی ماں کہتے ہیں _ مسلمانوں میں یہ لقب مشہور تھا _ لیکن عائشہ نے اس عنوان کا تمام ازواج رسول سے زیادہ استفادہ کیا اس کے ذریعہ انہوں نے لوگوں کی توجہ اپنی سمت کھینچی اور اس سے استفادہ کرنے لے لئے ناقابل فراموش اور حیرتناک موقعہ استعمال کئے _ وہ اپنے اس عنوان سے لوگوں میں کپکپی پیدا کر دیتی تھیں لوگ ان کے سامنے جھک جاتے تھے اور انتہائی احترام کے ساتھ ان کی پیروی کرنے لگتے تھے۔

یہ بات واضح ہے کہ یہ اختیار اور مسلمانوں کے معاشرے میں ان کا یہ اثر (شیخین) عمر و ابو بکر) کے زمانہ ہی میں حاصل ہو چکا تھا حضرت علی (ع) کے زمانہ میں یہ اثر باقی تھا اس لئے انہوں نے تمام مرحلوں میں ام المومنین کے عنوان سے بھر پور استفادہ کیا اور اس طرح لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا _ چنانچہ انہوں نے جنگ جمل سے پہلے زید ابن صوحان کو خط لکھتے ہوئے سر نامہ میں اسی لقب کو استعمال کیا پھر انہیں اپنی مدد و نصرت کی دعوت دی۔

خط کا متن یہ ہے۔

یہ خط ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر زوجہ رسول (ص) کا اپنے نیک فرزند زید ابن صوحان کو _ خدا کی حمد و ثنا کے بعد

اے زید یہ خط پاتے ہی میرے پاس اجاو اور اس جنگ میں میری مدد کرو اگر ہمارا حکم نہیں مانتے اور میری مدد نہیں کرتے تو کم

۱۶۷

سے کم علی (ع) سے الگ رہو اور ان کی کسی طرح بھی مدد و نصرت نہ کرو۔
(۱)

پھر عائشہ نے اپنے اسی عنوان کو کعب ابن سور کی طرف کھینچا اور اس

کے خیالات کو بالکل پلٹ دیا۔ جس وقت کعب نے اپنی غیر جانبداری کا اعلان کیا اور لوگوں سے علحدگی اختیار کر کے خانہ نشین ہو کر گھر کا دروازہ بند کر لیا عائشہ اپنے خچر پر سوار ہو کر سور کے پاس آئیں اور بات کرنے لگیں۔ کعب کسی طرح بھی مثبت جواب نہیں دے رہے تھے آخر عائشہ نے مایوس ہو کر کعب سے کہا:

اے کعب کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ کیا تمہاری گردن پر میری ممتا کا حق نہیں ہے۔ یا کعب الست امك ولى عليك حق۔

اس فقرے نے کعب میں طوفان کا جوش کر دیا وہ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور ان کی ساری صلابت ہوا ہو گئی پھر وہ عائشہ سے مثبت گفتگو کرنے لگے اور میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اگر یہ بیجان انگیز بات نہ ہوتی اور کعب کو حضرت علی (ع) سے بغاوت پر نہ ابھارتی تو بصرہ کے سب سے اہم قبائل ازد کی حمایت سے محروم ہو جاتیں۔

جی ہاں۔ خانہ نشینی سے میدان جنگ کا بہت فاصلہ ہے عائشہ کی موقعہ شناسی اور ان کے ام المومنین کے عنوان نے اس فاصلہ کو ختم کر دیا اور خانہ نشینی کو جنگ و جدل سے بدل دیا۔ ام المومنین کے عنوان سے استفادہ کا تیسرا ثبوت وہ موقعہ ہے کہ جب جنگ جمل میں لوگ عائشہ کے اونٹ کے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے اور اپنی جان بچاؤ کر رہے تھے اور اپنے جعلی اشعار اور رجز میں ان کے ام المومنین ہونے کا اعلان کرتے ہوئے دفاع حریم ام المومنین پر لوگوں کو ابھارتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

اے قبیلہ ازد والو۔ اپنی ماں کا دفاع کرو کیونکہ ان کا دفاع نماز روزے کی طرح واجب ہے، اور ان بزرگ ماں کے احترام کا تحفظ تم میں سے ہر ایک پر واجب ہے۔

ایک دوسرا چلّا رہا تھا۔ اے لوگو۔ یہ ہیں تمہاری ماں ان کی حمایت کرو ان کا دفاع تمہاری دینی ذمہ داری ہے ان کی نصرت و حمایت کو پامال کرنا مادری حق کو ضایع کرنے کے مترادف ہے اور عاق ہو جانا اور حق مادری کو پامال

قبیلہ ازد عائشہ کے اونٹ کا دفاع کر رہا تھا اور اس کی مینگنی کو اٹھا کر
سونگتا تھا اور کہتا تھا۔

یہ اماں جان کی اونٹ کی مینگنی عطر سے زیادہ خوشگوار ہے کیا شاندار ہے
یہ مینگنی۔

یہ اقدامات حضرت عائشہ کے مخصوص امتیازات میں شامل ہیں یہاں تک کہ
رسول اللہ کے بارے میں تھی اسی شخص نے ان احساسات کو رقم نہیں کیا ہے

عائشہ دنیا کی عظیم ترین سیاست دان

عائشہ صرف فصیح و بلیغ خطابت ہی کے اعتبار سے سب سے بڑی اور
مشہور ترین عالمی خاتون قرار نہیں پاتی ہیں بلکہ اقتدار اور سیاسی و فکری
اعتبار سے بھی تحیر خیز صلاحیتوں کی مالک بھی تھیں۔ اپنی اسی سیاسی و
فکری توانائی کی وجہ سے انہوں نے اپنے لشکر میں پیدا اختلاف و تضاد کو
برطرف کیا اور اسی صلاحیت کے بل بوتے پر آپ کا اختلاف و عناد جو قتل و غارت
گری پر ختم ہونے والا تھا سے دوستی اور باہمی تعاون میں بدل دیا۔

جی ہاں جس دن لشکر عائشہ نے مکے سے کوچ کیا سی دن سے لشکر
کے درمیان اختلاف نمایاں ہو گیا۔ مروان کی حیثیت لشکر میں اہم تھی اور وہ
لشکر عائشہ کی مشہور شخصیت تھا۔ اس نے پھوٹ ڈالنے کی ہم ممکن کو
شش کی۔ کیونکہ جس طرح وہ حضرت علی (ع) سے دشمنی رکھتا تھا اسی
طرح قتل عثمان میں شریک ہونے کی وجہ سے طلحہ و زبیر سے شدید عداوت
رکھتا تھا۔

لشکر عائشہ مکہ سے عراق کی طرف جا رہا تھا کہ نماز کا وقت آگیا مروان نے
موقع غنیمت دیکھ کر ایسی حرکتیں شروع کر دیں کہ لشکر والوں کے درمیان
پھوٹ پڑ جائے۔ اسی مقصد سے اس نے طلحہ و زبیر سے کہا۔ یہ دیکھو نماز کا
وقت آگیا۔ صف قائم ہو گئی ہے لوگ اقامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ تم دونوں میں
کون امامت کرے گا تم دونوں میں اس کی صلاحیت ہے میں کس کی امامت کا
اعلان کروں؟

خود طلحہ و زبیر اس اچانک سوال کا جواب نہیں دے پا رہے تھے، نہ وہ اپنے
دل کا راز ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ علانیہ اپنے کو اس عہدے کے لئے پیش کریں۔

دونوں نے سکوت اختیار کیا اور مروان کا کوئی جواب نہیں دیا۔

۱۶۹

لیکن عبد اللہ بن زبیر نے کہا:

میرے والد زبیر موجود ہیں۔ وہ اس عہدے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ
سپہ سالار لشکر ہیں

طلحہ کے فرزند محمد نے بھی کہا نہیں۔ یہ عہدہ میرے والد سے
مخصوص ہے۔ یہ ان سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس طرح مروان نے لشکر میں اختلاف کا بیج بو دیا۔ ان لوگوں میں اتنی
اختلاف اتنی بھڑکی، اس قدر پھیل گئی کہ قریب تھا اس کے اثرات سارے لشکر
میں پھیل جائیں۔ اور سارا نقشہ نقش بر آب ہو جائے۔

واقعہ کی خبر عائشہ کو ہوئی تو انہوں نے مضبوط ارادے کے ساتھ اپنی
مخصوص زیر کی و مہارے کو بروئے کار لاتے ہوئے اس بنگامے کو یکسر ختم کرنے
کا ارادہ کر لیا۔

انہوں نے اس مضمون کا پیغام مروان کو بھیجا

اے مروان یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا ہمارے ہدف سے روکنا چاہتے ہو؟ ہمارے
لشکر میں اختلاف کیوں پیدا کر رہے ہو۔

اگر واقعی تمہارا مقصد نماز پڑھنا ہے تو لو یہ میرا بہانہ عبد اللہ موجود ہے
اس کی اقتدا کر کے نماز پڑھو اور نفاق سے ڈرو۔

عائشہ نے اس فقرے سے ایک طرف تو اختلاف ختم کر کے سارے لشکر کو
اپنے بہانے کی اقتدا میں نماز پڑھوا دی۔ خود طلحہ و زبیر کو صف اول میں رکھا
اور دوسری طرف مروان کو انتباہ دیا کہ میں تمہاری سازشوں سے بے خبر نہیں
ہوں۔ تمہاری ایک ایک حرکت پر نظر رکھ رہی ہوں۔ مروان بھی ہر قسم کے
اختلاف سے بچنے پر مجبور ہو گیا۔ اور ایک فدا کار سپاہی کی طرح سپہ سالار
کے سامنے سر تعظیم جھکا دیا۔

عائشہ نے یہ طریقہ بصرہ میں اپنا یا۔ جس وقت طلحہ و زبیر بصرہ پر کامیابی

سے قابض ہو گئے۔ تو کامیابی کے بعد کے جتن میں جٹ گئے۔ وہاں بھی مسئلہ امامت نماز میں باہم اختلاف پیدا ہو گیا۔ یہ کشمکش طول پکڑتی گئی۔ یہاں تک خود عائشہ نے مداخلت کی اور اسانی کے ساتھ فوراً رفع دفع کیا۔ ان خطرناک نتائج کا قلع قمع کرنے کے لئے دوسری بار بھی اپنے بھانجے عبد اللہ بن زبیر ہی کو پیشنمازی کے لئے معین کیا۔ اور ایک سیاسی نکتے کا بھی اضافی کیا کہ

۱۷۰

مکمل کامیابی حاصل کرنے کے بعد تمام امور انہیں کے اختیار میں نہیں مسلمانوں کی سرپرستی اور خلافت وہی معین کرینگے۔

اس نکتے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عائشہ صرف یہی نہیں کہ خود کو تنہا امیر لشکر سمجھتی تھیں بلکہ تمام مملکت اسلامیہ کی حکومت بھی اپنی ذات سے مخصوص قرار دیتی تھیں۔ جسے چاہیں حکومت سے سرفراز کر دیں اور جسے چاہیں معزول کر دیں۔

عائشہ کے معاشرتی اثرات

عائشہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہیں معاشرے میں بے پناہ رسوخ و اختیار حاصل تھا۔ اجتماع کے دل میں ان کا نفوذ تھا اور مسلمانوں کے قلب پر ان کی حکومت تھی لوگ ان کے فرمان پر پوری توجہ دیتے تھے۔ دوسروں سے کہیں زیادہ ان کی پیروی کی جاتی تھی۔

معاشرے میں ان کے بھرپور رسوخ کی حالت یہ تھی کہ حکومت وقت بھی ڈرتی تھیں۔ اس کے خلاف فتنہ و ہنگامہ کھڑا کر سکتی تھیں۔

ان کی اسی بے پناہ صلاحیت نے انہیں ہر بغاوت اور ہر جنگ میں مدد کی بغاوت و جنگ کو آگے بڑھانے اور کامیابی سے جو کفار کرنے میں گہرے اثرات ڈالے۔ تاریخ میں اس کے واضح شواہد موجود ہیں۔

۱۔ امیر المومنین حضرت علی (ع) اپنے کو خون عثمان سے بری قرار دیتے تھے واضح دلائل کے ساتھ قتل عثمان میں اپنے کو غیر جانبدار ثابت فرماتے تھے۔ اپ کے اس سلسلے میں دقیق بیانات ہیں۔

لوگ بھی اس کی پوری اطلاع رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کی باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ لیکن عائشہ اپنی باتوں سے حضرت علی (ع) کو قتل عثمان میں شریک ہونے کا اعلان کرتی تھیں۔ ان کی اس بات کو لوگ جان و دل سے مانتے تھے۔ کہتے تھے جی ہاں۔ صحیح ہے۔ حالانکہ عائشہ لوگوں کو مغالطہ دیتی تھیں۔ یہ بہت بڑا ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ حقائق کو بالکل پلٹ دینے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

۲_عائشہ کے فوجی جنگ جمل میں ان کے اونٹ کے گرد پروانہ وار گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ اسی اونٹ کو اپنا

۱۷۱

محور جنگ اور اپنی فتح کا قطب قرار دے رہے تھے۔ پروانہ وار اس کے گرد چکر لگا کر گہار مچا رہے تھے۔

اے مسلمانو اپنی ماں عائشہ کی جان و دل سے مدد و نصرت کرو ان کی حفاظت کرو۔ یہ اقدام روزہ نماز کی طرح تم پر فرض ہے۔ یہ تمہاری دینی و جذباتی ذمہ داری ہے۔ اس معاملے میں سستی اور ٹال مٹول جرم و گناہ ہے۔

عائشہ کے لئے یہ جذبات انگیز ماحول اور لوگوں کا جوش احساس اس کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے بے پناہ معاشرتی اثرات کو کام میں لاتی تھیں ورنہ ہر شخص کے لئے ایسی مقبولیت ممکن نہیں ہے۔

۳_معاشرہ اور قومی محاذ پر عائشہ کا یہی رسوخ تھا کہ وہ کعب بن سور جیسے اہم قاض کو جس کا بصرہ پر بڑا اثر تھا گھر سے میدان جنگ میں کھینچ لائیں۔ اس کے ہاتھ میں اونٹ کی لجام تھما دی اسے اپنی جنگ کا پہلا تبرک بنا دیا۔

۴_جنگ جمل میں قبیلہ ازد کے لوگ اونٹ کی مینگنی کو عطر کی طرح سونگھتے تھے۔ اس کی بد بو کو تمام قسم کی خوشبووں سے بہتر سمجھتے تھے۔ وہ چلا رہے تھے۔

ہماری اماں عائشہ کے اونٹ کی مینگنی سے کتنی اچھی عطر کی خوشبو پھبک رہی ہے (بو جمل امنا ریحہ ریحہ مسک) حالانکہ اس قسم کا والہانہ پن

رسول خدا (ص) کے مرکب کے ساتھ بھی نہیں دیکھا گیا۔

۵۔ تمام جنگوں میں ایک پرچم ہوتا ہے۔ لیکن معمول کے خلاف جنگ جمل میں کوئی پرچم نہیں تھا۔ اس جنگ میں پرچم وہی اونٹ تھا جس پر عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ لشکر کے آگے آگے چل رہا تھا۔ جب تک یہ جاندار پرچم حرکت میں تھا یعنی اپنے اعتدال کا تحفظ کرتے ہوئے کھڑا تھا۔ عائشہ کے تمام فوجی اپنی شکستوں کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے پہاڑ کی طرح حضرت علی (ع) کے لشکر کے سامنے کھڑے تھے۔ زبیر نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی اس کا بھی فوج عائشہ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ طلحہ قتل ہوئے عبد اللہ بن زبیر زخمی ہو کر گر پڑے ان باتوں کا لشکر عائشہ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ لیکن جیسے ہی عائشہ کا اونٹ پئے کیا گیا اور وہ زمین پر گرا لشکر پر زبردست شکست کے آثار مرتب ہو گئے۔ تمام لشکر والے ادھر ادھر بھاگ نکلے۔

محترم قارئین۔

یہ تھی عائشہ کی سیاسی و معاشرتی حیثیت، نبوغ فکری اور حیرتناک استعداد۔ میدان مارنے اور لوگوں کو مغالطہ دینے کی صلاحیت یہ تھی کہ عائشہ کی واقعی شخصیت اور روحانی شخصیت کا رخ۔ ان کا اخلاق جسے گذشتہ صفحات

۱۷۲

میں پیش کیا گیا۔ لیکن واضح رہے کہ عائشہ اپنی اس محبر العقول اور عجیب شخصیت کے باوجود جس نے کبھی بار نہیں مانی لیکن بڑی اسانی سے عبد اللہ بن زبیر کے جہان سے میں آگئیں۔ ابن زبیر سے انہوں نے کیا دھوکہ کھایا اسے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے

قصہ عبد اللہ بن زبیر کا

عائشہ کی نظر میں سب سے پیارا

عائشہ جس طرح اپنے روحانی اوصاف و خصوصیات میں اپنے زمانے کی مشہور ترین تھیں؛ اپنے گھرانے اور قوام قبیلے سے جس قدر شدید وابستگی رکھتی تھیں وہ بھی تاریخ میں لا جواب ہے۔ اپنے قوم قبیلے اور گھرانے میں سب سے زیادہ عبد اللہ بن زبیر سے اظہار محبت کرتی تھیں جو ان کی بہن

اسماء کے بیٹے تھے۔ ایک خالہ کے بجائے ایک مہربان ماں کی طرح جو اپنے فرزند سے بہت زیادہ جذباتی لگاؤ رکھتی ہو۔ وہ عبد اللہ کو ٹوٹ کے پیار کرتی تھیں۔ اسی حد سے زیادہ محبت کی وجہ سے اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ لی تھی۔ لوگوں میں اسی کنیت سے مشہور بھی تھیں۔ (۱)

بشام بن عروہ کا بیان ہے کہ : میں نے نہیں دیکھا کہ جنگ کے موقع پر عبد اللہ سے زیادہ کسی کی سلامتی اور کامیابی کے لئے خدا سے دعا کرتی ہوں۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب عبد اللہ کے زندہ بچے جانے کی خبر سنائی گئی تو حد سے زیادہ خوش ہوئی اور سجدہ شکر بجا لائیں۔ جس شخص نے سلامتی کی خوشخبری دی تھی اسے دس ہزار درہم انعام دیئے

عائشہ بیمار ہوئیں۔ سبھی بہانجے ان کے ارد گرد عیادت کے لئے موجود تھے۔ انہیں میں عبد اللہ بھی تھے۔ عبد اللہ نے خالہ کو بستر بیماری پر نقابت کی حالت میں دیکھا تو بے اختیار ان کے رخسار پر انسو بہانے لگے۔ عائشہ نے سر اٹھا یا کہ بہانجہ رو رہا ہے تو وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ روتے ہوئے کہا کہ:

اے عبد اللہ میرے لئے یہ بڑا سخت و سنگین مرحلہ ہے کہ میں تم کو دکھی اور روتا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ میرے

۱۔ اغانی ج ۹ ص ۱۴۲

۱۷۳

لعل۔ تم میرے پیارے اور خاندان میں سب سے پیارے ہو۔ میرے پیارے۔ میں واضح طور سے کہہ رہی ہوں کہ رسول خدا (ص)، ماں اور باپ کے بعد میں کسی ایسے کو نہیں جانتی جو مجھے تم سے زیادہ محبوب ہو۔ تم سے زیادہ میرے دل میں کسی نے محبت کی گنجائش پیدا نہیں کی ہے۔

اس کے بعد عائشہ نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد مخصوص گھر اور حجرہ عبد اللہ کو دیا جائے گا۔ (۱)

عبد اللہ بن زبیر کی بنی ہاشم سے دشمنی

عبد اللہ بن زبیر پر عائشہ کی اتنی شدید مہر و محبت کی بارش تھی جب کہ وہ خاندان رسول کا انتہائی بدترین دشمن سمجھا جاتا تھا۔ وہ اہلبیت (ع) سے

کینہ و عداوت کے ماحول میں پلا بڑھا اس طرح اس کی رگ رگ میں اہلیت سے عناد بھر گیا تھا۔

عبد اللہ جوان ہوا اور اس نے ہاتھ پاؤں پھیلانے تو حضرت علی (ع) سے جو کچھ اسے شدید دشمنی تھی ، اپنے باپ زبیر کو علی دشمنی سے بھر دیا۔ زبیر اپنے فرزند ہی کی وجہ سے اپنے بھائی علی کے دشمن ہو گئے جب کہ وہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ دشمنی اس قدر بڑھ گئی کہ وہ علی کے دشمنوں کی صف میں ہو گئے اور جنگ و جدال پر آمادہ ہو گئے۔

خود حضرت علی نے بھی اس واقعیت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے:

زبیر ہمارے دوست اور طرفدار تھے یہاں تک کہ وہ ہمارے خاندان کی فرد سمجھے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا منحوس اور نا لائق بیٹا عبد اللہ جوان ہوا پھر تو زبیر ہمارے سخت ترین دشمنوں اور مخالفوں میں سمجھے جانے لگے۔ (۲)

عبد اللہ کی اہلیت سے دشمنی اتنی تھی کہ چالیس ہفتہ تک متواتر نماز جمعہ کے خطبے میں رسول خدا (ص) کا تذکرہ اور صلوات سے باز رہے۔ جب ان سے صلوات روکنے پر اعتراض کیا گیا تو جواب دیا کہ:

مجھے رسول خدا (ص) کے ذکر اور صلوات سے انکار نہیں ہے لیکن چونکہ وہ لوگ جو اپنے کو خاندان رسول سے سمجھتے ہیں

۱۔ تہذیب بن عساکر ج ۷ ص ۴۰۰ ، شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۴۸۲
۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۴۴۰ ، تہذیب ج ۷ ص ۳۶۳ ، استیعاب ، نہج البلاغہ

وہ ذکر رسول سے فخر و مباحت کرتے ہیں۔ ان کی ناک رگڑنا چاہتا ہوں اور ان کا فخر و مباحت کرتے ہیں۔ ان کی ناک رگڑنا چاہتا ہوں اور ان کا فخر و مباحت ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں مسلسل صلوات سے پرہیز کروں گا اور خطبے میں رسول خدا (ص) کا نام نہیں لوں گا۔ اس واقعے کو عمر بن شبہ ، ابن کلبی ، اوقدی اور دوسرے تمام مورخوں نے لکھا ہے۔

محمد بن حبیب ، ابو عبیدہ اور معمر بن مثنیٰ عبد اللہ کا جواب یوں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کے اعتراض پر کہا تم لوگوں کے درمیان رسول خدا (ص) کے کچھ خاندان والے ہیں۔ جو نا اہل ہیں میں ذکر رسول سے اس لئے پرہیز کر

رہا ہوں کہ وہ فخر و مباحات کرتے ہیں میں ان کی ناک رگڑنے کے لئے صلوات نہیں پڑھتا خود ابن زبیر نے عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ:

چالیس سال سے تمہارے خاندان کی عداوت میرے دل میں جاگزیں ہے میں اس دشمنی کو اپنے سینے میں چھپائے رہا۔ (۱)

یوں تو ابن زبیر کے دل میں عام طور سے بنی ہاشم کی عداوت موجزن تھی لیکن حضرت علی سے عداوت سب سے زیادہ تھی۔ کبھی کبھی اپنی عداوت کو شنام و حشی گوئی کے ذریعے ظاہر کرتا رہا۔ (۲)

بنی ہاشم اور اہلبیت سے اس کی دشمنی کا نمونہ یہ واقعہ بھی ہے کہ محمد بن حنفیہ عبد اللہ بن عباس۔ حسن مثنیٰ بن امام حسن کے علاوہ سترہ افراد بنی ہاشم کو مکہ سے ایک تنگ و تاریک درے میں جسے درہ بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ اس میں قید کر دیا۔ پھر حکم دیا کہ ڈھیر ساری لکڑیاں درے کے دہانے پر جمع کرو۔ جس دن تک ان لوگوں کو مہلت دی گئی تھی اسی سب کو جلا دیا جاتا۔ مختار کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے چار ہزار جنگجوؤں کو تیار کر کے حکم دیا جس قدر سرعت ممکن ہو پہنچ کر بنی ہاشم کو ابن زبیر کے الو سے نجات دیں۔

اس واقعے کو تمام مورخین نے اسی طرح نقل کیا ہے لیکن ابو الفرج نے ابن زبیر کی بنی ہاشم کے افراد سے شدید عداوت کی اس طرح تشریح کی ہے۔

عبد اللہ زبیر کو بنی ہاشم سے شدید اور گہرائی دشمنی لمبے زمانے سے تھی ان کسی قسم کی تہمت اور برائی سے باز

۱۔ مروج الذهب ج ۱ ص ۶۳ ، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۵۴
۲۔ مروج الذهب ، شرح نہج البلاغہ

نہیں اتا تھا۔ لوگوں کو ان سے عداوت پر ابھارتا رہتا تھا۔ وہ ہمیشہ ان لوگوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنے پر آمادہ رہتا تھا۔ ہر سر منبر کبھی اشارے میں اور کبھی صاف لفظوں میں ان کی مذمت کرتا تھا۔ بعض موقعوں پر ابن عباس اور دوسرے معززین بنی ہاشم نے اس کا جواب دیکر اس کی ناک بھی رگڑی۔

ابو الفرج اگے لکھتا ہے کہ:

ابن زبیر نے ایک مرتبہ موقعہ پا کر محمد ہنفیہ اور دیگر سر کردہ بنی ہاشم کو اسیر کر کے زندان عازم میں قید کر دیا۔ اسی درمیان اسے بتایا گیا کہ ابو عبد اللہ جدلی اور دوسرے عقیدتمندوں نے محمد ہنفیہ کی گلو خلاصی و مدد کے لئے مکہ کی طرف چل پڑے ہیں۔ ابن زبیر نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا کہ قید خانے کے پھاٹک پر لکڑیاں جمع کی جائیں اور اگ لگا دی جائے، اس کا ارادہ تھا کہ محمد ہنفیہ کے ساتھ سب کو اگ سے جلا دیا جائے۔

ابو عبد اللہ کو بھی اس واقعے کی خبر ہو گئی۔ وہ بہت زیادہ تیزی سے چلتے ہوئے ٹھیک اسی وقت پہنچے جب دروازے پر اگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، انہوں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اگ بجھائی اور محمد ہنفیہ کو آزاد کرایا۔
(۱)

جنگ جمل میں ابن زبیر کی شعلہ افروزی

یہ ابن زبیر جو دشمنی میں بنی ہاشم کو اگ سے جلا کر مارنا چاہتا تھا یہی عبد اللہ جس نے اپنے باپ کو ان کے ماموں بھائی علی سے بد ظن کر کے ان کا نظریہ بد لوایا۔ خلوص و محبت کو عداوت و دشمنی میں بدل دیا اسی ابن زبیر عائشہ کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ انہیں پہلے ہی سے حضرت علی سے کینہ و عناد تھا۔ بھڑکا کر جنگ و خونریزی برامادہ کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں میں جنگ جمل ہو گئی۔ یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ بلکہ بے شمار تاریخی شواہد موجود ہیں۔

ابن عبد البر نقل کرتا ہے کہ : ایک دن عائشہ نے کہا : جب بھی عبد اللہ بن عمر کو دیکھنا مجھے خبر کرنا اور اسے میرے پاس بلانا۔ میں اس سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔

ایک دن انہیں عائشہ کے پاس لایا گیا۔ عائشہ نے کہا:

۱۱۔ اغانی ج ۹ ص ۶

۱۷۶

اے ابو عبد الرحمن۔ جس نے میں نے بصرہ کا ارادہ کیا تھا۔ تم نے مجھے اس سفر سے منع کیوں نہیں کیا۔

انہوں نے عائشہ کا جواب دیا _ اے عائشہ _ اس دن آپ عبد اللہ بن زبیر جیسے لوگوں کے قبضے میں تھیں _ آپ کے خیال پر ان کا خیال اس طرح مسلط تھا کہ آپ کو ان کے خلاف سوچنے کی اور مخالفت کرنے کی طاقت نہیں تھی _ ان کے مقابلے میں میری بات کا آپ پر کوئی اثر نہ ہو گا آپ میرے منع کرنے سے برگز نہ مانتی _

عائشہ نے کہا : جو ہونا تھا ہو گیا _ لیکن سمجھ لو کہ اگر تم منع کرتے تو میں برگز اقدام نہ کرتی _ اپنے گھر اور اپنے شہر سے باہر نہ نکلتی _ (۱۱)

امیر المومنین نے بھی شروع جنگ جمل میں عائشہ کو یہ خط لکھا تھا اے عائشہ کہیں تمہیں بن زبیر اور خاندان کی فرد طلحہ سے شدید محبت ایسی راہ پر نہ ڈال دے جس کا نتیجہ عذاب جہنم ہو _

مورخین کا بیان ہے کہ : عائشہ جب مقام حوا ب پر پہنچیں اور کتوں کے بھونکنے کی آواز انے لگی تو انہیں رسول خدا (ص) کی بات یاد آئی کہ ایک دن آپ نے اس واقع کو بیان کیا تھا اور ابیان میں تعریض عائشہ کی طرف تھی _ جس پر انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ لشکر کو نہیں چھوڑ کر اپنے گھر واپس چلی جائیں _

جب ابن زبیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً خود کو عائشہ کے پاس پہنچ کر ان سے کہا اے عائشہ جن لوگوں نے اس کو حوا ب کا مقام بتایا ہے انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ ہم حوا ب کو تو پیچھے چھوڑ آئے ہیں _ عائشہ کو چونکہ ان سے والہانہ لگاؤ تھا اس لئے اس سے متاثر ہو کر ابن زبیر کی بات مان لی _

جی ہاں _ عائشہ اپنی تمام سیاست ، فکری قدرت اور معاملہ فہمی کے اس جگہ کمزوری دکھائی ، عبد اللہ کے سامنے بالکل بے بس ہو گئیں _

لیکن ابن زبیر نے اسی پر قناعت نہیں کی _ بلکہ اس ڈر سے کہ کہیں کوئی عائشہ پر حقیقت حال منکشف کر کے واپس نہ کر دے ان سے علحدہ نہیں ہوئے سائے کی طرح ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ بصرہ پہنچ کر جنگ برپا کر دی _

_۱ استیعاب شرح حال ابن زبیر ، شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۲۸۱

کی ہوتی تو برگز جنگ جمل نہ ہوتی _ اور نہ مسلمانوں کا اس طرح خون بہتا
اسی لئے کہا گیا کہ جنگ جمل کی سلسلہ جنبیتاتی ابن زبیر نے کی _

جی ہاں قارئین کرام پر واضح ہو گیا کہ تاریخی واقعات سے معلوم
ہوتا ہے کہ جنگ جمل کے اصلی محرک بن زبیر ہی تھے _ نہ کہ عبد اللہ بن سبا
جس کا ہزار سال سے مورخین نام لے رہے ہیں اور اس افسانہ ابن سبا کو واقعی
تاریخی شخصیت سے سمجھے بیٹھے ہیں _ ہم بن سبا کا افسانہ اگے بیان کرتے
ہیں۔

افسانہ عبد اللہ بن سبا

یہاں ہم نے جو جنگ جمل کے حالات لکھے ہیں ان کا مدرک اور اعتماد وہ
احادیث و روایات تھیں جن پر تمام مورخوں کو اعتماد سے ہم نے اس تجزیہ و
تحلیل میں جن کتابوں سے مطالب لئے ہیں ان کے تمام راویوں کو ، علماء رجال
نے توثیق کی ہے اور ان کی باتوں کی تائید و تصدیق کی ہے۔

لیکن ان معتبر تاریخی روایات اور اصیل سرچشموں کے مقابل ایسی روایات
بھی پائی جاتی ہیں جن کا تمام سرا ایک جھوٹے اور جعلی شخص کے ہاتھ میں
ہے _ جی ہاں _ ان جھوٹی روایتوں کے لئے حدیث سازی کے کارخانے سے ایک
شخص باہر نکلتا ہے جسے تمام علماء رجال اور تذکرہ نگاروں نے جھوٹا _ زندیق
اور بے دین کہا ہے _ لیکن اس کے باوجود قلم کاروں اور مورخوں نے ان جھوٹی
روایات کو بعد میں انے والوں کے لئے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

واضح لفظوں میں کہا جائے کہ ان تمام جعلی روایات کا سلسلہ اور ان جعلی
روایتوں کو گڑھنے والے کا نام سیف بن عمر تمیمی کوفی ہے جسے بیان کیا جاتا
ہے کہ اس نے لگ بھگ ایک سو ستر ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔

اس نے اپنے دوران زندگی میں جھوٹی روایتیں اور اپنی طرف سے گرہی بوٹی
ڈھیر ساری داستانیں کتب تاریخ کے حوالے کر دی ہیں _ انہیں میں ایک یہ کہ
سیف بن عمر نام کا جھوٹا اور حدیث ساز راوی اپنے خیالی کارخانے سے پیدا
کیا پھر اسے لباس ہستی پنہا کر واقعیت کا جامہ چڑھا دیا۔ اس کا نام اس نے
عبد اللہ بن سبا رکھا ہے۔

جی ہاں _ عبد اللہ بن سبا کی حیثیت ایک خیالی شخص سے زیادہ نہیں ہے _

خداوند عالم نے ایسے شخص کو ابھی تک پیدا ہی نہیں کیا۔

۱۷۸

ان خصوصیات و صفات کا مرد ابھی دنیا میں آیا ہی نہیں۔

اس کی تخلیق سیف بن عمر نے کی ہے جس کی فکر بناوٹ اور خیال سازی میں بڑی مہارت رکھتی تھی۔ اس نے یہ حرکت اس لئے کی تاکہ ہر قسم کا جھوٹ اور افسانہ اس کے نام سے شائع کر دیا جائے کہ جھوٹ اپنے ہاتھ پاؤں پھیلاتا رہے۔ دروغ سازی کا دروازہ کھلا رہے۔

سیف بن عمر نے اپنی جعل ساز فکر کے سہارے عبد اللہ بن سبا کو پیدا کیا۔ پھر جہاں گنجائش دیکھی اپنی طرف سے داستان عجیب گڑھ کے اس کے سر تھوپ دیا۔ ساری باتیں خیالی عبد اللہ بن سبا کے نام سے مسلمانوں کے درمیان مشہور کر دیں۔

ایسا ہی اس کا ایک افسانہ بطور خلاصہ یہ ہے کہ سیف بن عمر کا بیان ہے کہ : یمن کے صنعاء سے عبد اللہ بمن سبا نام کا ایک شخص عثمان کے زمانے میں نمودار ہوا جسے ابن سودا بھی کہا جاتا تھا اس نے اپنے اسلام کا اظہار کیا لیکن حقیقت میں وہ یہودی تھا یعنی دو آتشہ تھا۔ خود وہ شخص انتہائی مکار و حیلہ گر تھا۔ اس نے اسلامی معاشرے میں فتنہ و فساد برپا کرنے کا ارادہ کیا تاکہ دو پارٹی بنا کر اسلامی طاقت کو توڑا جائے۔ اتحاد پارہ پارہ کیا جائے اسی مقصد سے اس نے اسلام قبول کیا۔ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے اس خطرناک منصوبے پر کام کرنا شروع کیا۔

اس نے اہم اسلامی شہروں کا سفر کیا۔ مدینہ، مصر، شام، کوفہ، بصرہ دندناتا پھرا۔ وہ ان شہروں میں ایک بشارت دہندہ کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے اپنے کو نمایاں کرتا رہا۔ اس نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی کہ رسول خدا (ص) رجعت فرمائیں گے۔ وہ بہت جلد زندہ ہو کر لوگوں کے درمیان تشریف لائیں گے۔ اسی ضمن میں اس نے لوگوں کو یہ بھی تلقین و تبلیغ کی کہ رسول کے بلا فصل جانشین اور وصی حضرت علی (ع) ہیں، عثمان نے ان کا حق غصب کر لیا ہے۔ مکاری کر کے ان کا حق خلافت ہڑپ لیا ہے۔ عبد اللہ بن سبا نے بظاہر اپنا میلان حضرت علی کی طرف دکھا کر ان کی طرفداری کی۔ اکثر اصحاب رسول اور مسلمان اس کے فرید میں اگئے۔ اور اس کی باتیں مان لیں۔

عمار یاسر ، ابو ذر ، ابو حذیفہ ، محمد بن ابی بکر ، مالک اشتر اور حجر بن عدی جیسے بزرگ ترین اور مشہور اصحاب و تابعین ان دھوکہ کھانے والوں میں سر فہرست ہیں ۔ یہ لوگ اس کی پیروی کرنے کے لئے اس کے گرد جمع ہو گئے ۔ وہ گمنام یہودی اپنی ان باتوں سے بہت

۱۷۹

سے اصحاب اور مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ۔ اور اسلام میں ایک مضبوط پارٹی حزب سبائی کے نام سے قائم کر لی ۔ اسی پارٹی کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلیفہ عثمان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں قتل کر دیا۔

جی ہاں ۔ سیف بن عمر کے خیال کے مطابق عبد اللہ بن سبا یہودی نے مکاری دکھا کر مسلمانوں کی صیف میں شامل ہو گیا اور بظاہر اپنے کو حضرت علی کا طرفدار مشہور کر کے مشہور اصحاب رسول پر مشتمل ایک سبائی پارٹی بنا کر مسلمانوں کے خلیفہ کو قتل کر دیا۔

سیف بن عمر نے اپنے اس تخیلی افسانے میں تاریخی حوادث کو اگے بڑھاتے ہوئے جنگ جمل کی بات چھیڑی ۔ وہاں اس نے اپنے خلاق دماغ سے ایک دوسرے عبد اللہ بن سبا کو پیدا کیا جس کا نام قعقاع بن عمر و رکھا ہے ۔ اور اسے صحابی رسول بھی بتایا ہے ۔ اس شخص کے ذمے اس نے سفارتی کام لگاتے ہوئے اس کا نام کبوتر صلح رکھا ہے ۔ یہاں سے پھر اپنا شروع کرتے ہوئے بات اگے بڑھاتا ہے۔

جنگ جمل میں قعقاع بن عمر و صلح و صفائی کی بہت کوشش کی کبھی حضرت علی سے ملا اور کبھی عائشہ سے ملاقات کی اور کبھی طلحہ و زبیر سے ملاقات کر کے انہیں صلح کی دعوت دی ۔ انہیں جنگ و خونریزی نے ڈرایا ۔ آخر کار وہ کبوتر صلح قعقاع اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ۔ اس کی کوشش نے دونوں لشکر کو صلح پر آمادہ کر لیا ۔ اور دونوں طرف کی چھاو نی میں سکون پیدا ہو گیا ۔ عبد اللہ ابن سبا اور اس کے ماننے والے سبائی اس صلح کے نتیجے سے سخت تشویش میں مبتلا ہو گئے انہیں اپنے مجوزہ تخریب کاری کا نقشہ خراب ہوتے دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی ۔ انہوں نے رات کی تاریکی میں ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا اور اس صلح کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا ۔

خود عبد اللہ ابن سبا جو اس داستان کا ہیرو ہے اس نے نقشہ یوں مرتب کیا کہ اس کی پیروی کرنے والے دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں۔ ایک گروہ حضرت علی (ع) کے لشکر میں چلا جائے اور اپنے کو اس کا سپاہی بتائے اور دوسرا گروہ عائشہ کے لشکر سے چپک جائے اور عائشہ کا طرفدار بتائے اور ایک معین وقت میں اندھیری رات کو ایک دوسرے پر حملہ اور ہو جائیں۔ یہ شور مچاتے ہوئے کہ ادھر سے حملہ ہو گیا اس طرح ناگہانی طور سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھے گی اور جو صلح قعقاع کے ذریعہ سے طے پا گئی ہے جنگ میں بدل جائیگی۔

اس تخریب کا ر گروہ نے عبد اللہ بن سبا کی تجویز کو پسند کیا اور خوشی خوشی اسے مان لیا اور اندھیری رات میں

۱۸۰

اس کو بڑے اچھے ڈھنگ سے نافذ کر دیا اس طرح دونوں لشکر کے افسران کے میلان کے خلاف بغیر اطلاع کے مسلمان ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے اور آتش جنگ خاموش ہونے کے بعد دوبارہ شعلہ ور ہو گئی اس طرح تخریب کار عبد اللہ بن سبا کی پارٹی نے مسلمانوں کے درمیان جنگ جمل کرا دی۔

یہ تھی جنگ جمل واقع ہو نے کی داستان جسے سیف ابن عمر نے گڑھی ہے اور جس کی صحت اور واقعیت کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ اس داستان کے دونوں ہیرو یعنی عبد اللہ بن سبا اور قعقاع ابن عمرو کا اصلاً آج تک کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ آج نا کل۔ یہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔ اس صورت حال میں اس داستان کو افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ سن ۱۷۰ھ سے پہلے سیف ابن عمر و نے یہ افسانہ گڑھا اور تاریخ لکھنے والوں نے بھی اس افسانہ کو اسی سے حاصل کر کے اپنی کتابوں میں لکھ مارا اس طرح بتدریج جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا اس کو واقعی تاریخ کی حیثیت سے شہرت حاصل ہو گئی۔ بعد میں اسے معتبر کتابوں میں بھی جگہ ملتی گئی۔ اس طرح قارئین نے اس حادثہ کے مقابل گڑھے ہوئے واقعے کو یہ سوچ کر مان لیا کہ مشہور کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور اب تو انہیں ذرا سا بھی شک نہیں ہوتا اور اس کی واقعیت میں وہ شک بھی نہیں کرتے چنانچہ زیادہ تر اسلامی مورخین اور مستشرقین نے بھی اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں کہ یہ داستان افسانہ سے زیادہ نہیں اور اس افسانے کا تخلیق کار جھوٹے سیف ابن عمر کے علاوہ کوئی نہیں۔

"واقعہ کا سرا اکیلے سیف کے ہاتھ میں ہے"

مذکورہ داستان کا ناقل اور راوی سیف کے علاوہ کوئی نہیں جس شخص نے بھی اپنی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے اسی سیف سے روایت کی ہے۔ آخری سرا سیف ہی تک پہنچتا ہے اس کے علاوہ دوسرے کسی کا نام درمیان میں نہیں ہے کیونکہ طبری (م ۳۱۰ھ) اس داستان کو اسی ایک راوی سے حاصل کر کے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور ابن عساکر نے (م ۵۷۱ھ) اپنی تاریخ مدینہ و دمشق اور ابن ابی بکر (۷۴۱ھ) نے بھی اپنی کتاب التمهید والبيان میں اور ذہبی (م ۷۴۷ھ) اپنی تاریخ کی کتاب میں اس افسانہ کو اسی سیف ابن عمر سے حاصل کر کے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

بعد کے تمام تاریخ نگاروں میں آج تک جس نے بھی یہ داستان لکھی ہے وہ طبری کے حوالے سے لکھی ہے

۱۸۱

اور طبری نے بھی اسی ایک جھوٹے اور افسانہ ساز راوی سے نقل کیا ہے

اور ہم نے اپنی کتاب عبد اللہ ابن سبا میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور ساری باتوں کو بیان کر کے یہ نشاندہی کی ہے کہ کس طرح بعد کے تاریخ نویسوں نے یہ افسانہ نقل کرنے میں اکیلے طبری سے سندنی ہے اور اپنی تحقیق میں صرف اسی پر بھروسہ کیا ہے یہاں نمونے کے طور پر ماضی کے دو مورخوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ گذشتہ تاریخ نگاروں میں ابن خلدون کا یا یہ بہت بلند ہے وہ اپنی کتاب المبتداء و الخبر میں قتل عثمان کے بعد جنگ جمل کا واقعہ لکھتے ہوئے اس کی چند باتوں کو نقل کرتا ہے اور دوسری جلد میں صفحہ ۴۲۵ میں وہ کہتا ہے کہ یہ تھی جنگ جمل کی داستان جسے ہم نے تاریخ طبری سے نقل کیا ہے اور چونکہ ہمیں اس کتاب پر وثوق و اطمینان ہے اس لئے جنگ جمل کی تاریخ لکھنے میں ہم نے اسی ایک کتاب پر اکتفا کی۔ وہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۷ پر کہتا ہے کہ میں نے ان تمام تاریخی حوادث کو محمد ابن جریر طبری کی تاریخ کبیر سے لکھا ہے اور بطور خلاصہ اپنی کتاب میں صرف اسی سے نقل کیا ہے کیونکہ کتب تاریخ کے درمیان ہم نے اسے دوسری کتابوں کے مقابل محکم تر پایا ہے اس لئے صرف اسی پر اعتماد و اطمینان کیا ہے، کیونکہ اس کتاب میں بزرگ اصحاب رسول پر

تنقید و طعن کم پایا جاتا ہے۔

۲۔ اور ابن ہم مورخوں میں آج سعید افغانی کا نام لے رہے ہیں انہوں نے اپنی کتاب عائشہ و سیاست کی مختلف مصلوں میں

اجتماع عثمان و تنابع الحوادث ص ۳۲_ ۳۵

ابن سبا البطل الحنفی المخیف ص ۴۸_ ۵۲

الاشراف علی الصلح ص ۱۴۵_ ۱۴۷

الموامرة و الدسیسہ ص ۱۵۵_ ۱۵۸ میں اس جھوٹی داستان عبد اللہ ابن سبا اور اس کے پیرو کاروں کی لکھ ماری ہے پھر اپنی اس کتاب کے مدرك کو صگحه ۵ پر اس طرح واضح کیا ہے۔

ان تاریخی حوادث کے نقل میں میں نے تاریخ طبری پر اعتماد کیا ہے اور تاریخی مطالب کو صرف اسی سے حاصل کیا ہے کیونکہ تاریخ طبری دوسری تمام کتابوں کے مقابل حوادث تاریخی کے عہد سے نزدیک ہے اور تاریخی تالیف کی حیثیت سے بھی تمام کتب تاریخ پر مقدم ہے ان باتوں کے علاوہ اس کتاب کے مو لف نے دوسرے

۱۸۲

مورخین سے زیادہ حفظ و امانت تاریخی میں عرق ریزی کی ہے بعد کے مورخین نے بھی نقل تاریخ میں اسی پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔ مجھے بھی اس کتاب سے بہت عقیدت ہے اسی لئے میں نے اس کی عبارتوں کے عین الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

پھر سعید افغانی اپنے صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ ہم نے زیادہ تر واقعات تاریخ طبری پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کئے ہیں۔

قرئین کرام جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ طبری نے اس افسانہ کو اکیلے سیف ابن عمر سے اپنی کتاب پر نقل کیا بعد کے تمام مورخین نے طبری کی عظمت و جلالت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس افسانہ کو بغیر غور و فکر کئے اسی سے نقل کر ڈالا اور اپنی کتابوں میں جگہ دیدی اس طرح ایک جعلی اور جھوٹی داستان ایک واقعی تاریخی حیثیت سے لوگوں کے درمیان شائع ہو گئی اور ایک

پردہ اٹھتا ہے

جنگِ جمل کے بعد جو حضرت علی (ع) کی فتح کی صورت میں ختم ہوئی تھی عائشہ شکستہ بال و پر اور سخت غم و غصہ کے ساتھ اپنے گھر واپس آگئیں وہ اس صورت میں گھر واپس آ رہی تھیں کہ شکست بھی کھائی تھی اور اپنے چچیرے بھائی طلحہ سے ہاتھ دھو بیٹھی تھیں یہ وہی طلحہ تھے جن کے لئے عائشہ نے بہت زیادہ امیدیں باندھ رکھی تھیں کہ انہیں کرسیِ خلافت پر بیٹھا دیں اور مسلمانوں کی حکومت ان کے حوالے کر دیں اسی جنگ میں نہ صرف یہ کہ ان کے چچیرے بھائی طلحہ قتل ہوئے بلکہ ان کے بیٹے محمد ابن طلحہ بھی قتل کئے گئے جو خاندان میں سب سے قریب تھے اس جنگ میں اپنی بہن اسماء (۱) کے شوہر کو بھی ہاتھ سے دیدیا تھا جو جنگ کے سپہ سالار تھے۔

یہ وجہ تھی کہ جنگ ختم ہونے کے بعد ڈھیر سارا دکھ درد لئے حیرت و ندامت کے ساتھ کہ ہم نے نصیحتوں پر توجہ کیوں نہ کی خیر خواہوں کی باتیں کیوں نہ مانیں وہ اپنی گھر واپس آگئیں۔ وہ اس حالت میں مدینہ واپس ہوئیں کہ ان کا سینہ حضرت علی (ع) کے خلاف کینہ و عناد سے بھرا ہوا تھا۔ جیسے دیگچی میں پانی جوش مارتا ہے۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ جب تک حضرت علی (ع) زندہ ہیں اور مسلمانوں کی قیادت کر رہے ہیں اتنی تمام دشمنی کو اپنے سینے میں چھپائے رہیں اور ایک وقت کت کے لئے اپنے سینے کو خاکستر بنائے رہیں۔

اسی وجہ سے جس وقت حضرت علی (ع) کے موت کی خبر ان کے کان میں پڑی تو سجدہ شکر بجالائیں اور بہت زیادہ خوش اور مسرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ دو شعر پڑھے

فالقت عصاها و استقر بها النوى
كما قر عیناً بالایاب المسافر

۱۔ اسماء بنت ابی بکر عائشہ کی بڑی بہن تھیں ان کی ماں کا نام قیلہ یا قتیلہ تھا اسماء کو ذاتِ نفاقین بھی کہتے ہیں یعنی دازار بند والی کیونکہ انہوں نے رسول اللہ (ص) کی ہجرت کے دن اپنی کمر کا پٹکھ ادھا پہاڑ کر رسول اللہ (ص) کے سفر کا کھانا باندھا تھا وہ زبیر کی زوجہ تھیں جن سے تین بیٹے ہوئے۔ عبد اللہ۔ عروہ۔ منذر۔ اس کے بعد زبیر نے انہیں طلاق دے دی۔ ان کے فرزند عبد اللہ ۷۳ ہجری میں قتل کئے گئے حالانکہ اسماء زندہ تھیں۔ اسی کے چند روز بعد ۱۰۰ سال کی

علی گزر گئے اور ابن ان کی واپس نہیں ہو گی مجھے ان کی موت سے اپنے دل کو اتنی خوشی ہو رہی ہے جیسے خاندان کا کوئی مسافر اپنا عزیز تر رشتہ دار گھر واپس آنے سے خوشی ہوتی ہے _ ہاں _ علی کی موت سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔

عائشہ نے یہ اشعار پڑھے اور پوچھا کہ علی (ع) کا قاتل کون ہے _ ان سے کہا گیا کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص۔

یہ سن کر عائشہ نے یہ اشعار پڑھے _ وہ (علی) اگر چہ موت کے وقت ہم سے دور تھے لیکن اس جوان کو زندہ باد جس نے ہمیں موت کی خوشخبری سنا کر ہمیں خوش کر دیا جس ان شعروں کی خبر ام سلمیٰ کی بیٹی زینب (۱) کو ہوئی تو انہوں نے عائشہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ اے عائشہ کیا تم حضرت علی (ع) جیسے عظیم انسان کے لئے یہ بے ہودہ باتیں بک رہی ہو کیا تم ان کے قتل کی خبر کو مسرت کی خبر سمجھتی ہو _ عائشہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا میں ذرا سٹھیا گئی تھی جب بھی ایسی حالت ہو تو ہمیں چونکا دیا کرو _ (۲)

ابو الفرج اصفہانی کے مطابق عائشہ نے زینب کا یہ جواب دیکر یہ شعر پڑھے

ما زال اهداء القائد بيننا
باسم الصديق و كثرة الالقاب
حتى تركت و كان قولك فيهم
فی كل مجتمع طنين ذباب

ہمارے درمیان یہ رسم تھی کہ ہم دوستوں کو القاب اور بہت تعریف کے ساتھ یاد کرتے تھے ان کی مدح میں قصیدے اور اشعار پڑھتے تھے لیکن وہ زمانہ بیت گیا _ وہ وقت گزر گیا _ اب تو تعریف و توصیف ان لوگوں کی مگس کی آوازیں کر رہ گئی ہے _ جن کا تھوڑا سا بھی اثر باقی نہیں ہے۔

عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ دشمنی عداوت اور کینے جو عائشہ سے مختلف اوقات میں علی کے بارے میں ظاہر

قریشی تھا چونکہ وہ قبیلہ مخزوم سے تھیں اس لئے مخزومی کہی جاتی ہیں۔
_طبری ج ۷ ص ۸۸ ، طبقات ج ۳ ص ۴۰ ، مقاتل الطالبین ص ۴۲ ، کامل ابن اثیر ج ۲
ص ۱۵۷

۱۸۶

بوئے ان سے بہت سے راز نہانی ظاہر ہوتے ہیں۔

فرزندان علی (ع) سے عائشہ کی عداوت

عائشہ کی عداوت صرف حضرت علی (ع) سے ہی مخصوص نہیں تھی بلکہ اس کی جڑیں بہت عمیق اور بہت وسیع تر تھی اس کا دائرہ حضرت علی (ع) کے پورے خاندان میں پھیلا ہوا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ عائشہ حضرت علی (ع) کے فرزند حسن (ع) و حسین (ع) سے پردہ کرتی تھیں اور ان سے نامحرموں کا سا برتاو کرتی تھیں حالانکہ ابن عباس ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے تھے کہ حسن (ع) و حسین (ع) کو عائشہ سے محرم ہونے کی حیثیت حاصل ہے ابن سعد نے عائشہ کے اس سلوک کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ ہر شخص کی زوجہ اپنے فرزندوں کی نسبت سے خاندان کے دوسرے افراد کے مقابل اور اسی طرح اس کی بیٹی کے بیٹوں کی بن بست محرم رہیں گے اور ان میں سے کسی کو اس عورت سے شادی کی اجازت نہیں اب یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ جو تمام مسلمانوں میں متفقہ ہے۔

اور ابن عباس ابو حنیفہ اور مالک بھی اسی کے قابل ہیں یہ ایسی بات نہیں تھی کہ عائشہ سے چھپی ہوئی ہو اور اس حکم کو نہ جانتی ہوں۔ عائشہ کا مقصد تو اس برتاو سے دوسرا ہی تھا وہ چاہتی تھیں کہ اپنے اس سلوک سے حسنین (ع) کے فرزند رسول ہونے کا انکار کریں اور انہیں فرزند رسول (ص) نہ سمجھا جائے۔

عائشہ دوسری جنگ کی تیاری کرتی ہیں

جس دن سے عائشہ نے لوگوں کو بھڑکا کر ایک عظیم انقلاب برپا کیا اسی دن سے بنی امیہ میں اور ان میں سخت نفرت اختلاف تھا کیونکہ بنی امیہ عثمان

کا خاندان اور ان کا طرفدار تھا۔

لیکن جس دن سے یہ دونوں حضرت علی (ع) خلیفہ ہوئے اور عائشہ نے ان کے خلاف قیام کیا اسی دن سے یہ

۱۸۷

دونوں قطب مخالف یعنی عائشہ اور بنی امیہ تین باہم صلح و صفائی ہو گئی اور دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔

حالانکہ عائشہ اور بنی امیہ ایک دوسرے کی ضد تھے اور دشمن بھی تھے لیکن اس معاملے میں _ جی ہاں _ صرف اسی معاملے میں دونوں کا مقصد ایک تھا کیونکہ دونوں ہی حضرت علی (ع) کے سخت مخالف تھے یہ مشترک ہدف اس بات کا سبب بنا کر یہ دونوں مخالف قطب ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کا ہاتھ بڑھا کر ایک ہو جائیں۔

بنی امیہ عائشہ کے پرچم کے نیچے اگئے اور انہوں نے عداوت کو دوستی اور اتحاد میں بدل دیا اپنی توانائیاں ایک جگہ مرکوز کر دیں تاکہ علی (ع) کو خلافت سے معذول کیا جا سکے _ اسی وجہ سے جنگ جمل واقع ہوئی لیکن اس کے اس امید کے برخلاف علی (ع) نے اس جنگ میں فتح پائی اور عائشہ کو ان کے گھر واپس کر دیا۔

عائشہ نے اگرچہ جنگ میں اپنی طاقت و توانائی ختم کر دی تھی لیکن وہ اپنی فعالیت کو ختم کر کے چین سے نہیں بیٹھ سکتی تھیں وہ اپنی پوشیدہ دشمنی کو اور دکھ رنج کو برداشت کر کے آرام سے خاموش نہیں بیٹھ سکتی تھیں یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے سردار معاویہ سے اور تمام بنی امیہ سے ارتباط و اتحاد زیادہ سے زیادہ محکم تر کرنے لگیں اور ایک ہماہنگی کا معاہدہ سا ہو گیا کہ دونوں ہی حضرت علی (ع) کی مخالفت میں کمر بستہ تھے۔

وہ ایک دوسری جنگ کے کا ماحول تیار کرنے میں جٹ گئیں _ اور نتیجہ میں حضرت علی (ع) کے ایک دوسری جنگ واقع ہوئی جو جنگ جمل سے سخت تر تھی اور اس کے نتائج و آثار اس سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ تھے۔

جی ہاں عائشہ مخالفت علی (ع) ختم کرنے پر آمادہ نہیں تھیں انہوں نے جنگ جمل کے بعد ایک سرد جنگ چھیڑ دی یہ زبان کی جنگ تھی _ جو جنگ

حضرت علی (ع) کے قتل ہونے کے بعد بھی ختم نہیں ہوئی اور اس کا دائرہ عائشہ کی آخری سانسوں تک پھیلتا رہا۔

ہاں۔ جب تک عائشہ زندہ تھیں حضرت علی (ع) کے خلاف حدیث سازی کی جنگ تھی اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس جنگ کے نقصانات آج تک تاریخ اسلام میں جاری ہیں اور صدیوں بعد بھی اس جنگ کے آثار دامن اسلام سے ختم نہیں ہوئے ہیں۔

معاویہ جو ہمیشہ حضرت علی (ع) سے برسر پیکار رہے اور انہوں نے اس راہ میں اپنی تمام طاقت و قوت کو رف کر

۱۸۸

ڈالا حیلہ و فریب کے تمام راستے اختیار کئے آخر کار جو کچھ ان کے اختیار میں دولت و توا نائی تھی مخالفت علی (ع) میں صرف کر ڈالی۔ عائشہ اس راہ میں اپ سے اور بلا معاوجہ معاویہ کی طاقتور معاون بن گئیں جسے اپ اسی کتاب کی تیسری جلد میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

خدا یا۔ اس کتاب کو مسلمانوں کے لئے فائدہ بخش قرار دے اور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت۔

و الحمد لله رب العالمین و صلی الله علی سیدنا محمد و آلہ الطیبین الطاہرین۔